

سَوَاحِخِ اِمَامِ اَحْمَد رَضَا

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۱۲۳۰ھ

عَلَّامُ الدِّینِ اَحْمَدُ صَاحِبُ دَرِّ رَضَوِی

مکتبہ نوریہ رضویہ ○ وکٹوریہ مارکیٹ سیکٹر



سَوَاحِخِ اِمَامِ اَحْمَد رِضَا

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۱۳۴۰ھ

مَرْتَبًا

عَلَّامُ الدِّینِ اَحْمَدُ صَاحِبُ قَادِی رِضْوِی

مکتبہ نوریہ رضویہ ○ وکٹوریہ مارکیٹ سیکٹر

مجلد حقوق بچی ناشر غیر محفوظ

کتاب	سوانح اعلیٰ حضرت (سوانح امام احمد رضا)
تصنیف	علامہ بدرالدین احمد قادری رضوی گورکھپوری
کتابت	نظامی کتابت بورڈ مزار شاہ درگاہی، رام پور۔ یو پی
حسن تزئین و مناسب اضافہ	۱۹۸۶ء انیس احمد نوری مصطفوی
طباعت	بار اول ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۳ء ایک ہزار
	بار دوم ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۸ء ایک ہزار
	بار سوم نوری کتب خانہ لاہور ایک ہزار
	بار چہارم ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء پانچ صد
مصنف کے ترمیم و اضافے کے ساتھ	بار پنجم ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء پانچ ہزار
" " " " " "	بار ششم فضل فور اکیڈمی گجرات ۱۹۸۶ء ایک ہزار
" " " " " "	بار ہفتم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ایک ہزار
	۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء
قیمت	۶۰ روپے، مجلد ۷۵ روپے
	آئسٹ کاغذ اعلیٰ سنہری جلد = ۴۸ روپے

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ کی سوانح پر بھارت کے المیزان امام احمد رضا نے جو کہ ۱۹۷۶ء میں چھپا ہے کتابوں کی تعداد ۵۵ ہے جن میں کئی ایسی بھی ہیں جن کی جلدوں کی تعداد چار یا اس سے کم و بیش ہے اور ہزار صفحات پر مشتمل ہیں جب کہ اُس فرست میں جناب عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری کی تصنیف جس کی دس جلدیں ہیں اور ہر جلد تقریباً ایک ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے ایسی کئی کتب فرست میں شامل محض سے رہ گئیں مگر کتاب ہذا ان میں منفرد مقام رکھتی ہے۔ انیس احمد نوری

خصوصی عایت خرید کر کتاب ہذا مفت تقسیم کرنے کے لئے مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر سے رجوع کریں۔

marfat.com

Marfat.com

ایمہ حضرات امام احمد رضا خان بیوی کی حیات ایک نظر میں

- ۱۔ ولادت باسعادت ۱۰ شوال ۱۲۶۲ھ / ۱۲ جون ۱۸۵۶ء
- ۲۔ ختم قرآن کریم ۱۲۶۴ھ / ۱۸۶۰ء
- ۳۔ پہلی تقریر بیچ الاول ۱۲۶۸ھ / ۱۸۶۱ء
- ۴۔ پہلی عربی تصنیف ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۸ء
- ۵۔ دستار فضیلت شعبان ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۹ء برتر مسلمان شاہین
- ۶۔ آغاز فتویٰ نویسی ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۹ء
- ۷۔ آغاز درس و تدریس ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۹ء
- ۸۔ فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء
- ۹۔ بیعت و خلافت ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء
- ۱۰۔ پہلی اردو تصنیف ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء
- ۱۱۔ پہلا حج اور زیارت حرمین شریفین ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء
- ۱۲۔ شیخ احمد بن نبین بن ملال مکی سے اجازت احادیث ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء
- ۱۳۔ مفتی مکہ شیخ عبدالرحمن السراج سے اجازت حدیث ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء
- ۱۴۔ امام کبیر شیخ حسین بن علی جمال التلیل مکی سے اجازت حدیث ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء
- ۱۵۔ تحریک ترک گاؤں گشتی کا سد باب ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۱ء
- ۱۶۔ پہلی فارسی تصنیف ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۲ء
- ۱۷۔ ندوۃ العلماء کے جلسہ تاسیس (کانپور) میں شرکت ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء
- ۱۸۔ تحریک ندوہ سے علیحدگی ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء
- ۱۹۔ علماء ہند کی طرف سے خطاب مجدد مائتہ حاضر ۱۳۸۹ھ / ۱۹۰۰ء
- ۲۰۔ تاسیس دارالعلوم مظہر اسلام بریلی ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء
- ۲۱۔ دوسرا حج اور زیارت حرمین مطہرین ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء
- ۲۲۔ علی رکن مکر مہدیہ منورہ کے کلام شدات اجازت خلافت ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۶ء
- ۲۳۔ قرآن کریم کا اردو ترجمہ کنز الایمان فی ترجمہ القرآن ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۲ء
- ۲۴۔ شیخ منوئی علی الشامی الازہری کی طرف سے خطاب یکم بیچ الاول ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء امام الامام المجدد المہندہ الامامہ
- ۲۵۔ حافظ کتب الحرم سید اسماعیل خلیل مکی کی طرف سے ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء خطاب "خاتم الفقہاء والمحدثین"
- ۲۶۔ علم المرجعات میں ڈاکٹر ضیاء الدین کے مطبوعہ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء سوال کا فاضلانہ جواب
- ۲۷۔ کتاب سماویہ کے لئے اصلاحی اور انقلابی پروگرام کا اعلان ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء
- ۲۸۔ بہاولپور ہائیکورٹ کے جسٹس محمد دین کا استفتاء اور اس کا فاضلانہ جواب ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء
- ۲۹۔ مسجد کانپور کے قبضے پر برطانوی حکومت سے معاہدہ کرنے والوں کے خلاف ناقدانہ رسالہ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء
- ۳۰۔ ڈاکٹر ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کی آمد اور استفادہ علمی مابین ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء اور ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۴ء
- ۳۱۔ انگریزی علم الکتاب میں جانے سے انکار اور طغری سے استنار ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۴ء
- ۳۲۔ تاسیس جماعت رضا مصطفیٰ بریلی، تقریباً ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۵ء
- ۳۳۔ سجدہ تعظیم کی حرمت پر فاضلانہ تحقیق ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۸ء
- ۳۴۔ امریکی حیثیت ان پرفیسر اللہ علیہ السلام پورا کو شکست فاش ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء
- ۳۵۔ آئین کیونٹن اور آئین برٹانین کے نظریات کے خلاف فاضلانہ تحقیق ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء
- ۳۶۔ رد و حرکت زمین پر ۱۰۵ ادلائل اور فاضلانہ تحقیق ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء
- ۳۷۔ فلاسفہ قدیمہ کا رد و بیخ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۳۰ء
- ۳۸۔ وصال ۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ / ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء (ماخوذ اخبار جنگ، ۲۰ نومبر ۱۹۸۴ء)

عرب ناشر

”سوانح اعلیٰ حضرت“ کو محقق و مدلل انداز سے ترجمان مسلک اہلسنت حضرت علامہ بدرالدین صاحب قادری رضوی گورکھپوری دامت برکاتہم القدسیہ نے مرتب فرما کر آسمانِ صحافت ستیئت کو تابندگی بخشی اور موصوف کے اس عظیم کارنامے نے ملک و بیرون ملک سے خراج تحسین حاصل کیا۔ یہ کتاب اب تک چار مرتبہ زبور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔

اب ”سوانح اعلیٰ حضرت“ کے پانچویں ایڈیشن کو جزوی ترمیم و اضافہ کے بعد حضرت علامہ نے ”مدرسہ اہلسنت گلشن رضا“ احمد نگر (ڈمرو) بکار واسٹیل سٹی و حنیفا کے زیر اہتمام طباعت و اشاعت کے لئے اس کمترین کو عطا فرمایا۔ جس کے لئے ہم خدام ”گلشن رضا“ حضرت موصوف کے ممنون ہیں۔

”مدرسہ اہلسنت گلشن رضا“ ابھی ابتدائی مراحل سے گزر رہا ہے۔ مدرسین انتہائی ذمہ داری و دیانت کے ساتھ تدریسی فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہیں ادارہ کے اراکین، مقامی و بیرونی معاونین اور پُر خلوص مدرسین کے عزائم سے مجھے یقین ہے کہ حال کا یہ مدرسہ مستقبل کا عظیم دارالعلوم ہوگا۔

مدرسہ کے اقتصادی حالات ایسے نہیں ہیں۔ کہ حضرت علامہ بدرالدین صاحب قبلہ قادری رضوی کے اس بے نظیر شاہکار ”سوانح اعلیٰ حضرت“ کی اشاعت کے بار کا محمل ہو سکے۔ لیکن یہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا روحانی تصرف اور سیدی تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا مدرسہ اہلسنت گلشن رضا پر خصوصی کرم ہے کہ سوانح اعلیٰ حضرت کا پانچواں ایڈیشن علی تحقیق بے باک ترجمانی اور لطیف کتابت و طباعت اور دیدہ زیب سرورق کے

ساتھ آپ تک پہنچ رہا ہے۔

”سوانح اعلیٰ حضرت“ کی کتابت و طباعت میں حضور شمس العلماء حضرت علامہ محمد نظام الدین صاحب قبلہ قادری دامت برکاتہم القدر سیہ کے خلیفہ اکبر حضرت مولانا محمد نور الدین صاحب نظامی جیسبی پرنسپل مدرسہ عالیہ رام پور نے اپنے بے لوث تعاون سے مجھے نوازا جس کے لئے ہم موصوف کے ممنون ہیں۔ اور بیکراں مسرتوں کا احساس کر رہے ہیں۔

زیر نظر کتاب کی اشاعت میں بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ یہ سوانحی خاکہ اغلاط سے پاک ہو۔ پھر بھی باوجود اس احتیاط کے اگر کتاب میں کسی جگہ کوئی غلطی نظر آئے تو قارئین سے میں بابت گزارش کروں گا کہ وہ مجھے پہلی فرصت میں مطلع فرمائیں تاکہ اس کے بعد کی اشاعت میں اس امر کا لحاظ رکھا جاسکے۔

ہماری دعا ہے کہ رب کریم حضرت علامہ بدر الدین احمد صاحب قادری مدظلہ العالی کی اس گراں قدر تاریخی و تحقیقی سرلیہ کو بوسیلہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و بطفیل سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبول عام سے سرفراز فرمائے اور مدرسہ اہلسنت گلشن رضا کے اراکین کے حوصلوں کو مزید بلند یوں سے ہمکنار فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

خادم اہلسنت

(صوفی) علامہ الدین رضوی

ناظم اعلیٰ

مدرسہ اہلسنت گلشن رضا۔ احمد نگر (ڈمرو)

بکار واسٹیل سٹی۔ ۱۱

ضلع دھنباؤ۔ بہار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى والصلاة والسلام على نبينا لمصطفى وعلى آله وصحبه وأخيه بنجوم الهدى

پیش لفظ

انا

رسول القلم علامہ ارشد القباوری صاحب
ہستم مدرسہ فیض العلوم جمشید پور

مکرمی حضرت علامہ مولانا بدر الدین احمد صاحب قادری رضوی گورکھپوری
زید مجدد ہم اپنی جماعت کے متدین علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ موصوف کا قلم
اس درجہ محتاط ہے کہ شریعت کے آداب کی نزاکتوں سے ایک لمحہ کے لئے بھی وہ
غافل نہیں ہوتا۔ اعلیٰ حضرت امام الہدایت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات
طیبہ پر ”سوانح اعلیٰ حضرت“ کے نام سے حضرت ممدوح کی پہلی کتاب ہے جو قبول عام
کی عزت سے سرفراز ہوئی اور ملک ہی میں نہیں بیرون ملک بھی دنیا کے کروڑوں
افراد کو اعلیٰ حضرت کے دینی اور علمی کارناموں اور ان کے عظیم مقام مہدو شرف سے
نہایت موثر طریقے پر روشناس کرایا فجزاھم المولیٰ تعالیٰ عنا وعن سائر
المسلمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ صلوة المصلین وسلام الاکرمین
اس کتاب مستطاب کی ثقاہت اور مقام اعتبار کا اندازہ لگانے کے لئے یہ واقعہ

marfat.com

Marfat.com

بہت کافی ہے کہ اعلیٰ حضرت پر لکھنے والے سارے اہل قلم نے اسے پورے اعتماد کے ساتھ ماخذ کی حیثیت سے استعمال کیا اور آئندہ بھی جب کوئی اعلیٰ حضرت پر قلم اٹھائے گا تو اس کتاب سے استفادہ کئے بغیر وہ اپنے موضوع کا حق کامل طور پر نہیں ادا کر سکے گا۔

ہندو بیرون ہند میں یہ کتاب کئی بار زیرِ طبع سے آراستہ ہوئی۔ لیکن اس بار حلقہ بگوش حضور مفتی اعظم ہند، نقیب رضویت، فخر اہل سنت صوفی علاؤ الدین صاحب رضوی بانی مدرسہ گلشن رضا احمد نگر (ڈمرہ) بولکار و اسٹیل سٹی دھند بہار کے زیرِ اہتمام فولڈ آفسٹ پر نئے آب و تاب کے ساتھ چھپنے جا رہی ہے۔ ناشر جلیل حضرت مولانا محمد نور الدین صاحب نظامی جلیبی پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور شہزادہ حضور شمس الدین شیخ الحدیث فیض العلوم جمشید پور اپنی نگرانی میں ایک ماہر فن اور نہایت کہنہ مشوق کاتب سے اس کی کتابت کروا رہے ہیں۔ اور سب سے زیادہ مسرت کی بات یہ ہے کہ کتاب کے مصنف نے اس پر نظر ثانی کر کے اسے اتنا سنوار دیا ہے اور اتنی نئی گراں قدر معلومات کا اضافہ کر دیا ہے کہ اب یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ اپنی پرانی کتاب کو انھوں نے ایک نئی تصنیف کا جامہ پہنا دیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب کے ناشر و طابع جناب صوفی علاؤ الدین صاحب رضوی کا اصرار ہے کہ میں اس کتاب کے نئے ایڈیشن کے ساتھ اپنا ایک پیش لفظ منسلک کر دوں۔ اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود مجھے موصوف کی خواہش کی تکمیل کے لئے وقت نکالنا پڑا کہ میرے نزدیک وہ ایک سراپا اخلاص مرد مومن کی خواہش تھی دے دے اس دور میں دین حق کے خدام کی کمی نہیں ہے لیکن دل کی ایسی والہانہ وارفتگی جو اپنا سب کچھ ٹٹا کر بھی دین کے لئے جذبے کی تشنگی کو آسودہ نہ ہونے دے، خال خال نظر آتی ہے۔ اس طرح کا دل دیوانہ اگر کہیں مل جائے تو وہ دانا نہیں بھار خانہ رحمت و قدرت کا آبگینہ ہے جسے ٹوٹنے سے بچانا دل ہی کی نہیں

دین کی بھی خدمت سمجھتا ہوں۔

اسی جذبے کی تحریک پر سوانح اعلیٰ حضرت کے سلسلے میں اپنے احساسات کا ایک مختصر سا مرقع ذیل میں پیش کر رہا ہوں اسے کتاب کا پیش لفظ کہتے یا میرے نامہ اعمال کا بہر حال اپنے لئے ذخیرہ آخرت سمجھتا ہوں کہ ایک پیکر عشق و وفا کی معطر اور کیف بار زندگی کے ساتھ اپنی عقیدت کا پیوند جوڑ رہا ہوں۔

فطرت انسانی کا یہ رخ بھی بڑا ہی عجیب و غریب ہے کہ دوسروں کی آنکھ کا تشکا تو لوگ دیکھ لیتے ہیں لیکن خود اپنی آنکھ کی شہتیر انھیں نظر نہیں آتی۔ اسی طرح کا واقعہ بریلی کے خانوادے کی اس عظیم شخصیت کے ساتھ بھی ہوا۔ خاندان کے لوگ امتیاز و تعارف کے طور پر اپنی بول چال میں انھیں "اعلیٰ حضرت" کہتے تھے۔ معارف و کمالات اور فضائل و مکارم میں اپنے معاصرین کے درمیان برتری کے لحاظ سے یہ لفظ اپنے ممدوح کی شخصیت پر اس طرح منطبق ہو گیا کہ آج ملک کے عوام و خواص ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کی زبانوں پر چڑھ گیا۔ او اب قبول عام کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ کیا موافق کیا مخالف کسی حلقے میں بھی، اعلیٰ حضرت کہے بغیر شخصیت کی تعبیر ہی مکمل نہیں ہوتی۔ لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اعلیٰ حضرت کے لفظ پر ہمارے مذہبی حریفوں نے کیسے کیسے گل کھلائے ہیں اور عوام کو گمراہ کرنے کے لئے ذہن و فکر کی کتنی نیچی سطح پر وہ اتر آتے ہیں۔

کٹک کے تاریخی مناظرہ میں اعلیٰ حضرت کے لفظ پر بحث

کئی سال ہوئے اڑیسہ کے دار الخلافہ کٹک میں دیوبندی حضرات کیساتھ ایک تاریخی مناظرہ ہوا تھا۔ میرا حافظہ غلطی نہیں کر رہا ہے تو یہ واقعہ ۱۳۹۹ء کا ہے اس مناظرہ کی خصوصیت یہ تھی کہ مزاج المناظرین، "سند المتکلمین، امام العاسقین حضرت مجاہد ملت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمن صاحب قادری علیہ الرحمۃ والرضوان

سرپرست اور بانی مناظرہ کی حیثیت سے اہل سنت کے اسٹیج پر بہ نفس نفیس تشریف فرما تھے۔ اہل سنت کی طرف سے جلسہ مناظرہ کے صدر فقیہ النفس نائب مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی مقرر ہوئے تھے جبکہ مناظر کی حیثیت سے حضور مجاہد ملت نے مجھ فقیر کو نامزد فرمایا تھا۔ اور دوسری طرف دیوبندی فرقہ نے اپنے مناظر کی حیثیت سے مولوی ارشاد احمد فیض آبادی مبلغ دارالعلوم دیوبند کو پیش کیا تھا۔

مناظرہ کے دوران دیوبندی مناظر نے اعلیٰ حضرت کے لفظ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو صرف "حضرت" کہا جاتا ہے اور آپ لوگ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو "اعلیٰ حضرت" کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں نے اپنے پیشوا کو حضور سے بھی بڑھا دیا ہے۔

میں نے ان کے اس مہمل اعتراض کا ایسا دندان شکن جواب دیا کہ پورے دیوبندی اسٹیج پر سناٹا چھا گیا۔

میں نے کہا کہ تنقیص رسول کے ناپاک جذبے میں آپ حضرات کے قلوب اس درجہ مسخ ہو گئے ہیں کہ اہانت کا کوئی موقع بھی آپ لوگ ہاتھ سے نہیں جلتے دیتے اس بات کا شکوہ تو اپنی جگہ پر ہے کہ جن کی دسوں انگلیاں اہانت رسول کے خون میں ڈوبی ہوئی ہیں وہ دوسروں کے سفید و شفاف دامن پر سرخ و صبا تلاش کر رہے ہیں۔ فی الحال آپ سے شکایت یہ ہے کہ اس واقعہ سے آپ بھی بے خبر نہیں ہیں کہ سلف سے خلف تک امت کے مشاہیر حضرات کو جن القابات سے بھی موسوم کیا گیا ان کا تقابل ان کے صرف معاصرین کے ساتھ تھا کسی نے بھی امام اعظم کے لفظ سے یہ نہیں سمجھا کہ انھیں امام اعظم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام کے مقابلے میں بولا جا رہا ہے لیکن یہ آپ حضرات کے دلوں کے نفاق کی کارگیری ہے کہ بجائے اس کے کہ آپ حضرات سلف کی روایات اور عرف کے مطابق اعلیٰ حضرت کے لفظ کے مفہوم کو ان کے معاصرین تک محدود سمجھتے زبردستی کھینچ تان کر

اس لفظ کے اطلاق کا دائرہ ہمد رسالت تک وسیع کر دیا تاکہ لفظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے نہ بھی تنقیص شان کا حامل ہو جب بھی تقابلی کی راہ سے تنقیص کے معنی پیدا کر دیئے جائیں۔

اس کے بعد میں نے گرجدار آواز میں دیوبندی مناظر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جب آپ حضرات کے یہاں القابات کے مفہوم کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ ہمد رسالت تک کو حاوی ہے تو اب آپ بریلی سے دیوبند آئیے اور اپنی شقاوتوں کی یہ بھیانک تصویر دیکھئے کہ خود آپ کے گھر میں تنقیص شان رسالت کے کیسے کیسے ساز و سامان موجود ہیں۔

دیکھئے! یہ مرثیہ رشید احمد گنگوہی ہے جس کے مرتب آپ کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب ہیں۔ انھوں نے بالکل سرورق پر گنگوہی صاحب کو ان القابات سے ملقب کیا ہے۔

مخدوم الكل، مطاع العالم، یعنی سب کے مخدوم اور سارے عالم کے مطاع و مقتدا۔۔۔ (تمام عالم گنگوہی کی خدمت کرنے والا)

اب آپ اپنی ہی منطق کی بنیاد پر یہ الزام قبول کیجئے کہ آپ حضرات گنگوہی صاحب کو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سید المرسلین مخدوم العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تک اور ان کے بعد قیامت تک پیدا ہونے والے سارے نبی نوح انسان کا مخدوم سمجھتے ہیں۔

میں نے کہا کہ مخدوم الكل کا یہ مفہوم آپ کی طرح میں کھینچ سمان کر نہیں پیدا کر رہا ہوں بلکہ موجب کلیہ کا سور ہونے کی حیثیت سے لفظ کل کے وضعی اور اصطلاحی معنی ہی یہ ہیں کہ اس کے دائرہ سے نسل انسانی کا ایک فرد بھی خارج نہ ہو۔ خوب غور سے سن لیجئے کہ دائرہ اطلاق کی یہ وسعت خود لفظ کے اندر موجود ہے باہر سے یہ معنی نہیں پہنچائے گئے ہیں جب کہ اعلیٰ حضرت کا لفظ اپنے وضعی معنی کے اعتبار سے دائرہ اطلاق کی وسعت کا سرے سے کوئی مفہوم ہی نہیں رکھتا اپنی بدبختی کے

زیر اثر زبردستی آپ لوگوں نے اُسے غلط معنی پہنا دیا ہے۔

یوں ہی مطاع العالم کی ترکیب میں "عالم" کا لفظ بھی اپنی وضع ہی کے اعتبار سے زمان و مکان کی ہمہ گیر وسعت کو چاہتا ہے جس میں نہ کسی فرد کا استثناء ہے اور نہ کسی وقت کا جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ آپ حضرات سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضور مطاع العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تک سب کو معاذ اللہ گنہگار ہی صاحب کا محکوم اور اطاعت گزار سمجھتے ہیں۔

یہاں پہنچ کر میں نے دیوبندی مناظر کو للکار تے ہوئے کہا کہ اعلیٰ حضرت کے لفظ پر آپ کے اعتراض کے جواب میں یہ ساری بحث میں نے صرف اس لئے اٹھائی ہے کہ آپ حضرات کو اپنی کج فہمی اور غلط اندیشی کا اندازہ ہو جائے۔ اب سنبھل جائیے! کہ آپ ہی کا اعتراض آپ پر الٹ رہا ہوں اب اپنی ہی تلوار سے آپ اگر لہو لہان ہو جائیں تو میرے اوپر خون ناحق کا کوئی الزام نہیں ہے۔ بریلی کے ایک "اعلیٰ حضرت" پر تو آپ لوگوں کے یہاں صف ماتم بھی ہوئی ہے لیکن خود دیوبند کے بت خانے میں کتنے "اعلیٰ حضرت" آپ لوگوں نے تراش کر رکھے ہیں شاید اس کا اندازہ آپ کو نہیں ہے۔ قوت ضبط باقی ہو تو اپنی پیشانی کا پسینہ پونچھتے ہوئے اپنے اکابر پرستی کی یہ عبرت ناک داستان سنئے۔

یہ دیکھئے! میرے ہاتھ میں آپ کے گھر کی مستند کتاب تذکرۃ الرشید ہے جس کے مصنف آپ کے عظیم پیشوا مولوی عاشق الہی میرٹھی ہیں۔ اس کی جلد دوم کے صفحہ ۳۱۰ میں انھوں نے اپنے خاندان کے مرشد اعظم حاجی امداد اللہ صاحب کو گیارہ جگہ اعلیٰ حضرت لکھا ہے صفحہ ۲۳۸ پر چار جگہ صفحہ ۲۳۹ پر ایک جگہ اور صفحہ ۲۳۱ پر دو جگہ۔ خود گنہگار ہی صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں جو تذکرۃ الرشید جلد اول کے صفحہ ۱۲۸ پر چھپا ہے اپنے پیر و مرشد حاجی صاحب کو دو جگہ اعلیٰ حضرت

لکھا ہے۔ اور جلد اول کے صفحہ ۱۳۲ اور صفحہ ۱۳ پر آپ کے حکیم الامت جناب تقانوی صاحب نے خاص اپنے قلم سے حاجی صاحب کو تین جگہ "اعلیٰ حضرت" تحریر فرمایا ہے۔ اب دوسری کتاب ملاحظہ فرمائیے!۔ تحفۃ القادیان، یہ کتاب بھی دیوبند سے شائع ہوئی ہے اس کے مصنف ہیں مولوی سیف اللہ صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند۔ اس کے صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں۔
 "بحکم سیدی و مولائی قطب ربانی حکیم الامت اعلیٰ حضرت قاری طیب صاحب مدیر دارالعلوم دیوبند"

میرا وقت ختم ہو رہا تھا اس لئے حوالہ کی کتابیں بند کرتے ہوئے میں نے دیوبندی مناظر کو مخاطب کیا۔

آپ نے اپنے گھر کے "اعلیٰ حضرتوں" کو سن لیا۔ اب زحمت نہ ہو تو ان بھارتوں کے حوالے سے ذرا وہی الفاظ پھر دہرا دیجئے کہ۔۔۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو صرف حضرت کہا جاتا ہے اور مولانا عاشق الہی میرٹھی، مولانا گنگوہی، اور مولانا تقانوی اپنے پیر و مرشد کو اعلیٰ حضرت کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے.....

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو صرف حضرت کہا جاتا ہے اور دارالعلوم دیوبند کے لوگ اپنے مہتمم صاحب کو "اعلیٰ حضرت" کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے.....
 ہم نہ کہتے تھے کہ اے داغ تو زلفوں کو نہ چھیڑ

اب وہ برہم ہے تو ہے تجھ کو قلعی یا ہم کو۔۔

جب میں پندرہ منٹ کی اپنی جوابی تقریر سے فارغ ہو کر بیٹھا تو میں نے دیکھا کہ حضرت مجاہد ملت کی خدا ترس آنکھوں میں خوشی کے آنسو امنڈ رہے تھے وہ مقدس لمحے میں زندگی بھر نہیں بھولوں گا جب غوث الوریٰ کے دربار گہرا کے ایک وارفتہ جگر درویش اور مسلک رضویت کے ایک پر سوز داعی کی شفقتوں کے بادل ٹوٹ ٹوٹ کہ میرے اوپر برس رہے تھے اور میں قدموں میں پھل پھل کر نہا رہا تھا۔

خدا رحمت کند اس عاشقان پاک طینت را
 اعلیٰ حضرت کے لفظ پر ایک ضمنی بحث کافی لمبی ہو گئی۔ اب چند سطریں خراج
 عقیدت کے طور پر بارگاہ اعلیٰ حضرت میں نذر کر رہا ہوں۔

یہ داستان سننے کے قابل ہے کہ آج دنیا کے کروڑوں سُنی مسلمان اعلیٰ حضرت پر
 اپنی جان کیوں چھڑکتے ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کیا چیز ہے جس کے ساتھ ان کی وابستہ
 وابستگی ہے اعلیٰ حضرت کے اندر دین و ایمان کی وہ کون سی خوبی تھی جس کی وجہ سے ”بریلوی“
 کا لفظ اب سُنی صحیح العقیدہ حق پرست طبقے کا علامتی نشان بن گیا ہے۔
 آپ گبرائی میں اتر کر فطرت انسانی کا ہارزہ لیں گے تو آپ پر یہ حقیقت اچھی طرح واضح
 ہو جائیگی کہ کسی کو مانتے کے لئے دو ہی طرح کے جذبے محرک ہوا کرتے ہیں۔

(۱) سیاسی مالی اور مادی اقتدار کی خواہش (۲) یا عقیدہ اور دینی قدروں کے ساتھ ہم آہنگی
 مثال کے طور پر قادیانی مذہب کو لے لیجئے جو انگریزی حکومت کی سرپرستی میں ایک
 باطل، جھوٹی اور مصنوعی نبوت کی بنیاد پر کھڑا کیا گیا۔ اس کا باطل ہونا اتنا واضح اور روشن تھا
 کہ یہ مذہب جہاں سے شروع ہوا تھا وہیں اسے دفن ہو جانا چاہئے تھا لیکن انگریزی حکومت
 کے کاسہ بیس مادی اقتدار کی لالچ میں اتنے اندھے ہو گئے تھے کہ دیدہ و دانستہ ایک سرتاسر
 جھوٹی اور مصنوعی نبوت پر وہ ایمان لائے اور ایک ایسے صریح کفر کو انھوں نے اپنے حلقے کے
 نیچے اتار لیا جس کے کفر ہونے پر عہد صحابہ سے لے کر عہد حاضر تک پورے تسلسل کے ساتھ ڈیڑھ
 ہزار برس کی بوجھل شہادتوں کا انبار لگا ہوا تھا۔

لیکن برطانوی حکومت کے بطن سے پیدا ہونے والا ایک بالکل جھوٹا مذہب صرف
 اسی لئے دنیا میں پھیل گیا کہ اس کے پیچھے مادی آسائش اور مادی منفعت کا جذبہ پوری
 طرح کار فرما تھا۔

یہی تاریخ تبلیغی جماعت کی بھی ہے۔ اس کی بنیاد بھی حکومت برطانیہ ہی کے سایہ
 عاطفت میں رکھی گئی اور اسی کی مالی سرپرستی میں یہ وہان چڑھی۔ یہ الزام نہیں ہے

کہ کوئی انکار کر دے بلکہ یہ سر بستہ راز فاش ہی ان لوگوں نے کیا ہے جو تبلیغی جماعت کے اکابر کی حیثیت سے آج بھی اپنے گروہ میں جلسے اور جلسے جلتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس خفیہ تعلق کی خود انہوں نے گروہ نہ کھولی ہوتی تو کسی کو بھی اس اسلام دشمن سازش کا سراغ تک نہیں ملتا۔ اور اب سعودی عرب کے ریال اور امریکہ و برطانیہ کی ہذا حکومتوں کے سیاسی اثر و رسوخ نے تبلیغی جماعت کو زمین کے کونے کونے میں پہنچا دیا ہے۔ آپ تبلیغی جماعت کے اندرونی نظام کا اگر غیر جانبداری کے ساتھ جائزہ لیں تو آپ کو پتہ چل جائیگا کہ ہوائی جہازوں کی پروازوں کی دنیا کی سیر و سیاحت اور چلتے کے نام پر طویل طویل سفروں کے پیچھے مادی کشش کے کیسے کیسے ساز و سامان موجود ہیں۔ دینی بے حسی کے اس دھڑلا خیز میں عوام کی بھیڑ بونی نہیں لگ رہی ہے۔

مادی اقتدار و آسائش اور مالی منفعوں کی تحریک پر لوگوں کی پیش قدمی کے یہ نمونے آپ کے سامنے ہیں۔ اب آئیے تصویر کا دوسرا رخ دیکھئے۔ اب حیرت و مسرت کے طے چلے جذبات کے ساتھ یہ منظر بھی دیکھئے کہ عقیدہ اور دین کی ہم آہنگی کی بنیاد پر کسی کے گرد لوگ کس طرح جمع ہوتے ہیں۔ مذہب اہل سنت اپنی پوری روایات و تفصیلات کے ساتھ چودہ سو برس سے منتقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے۔ عہد رسالت سے لے کر آج تک ہر دور میں امت کے اکابر، ائمہ، علماء، عرفاء اور مشائخ و صالحین نے اس شجرہ طیبہ کی لہریاں کی "اسے باد صحر کے جھونکوں سے بھایا، اسے ہر طرح کے حوادث سے محفوظ رکھا تب ہاں آج دین کا یہ چمن ہر ابھر نظر آ رہا ہے۔ اس کے گلی بوٹے کھلے ہوئے ہیں اور اس کی خوشبو سے دل و دماغ معطر ہو رہے ہیں۔

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہر دور میں جہاں دین حق کے نگہبان تھے، اس کی رگوں کے لئے خون فراہم کرنے والے جاں نثار تھے اس کے چہرے کا گرد و غبار صاف کر نوالے محافظین تھے وہیں اس کے شفاف دامن پر گرد و آرائے والے بداندیش بھی تھے۔ اسلام دشمن تو توں کے ساتھ ساتھ دین کے بھی تھے جو ہمیشہ اس کو کشش میں

لگے رہتے تھے کہ اسلام کے عقائد و روایات کا چہرہ مسخ کر دیا جائے۔ ماضی سے دین کا رشتہ منقطع کر دیا جائے تاکہ دین کے اندر طمدانہ خیالات کے داخل ہونے کا دروازہ کھل جائے سلف صالحین نے کتاب و سنت کے نصوص احکام کی جو تشریحات کی ہیں ان کے خلاف امت میں بے اعتمادی پیدا کر کے خود اپنا سکھ چلایا جائے تاکہ امت کا شیرازہ بکھر جائے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور کے حق پرست علماء و عرفاء نے دینِ مبین کے خلاف اٹھائے جانے والے فتنوں کا اس طرح سرکچل کر رکھ دیا کہ دین کا سرمایہ آج تک محفوظ ہے۔ ماضی کے ساتھ مربوط رہنے والی امت آج بھی مود ہے لیکن فتنوں کے علمبردار فتنائے گھاٹ اتر گئے یہ بھی کسی کو نہیں معلوم کہ ان کی راہ اڑ کر کس شمشان گھاٹ میں دفن ہوئی۔ جبکہ دین حق کے محافظین رحمت الہی کے جوار میں دلوں پہ حکومت کر رہے ہیں۔ جہاں وہ بیٹ گئے ہیں ہر وقت پر وانوں کے ہجوم میں۔ خزانہ رحمت سے نور و سرور کی ایسی خیرات بٹ رہی ہے کہ ایک آن کے لئے بھی بارش نہیں کھتی۔

وہابیت نے بھی انگریزوں ہی کے ظلِ عاطفت میں جنم لیا ہے۔ یہ فتنہ اس وقت جوان ہو چکا تھا جب اعلیٰ حضرت مسندِ شاد پر جلوہ گر ہوئے۔ تقویتِ الایمان کے ذریعہ سارے ملک میں وہابیت کا فتنہ پھیل چکا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے پیدا ہونے سے پہلے سیکڑوں اکابرِ اہل سنت نے تقویتِ الایمان کے رد و ابطال میں بی شمار کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ہندوستان کے صحیح الاعتقاد مسلمانوں نے وہابی مذہب کے خلاف اپنی نفرت و بیزاری کا بھرپور مظاہرہ کیا جب اس فتنہ کے علمبرداروں نے محسوس کیا کہ زمین تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ کتابوں اور مواعظ کے ذریعہ اب ہندوستان کے راسخ الاعتقاد مسلمانوں کو بدلنا ممکن نہیں ہے تو انھوں نے دیوبند میں ایک بہت بڑے مدرسہ کی بنیاد رکھی تاکہ دینی تعلیم کے نام پر مسلمانوں کی نئی نسل کو متاثر کیا جائے اور انھیں شرک و بدعت کی تعلیم دیکر ہر گاؤں ہر قبیلہ اور ہر خاندان میں وہابیت کا مبلغ پیدا کر دیا جائے اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا یہ حربہ بہت کارگر ثابت ہوا۔ ہندوستان کے ہزاروں خاندان جو پیدائشی طور پر سنی صحیح العقیدہ تھے۔

گھر میں پیدا ہونے والے دیوبندی مولوی کے ذریعہ خراب ہو گئے۔ سارا ملک اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ دیوبند میں ایک بہت بڑا مدرسہ ہے جہاں علمائے دین پیدا کئے جاتے ہیں۔ لیکن مدرسہ کس عقیدے کے لوگ چلا رہے ہیں، مذہب اہل سنت کے خلاف ان کا ناپاک منصوبہ کیا ہے، تعلیم کے نام پر وہ سنی مسلمانوں کے بچوں کے ذہن میں کس طرح کا زہر گھول رہے ہیں ان ساری تفصیلات سے ہندوستان کے اکثر مسلمان بالکل بے خبر تھے۔

ہندوستان کی مذہبی تاریخ کا یہی وہ خطرناک موڑ ہے۔ جہاں اعلیٰ حضرت ہمیں ایک پرسوز چارہ گرا ایک درد مند مصلح ایک غمگین ریسھا ایک بے باک رہنما اور ایک فرض شناس محافظ دین و ملت کے روپ میں نظر آتے ہیں۔ اہل سنت پر ان کا یہ احسان ہم کبھی نہیں بھول سکیں گے کہ انھوں نے قلم کی تلوار اٹھا کر مذہب اہل سنت کے خلاف ایک منصوبہ بند سازش کو ناکام بنا دیا۔ ناموس رسول کے تحفظ کے لئے اعلیٰ حضرت نے جس جوصلہ مندی کے ساتھ اپنی پوری زندگی کو داؤں پہ لگا دیا یہ انہی کا حصہ تھا۔ خدا نخواستہ انھوں نے فتنہ و ہابیت والحاد کے سیلاب پر بند نہ باندھا ہوتا تو آج اہل سنت کا شیرازہ بالکل بکھر گیا ہوتا۔

تاریخ شاید ہے کہ وقت کا بڑے سے بڑا فتنہ، چاہے اپنے چہرے پر کتنا ہی خوبصورت نقاب ڈال کر سامنے آیا ہو اعلیٰ حضرت کے قلم کی ضرب سے پاش پاش ہو کے رہ گیا۔ باطل کی آمیزش سے اسلام کو پاک کرنے کے لئے انھیں جو ٹھکی لڑائی لڑنی پڑی۔ فتنہ چاہے اندر کا ہو یا باہر کا ان کے قلم کی تلوار یکساں طور پر سب کے خلاف نبرد آزما رہی۔ عملِ تطہیر کی اس مہم کے پیچھے نہ کسی حکومت کی سرپرستی تھی نہ کسی دولت مند کی منت پذیری۔ ایک بے قرار خدا کی طرح وسائل و اسباب کی پروا کئے بغیر امت کی کشتی کو طوفان کی زد سے بچانے کے لئے وہ تنہا، پھری ہوئی موجوں سے لڑتے رہے۔ ان کے پاس دو عظیم طاقتیں تھیں جن کے بل پر انھوں نے ہر مہم کو سر کیا۔ پہلی طاقت عشق و یقین کی تھی جس نے انھیں دنیا کی ہر مادی قوت سے بے نیاز کر دیا تھا۔ خدائے قادر و قیوم کی غیبی تائید و کار سازی اور رسولِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی چارہ گری پر انھیں اتنا اثر تھا کہ کسی اور کی طرف دیکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا۔ ان کے عشق و یقین کے واردات کا اگر آپ جائزہ لیں

کے رنگارنگ پھولوں کا ایک جمن سجا ہوا ملے گا۔

اور دوسری طاقت علم و فقہانیت کے رسوخ، معلومات کے نتیجہ، فکر و نظر کی گہرائی، خدا و اوقات حافظہ و ادراک کی عجوبہ کاریوں، اور قدسی روحانیت کی توانائیوں کی تھی۔ جن کے جلوے ان کی تصنیفات کے ہزاروں صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں۔

انہی خدا داد نعمتوں، دولتوں اور قوتوں کی برکت سے وہ ہمیشہ اہل دول اور ارباب حکومت سے گریزاں رہے۔ کسی کے ایوان تک جانا تو بڑی بات ہے، انہوں نے تو اپنی مجلس میں بھی باریاب ہونے کی اس طبقے کو کبھی اجازت نہیں دی۔ والی رامپور جو بڑوں بڑوں کے مدد و مددگار رہ چکے ہیں، انہوں نے ہزار منت و سماجت کی کہ حضور والا میری دعوت کو پذیرائی کا شرف نہیں بخش سکتے تو مجھی کو باریاب ہو نیکی اجازت مرحمت فرمائیے۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے اس کا بھی موقعہ انہیں نہیں دیا۔

ایک بار نانپارہ ضلع بہرا پور کے ایک صاحب جو اعلیٰ حضرت کے مخلص ترین دوستوں میں تھے، بریلی تشریف لائے اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں معروضہ پیش کیا کہ راہ صاحب نانپارہ کی منقبت میں ایک قصیدہ لکھ دیجئے تاکہ میں اپنی طرف سے ان کی خدمت میں پیش کروں اور انعام و اکرام کی صورت میں کچھ میرے گزربسر کا سامان ہو جائے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی درخواست کے جواب میں بجائے منقبت کے فی البدیہہ ایک نعت شریف کا اظہار کرایا۔ یہ وہی مشہور زمانہ نعت شریف ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص چہاں نہیں ۔۔۔

یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

اس نعت شریف کے مطلع میں اعلیٰ حضرت نے جس خوبصورتی کے ساتھ انکی درخواست پر طنز فرمایا ہے یہ انہی کا حصہ ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

کروں مدد اہل دول رفا پڑے اس بلا میں میری بلا ۔۔۔

میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

وہاں یہ صنعت شعری ملاحظہ فرمائیے کہ نان پارہ کو الٹ کر "پارہ ناں" کے لفظ

سے کتنا ایمان افروز اور خوبصورت مفہوم پیدا کر دیا۔

مسک کا اختلاف اپنی جگہ پر ہے۔ لیکن زندہ جاوید حقیقتوں کا بھی اپنا ایک مقام ہے اسے کیوں کر جھٹلایا جاسکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت جیسا سرشار عاشق رسول جو اپنے محبوب کی خوشنودی کے لئے اہل باطل سے ہمیشہ نبرد آزما رہا اور جس کے مشرب میں کسی دشمن اسلام سے مسکرا کر بات کرنا بھی ناموس عقیدت کی پیشانی کا ایک بدنامہ دافع تھا، اس کے بارے میں دیوبند کے ملت فروش یہ افسر کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے کہ وہ انگریزی حکومت کے اربنٹ تھے۔

اپنے چہرے کا غبار اعلیٰ حضرت کے دامن پر ڈالنے والوں کو میں نے بار بار چیلنج کیا ہے کہ تم اگر اپنے دعوے میں سچے ہو تو دوستوں کی نہیں، دشمنوں ہی کی مرتب کردہ تاریخوں میں کہیں یہ دکھلا دو کہ انگریزی حکومت کے کسی معتمد نے اعلیٰ حضرت کی دعوت کی ہو، یا انگریزی حکومت کی طرف سے اعلیٰ حضرت کو کوئی وظیفہ ملتا ہو یا کبھی کوئی ان کی مالی امداد کی گئی ہو، یا انگریزی حکومت کے عمائدین کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی کہیں ملاقات ہوئی ہو، یا اعلیٰ حضرت اپنی زندگی میں ایک بار بھی کسی انگریز کی کوٹھی پر بغرض ملاقات تشریف لے گئے ہوں یا خود اعلیٰ حضرت کے دولت کدے پر انگریزی حکومت کا کوئی نمائندہ ملاقات کے لئے حاضر ہوا ہو۔ یہ سب کچھ ممکن نہ ہو تو کم از کم اتنا ہی کہیں دکھلا دو کہ اعلیٰ حضرت نے نظم یا نثر میں انگریزی حکومت کی نصیحت خوانی کی ہو۔ برخلاف اس کے دیوبندی اور قادیانی لڑیہ پچاس طرح کے واقعات، تقریرات سے بھرے پٹے ہیں جن سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ انگریزی حکومت کے ساتھ دیوبند اور قادیان کے کتنے گہرے اور نیازندانہ تعلقات تھے۔

ثبوت کے لئے دیکھئے زلزلہ، زیر و زبر، خون کے آنسو، منکرین رسالت کے گروہ اور اہیان و بایہ وغیرہ۔

کئی سال ہوئے راجستھان میں ”بولیا“ نامی ایک مقام پر اہل سنت کا دیوبندیوں کے

marfat.com

Marfat.com

ساتھ ایک مناظرہ ہوا تھا اس مناظرہ کی خصوصیت یہ تھی کہ اس دور کے اکابر اہل سنت میں سے حضرت مجاہد ملت مولینا محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ، سلطان المناظرین حضرت مولینا رفاقت حسین صاحب قبلہ، اتا ذوالعلماء حضرت مولینا حافظ عبدالعزیز صاحب قبلہ، محسن ملت حضرت مولینا حامد علی صاحب فاروقی رائے پوری، خلیف مشرق حضرت مولینا مشتاق احمد نظامی، مجاہد دوراں حضرت مولینا سید مظفر حسین صاحب کچھوچھوی اور بانی مناظرہ حضرت مولینا اسرار الحق صاحب شاہجہان پوری ایسیج پر موجود تھے۔ مناظرہ کی حیثیت سے مذہب اہل سنت کی وکالت کے ذرائع میں خود انجام دے رہا تھا۔

بحث کے دوران دیوبندی مناظر نے اعلیٰ حضرت کے خلاف اسی طرح کا الزام عائد کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے اپنی کتاب اعلام الاعلام بان الہند دارالاسلام میں برطانوی دور حکومت کے ہندوستان کو دارالاسلام لکھا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ انگریزی حکومت کو اسلامی حکومت اور انگریز کو ظل اللہ فی الارض سمجھتے تھے۔ انھوں نے یہ کتاب لکھ کر انگریزوں کا حق نمک ادا کیا ہے۔

میں نے الزامی جواب دیتے ہوئے کہا کہ برطانوی دور حکومت کا ہندوستان تو آپ حضرات کی نظر میں دارالحرب ہے لیکن یہ بتائیے کہ آج کے کانگریسی دور حکومت کے ہندوستان کو آپ لوگ کیا سمجھتے ہیں؟ دارالاسلام یا دارالحرب؟

جواب دیتے وقت یہ بھی ذہن میں ملحوظ رہے کہ نظام حکومت اب بھی وہی غیر اسلامی ہے۔ صرف نظام چلانے والے ہاتھ بدل گئے ہیں تو یقین جانئے کہ ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ دارالاسلام کہہ نہیں سکتے تھے کہ مسلمانوں سے شرم آرہی تھی اور دارالحرب کہتے ہوئے ڈپٹی کمشنر اور ایس پی صاحب کا خطرہ تھا جو سامنے ہی بیٹھے ہوئے تھے اسی کشمکش میں وہ کوئی جواب نہیں دے سکے اور ہمارا سوال آج تک ان کے ذمہ قرض رہ گیا۔

لیکن میں نے جھوٹے کو آخری منزل تک پہنچانے کا تہیہ کر لیا تھا اس لئے میں نے اپنی گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔

نتیجہ ہے آپ حضرات کی شرمناک جسارت پر کہ نہ گھر کی خبر ہے نہ باہر کی۔ یہ کتابوں

سے شناسائی اور نہ فقہی مسائل و احکام سے کوئی سروکار اندھیرے میں بیٹھ کر تیار چلاتے ہیں یہ بھی نہیں دیکھتے کہ نشانے پر کون ہے۔

میں نے لکھارتے ہوئے انہیں کہا کہ دیکھئے مولانا عبدالحی صاحب فرنگی مہلی کی مجموعۃ الفتاویٰ جلد سوم ہے اس کے صفحہ ۹۵ پر موصوف ایک سوال کے جواب میں تو فرماتے ہیں۔

سوال۔ سود گر فتن از ہند جائز است یا نہ ہندو سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟
جواب۔ نہ! زیراچہ در دارالاسلام سود نہیں! کیوں کہ دارالاسلام میں سود کا لین دین وادون و گر فتن حرام است۔ | حرام ہے۔

اس جسارت سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے میں نے دیوبندی مناظر کو لکھارا کہ مولانا عبدالحی صاحب فرنگی مہلی آپ حضرات کے معتمد خاص میں ہیں۔ ان کے علم و تحقیق برطانوی دور حکومت کا ہندوستان دارالاسلام نہ ہوتا کہ تو وہ ہندوستان میں سود کے عدم جواز کا فتویٰ ہرگز نہیں دیتے۔

کیا ان کے بارے میں بھی آپ یہ افتراء کریں گے کہ وہ بھی انگریزی حکومت کے ایجنڈے تھے اور وہ بھی انگریزوں کو ظل اللہ فی الارض سمجھتے تھے؟
اس کے بعد گرجتے ہوئے میں نے کہا کہ یہ تو باہر کی بات تھی اب آئیے اپنے گھر کا جائزہ لیجئے۔

یہ دیکھئے فتاویٰ رشیدیہ کی پہلی جلد اس کے صفحہ پر ایک سوال کے جواب میں ”بندہ رشید احمد“ تحریر فرماتے ہیں۔

سوال۔ ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ مدلل ارقام فرمائیں۔
جواب۔ دارالحرب ہونا ہندوستان کا مختلف عللے حال میں ہے۔ اکثر دارالاسلام کہتے ہیں اور بعض دارالحرب۔ بندہ اس میں فیصلہ نہیں کرتا۔

واضح رہے کہ سوال کرنے والے نے برطانوی دور حکومت ہی کے ہندوستان کے بارے میں سوال کیا تھا اور ”بندہ“ نے اسی دور کے ہندوستان کے بارے میں جواب دیا تھا

اکثر علماء سے دارالاسلام کہتے ہیں۔

پھر میں نے دیوبندی مناظر اور اسٹیج پر بیٹھے ہوئے ان کے سارے ہمنواؤں کو لکارتے ہوئے کہا کہ ان اکثر علمائے کرام کے بارے میں آپ حضرات کیا فرماتے ہیں۔ کیا وہ بھی انگریزی حکومت کے ایجنٹ تھے اور کیا وہ بھی انگریزوں کو ظل اللہ فی الارض سمجھتے تھے؟ میرا وقت چونکہ ختم ہو رہا تھا اس لئے یہ کہتے ہوئے میں نے اپنی بات پوری کر دی کہ آپ حضرات نے اعلیٰ حضرت کی کتاب اعلام الاعلام کا صرف نام ہی سنا ہے۔ پڑھا نہیں ہے۔ نہ آپ حضرات کے بھی علم کا افلاس دور ہو جاتا اور ”بندہ“ کی تہی دامن بھی ختم ہو جاتی۔ رہندوستان دارالاسلام ہے اس کے ثبوت میں اعلیٰ حضرت نے فقہ حنفی کی کتابوں سے نقل کے جو انبار جمع کئے ہیں اس کا بھی مشاہدہ ہو جاتا اور ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینے پر اعلیٰ حضرت کو جن لوگوں نے انگریزی حکومت کا ایجنٹ کہا ہے ہمیشہ کے لئے ان کے جھوٹ کا پردہ بھی فاش ہو جاتا۔ لیکن اس بد قسمتی کو دیکھنے کی آپ حضرات کو توفیق ہی نہیں ملی۔

مقدمہ کی آخری سطریں لکھتے ہوئے میں اپنی اس حسرت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں چاہتا تھا کہ سعودی عرب سے شائع ہونے والی ”البریلویہ“ نامی کتاب ”سوانح اعلیٰ حضرت“ کے جو گمراہ کن حوالے دیئے گئے ہیں ان کا بھی پردہ فاش کر دوں مگر افسوس کہ ”البریلویہ“ نام کی وہ کتاب اس وقت میرے پاس موجود نہیں ہے۔

دلی میں چھو کر چلا آیا ہوں۔

ویسے اپنے قارئین کرام کو یقین دلاتا ہوں کہ جب بھی مجھے موقع ملے گا میں اس متن سے سبکدوش ہونے کی ضرورت کو شش کر دوں گا۔

آخر تو لائیں گے کوئی آفت فغاں سے ہم
محبت تمام کرتے ہیں آج آسماں سے ہم
ارشاد القادری

ہستم مدرسہ فیض العلوم جمشید پور ۲۲ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

marfat.com

Marfat.com

چائزے

مفکر اسلام حضرت مولینا محمد نور الدین صاحب نظامی حبیبی
پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور۔ یو۔ پی

ایسی آفاقی شخصیت جو عالم نہیں بلکہ سراپا علم ہو، پاکیزگی نفس کا اعلیٰ ترین نمونہ ہو،
جو نظریات و افکار کے اعتبار سے شریعت اسلامیہ کا آئینہ دار ہو اور جس کے تحقیقی کارنامے
متاخرین کے لئے سرمایہ حیات ہوں تو اس کی بارگاہ میں نذر عقیدت پیش کرتے ہوئے شاعر
یہ کہتا ہے کہ ”سمندر ملا بمحکو قطرہ کے دل میں“

لیکن مجدد اعظم سیدنا علیہ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی حضرت مولانا
الحاج شاہ احمد رضا خاں صاحب رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ دانشوران قوم و ملت کے لئے ایک
ایسے عزیزِ خار کی حیثیت رکھتے ہیں کہ ان کے فضل و کمال کے فیض سے کروڑوں سمندر
بہرہ ور ہوئے۔ اور ہوتے رہیں گے۔

”اعلیٰ حضرت“ پر ہند و پاک میں جستہ جستہ کام کرنے والوں کی ایک
طویل فہرست ہمارے سامنے ہے اور ان تمام نگارشات میں احتیاط کا لحاظ رکھتے
ہوئے اعداد و شواہد کو محور بنایا گیا ہے لیکن زیرِ نظر کتاب ”سوانح اعلیٰ حضرت“ میں
رئیس المتحققین حضرت علامہ بدر الدین احمد صاحب قلداری رضوی گورکھپوری نے شواہد
کے ساتھ ساتھ حقائق پر پڑے ہوئے بہت سے دبیز پردوں کو خاکستریہ ہے مثلاً

۱) اغیار بھولے بجائے عوام میں کنوینٹنگ کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت، علیٰ ارامت
کو کافر کہتے ہیں اور اس طریقہ کار سے عوام کے ذہن و فکر میں بدعقیدگی کے

جراثیم بھرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ علامہ گورکھپوری نے ”سوانح اعلیٰ حضرت“ میں فرضیت تکفیر کے نام سے ایک مستقل باب قائم کر کے باغیان رسول کو کافر کہنا فرض قرار دیا ہے بلکہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے مسلک کا تقاضا تو یہ ہے کہ ”لفظ“ کافر“ سے بھی بدتر اگر شرعی اصطلاحی لفظ ہوتا تو اسی لفظ کا استعمال اہلسنت کے لئے فرض قرار پاتا۔

اس باب میں فاضل محقق نے اسلامی معتقدات کی واضح ترجمانی فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ ”جیسے کسی مسلمان کو اقرار توحید و رسالت وغیرہ عقائد اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنا کفر ہے کیوں کہ اس نے اسلام کو کفر بنایا۔ اسی طرح کسی کافر کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے کیوں کہ اس نے کفر کو اسلام بنایا۔“

(۲) سیدنا اعلیٰ حضرت کے سلسلہ میں یہ کہنا کہ وہ فرنگ نواز تھے، ایک بے بنیاد سیاسی الزام ہے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت اپنے اوپر لگائے جانے والے اس الزام کو ملاحظہ فرماتے ہوئے ”لعنة الله على الكاذبين“ پڑھ لیتے ہیں لیکن رضوی چین کی آبیاری کرنے والے علامہ گورکھپوری ”سوانح اعلیٰ حضرت“ میں اعلیٰ حضرت کے بیدار کیرکڑ کو پیش کر کے معاندین اعلیٰ حضرت اور دشمنان اسلام کو حقائق کی روشنی میں دندان شکن جواب دیتے ہیں۔

(۳) اور پھر امام اہلسنت کی عام زندگی، اعلیٰ حضرت بحیثیت مفتی، اعلیٰ حضرت بحیثیت مفکر و سائنس دان، اعلیٰ حضرت کی مذہبی و سیاسی بصیرت، عرب و عجم کے علماء معاصرین میں اعلیٰ حضرت کا مقام امتیاز، اعلیٰ حضرت کی جرأت و بیباکی، روحانی عبقریت اور تفسیر، حدیث، عقائد و کلام، فرق باطلہ کی تردید، سیر و مناقب، تصوف، جفر، تحکیر اور علم فقہ میں امام اہلسنت کے قلمی شاہکار ”سوانح اعلیٰ حضرت“ میں اعلیٰ ترتیب کے ساتھ فاضل گورکھپوری نے پیش کر کے کتاب کی افادیت کو دوبالا کر دیا ہے۔

ایک عرصہ سے پوری دنیائے سنیت سیدنا اعلیٰ حضرت کو آئینہ تحقیق میں دیکھنے اور سمجھنے کے لئے مضطرب تھی۔ فدائے اہلسنت حضرت صوفی علامہ الدین صاحب رضوی بانی مدرسہ اہلسنت گلشن رضا، احمد نگر (ڈمرہ)، کارواشیل سٹی، دھندواڑے ”سوانح اعلیٰ حضرت“ مرقبہ حضرت علامہ بدرالدین احمد صاحب قادری

رضوی گورکھپوری کی اشاعت کا بارگراں برداشت کیا اور راقم الحروف کو بھی سوانح علیہ السلام کی کتابت اور طباعت کرنے کی سعادت ملی۔ محب مخلص جناب نسیم اختر صاحب رضوی لکچر ہائی اسکول بگنپور ہزاری جامع جناب ابوالکلام صاحب رضوی جنرل سکرٹری مدرسہ گلشن رضا بکار و اسٹیل سٹی اور مکر می جناب مولانا فیاض عالم صاحب اشرفی مدرس مدرسہ گورکھپوری پر خلوص جدوجہد قابل تحسین ہیں۔ رب کریم پوسیدہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و بطغیل اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان وفاداران اعلیٰ حضرت کے حوصلوں کو مزید بلند یوں سے ہمکنار فرمائے۔

محمد نور الدین نظامی حبیبی

پرنسپل:- مدرسہ عالیہ۔ رامپور۔ یوپی

مدیہ تبریک

قلم کے ذریعہ مسلک حق کی ترویج و اشاعت مذہبی، ملی، صحافتی، تہذیبی اور ثقافتی زندگی کی ضمانت ہے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلمی شاہکاروں نے مذہب اہلسنت کے فروغ، استحکام اور احیاء کے لئے راہیں ہموار فرمائیں جس کا احساس صرف مجھ جیسے غلام رضا کو ہی نہیں بلکہ یہ ایک عالمی احساس ہے۔

ضرورت تھی کہ سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے تابناک گوشوں سے عوام و خواص کو روشناس کرایا جائے یوں تو ملک میں اس موضوع پر صد ہا کتب و رسائل کی اشاعت ہو چکی ہے لیکن محدومی حضرت علامہ بدر الدین صاحب قبلہ قذوری رضوی گورکھپوری کی مرتب کردہ ”سوانح اعلیٰ حضرت“ اپنے دامن میں ایک خاص ندرت اور امتیاز رکھتی ہے۔ حضرت علامہ کا یہ تحقیقی کارنامہ مورخین اور شیعہ ائیان اسلام کے لئے متاع حیات سے کم نہیں۔

”سوانح اعلیٰ حضرت“ کی اشاعت ہمارے ”مدرسہ اہلسنت گلشن رضا“ کے منتظمین اور خصوصاً ہمدرد قوم و ملت میرے پدر روحانی جناب صوفی علامہ الدین صاحب قبلہ رضوی کے زیر اہتمام ہوئی۔ میں اس سلسلہ میں منتظر کمیٹی اور جناب صوفی صاحب کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوا دعا گو ہوں کہ رب کریم ادارہ کی اس مفید خدمت کو قبول عام سے سرفراز فرمائے آمین۔ تم آمین۔

شمیم اختر رضوی

لکچر شعبہ اردو و فارسی ہائی اسکول بکینور
ہزارہی بانج

قصہ سید تاریخی

نضر فرید ورس

۱۴۰۰ھ

درشان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

از حضرت مولانا حکیم ابوالبرکات محمد نعیم الدین مدنی قادری رضوی نوری
گورکھپوری نائب شیخ الحدیث دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اے امام اہلسنت تاجدار علم و فن
خوب کی تجدید ملت تم نے اے سر و چین
نائب شاہ دُعا ہو جا نشین اولیاء
روقی بزم طریقت واقف بسر و علن
یادگار بو حنیفہ غوث اعظم کے شبیر
نازش مردان حق ہوزینت باغ و چین

عہد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ عہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

marfat.com

Marfat.com

تیرے علم و فن کا ہے وہ دیدہ، جاہ و شکوہ
 جھک گئے سب تیرے آگے فیلسوفانِ زمیں
 تم نے ہی البرٹ جیسے نامور کو دی شکست
 جس کا شاہد ہے ابھی وہ فیروزِ چرخِ کہن :-
 رسمِ بسم اللہ میں تھا کس قدر اونچا سوال :-
 جو حیرت انگیز تھی واہ یہ نوری ذہن :-
 حلقہ بیعت میں آتے ہی ہوئے شیخِ اجل
 یعنی اول ہی سے تم ہو پاک طینت پاک تن
 مست دل مجذوب حق بھی رہتے تم سے باادب
 اہل باطن کی نگاہوں میں ہوا ایسے باورزن :-
 نقشبندی، قادری، چشتی سہروردی کے تم
 ہو امیر کارواں مقبولِ دے ذوالسنن
 دین حق کی خدمت و اُجائے سنت کے سبب
 اعلیٰ حضرت آپ کو کہتے ہیں سب اہل سنن :-
 کیوں نہ ہو چہ چاہتا ہار باعثِ کیف و سرور
 محسن ایمان و دیں ہو صاحبِ خلُقِ حسن :-
 عظمت شان نبی کا تم نے وہ خطبہ دیا :-
 جان و تن میں فوراً بڑھ گئی دل کی لگن :-
 بد نہادوں بد عقیدوں سے ہمیں نفرت ہوئی
 اے جزاک اللہ عنّا آپ کے ہیں یہ منن :-

۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ان امور کی تفصیل زیرِ نظر کتاب میں ملاحظہ ہو ۔
 ۵۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

دین کش اُن پلٹنوں کو تم نے بے پردہ کیا
 سرزمین نجد سے جو بن کے آئی تھیں دہن
 شاطرانِ دین تم سے کانپتے تھے بالیقین
 نامِ حق سننے ہی ان کے ہوش ہو جاتے ہرن
 تم سے تھرتھارے باطل پرستوں کا غرور :-
 جس کا شاہد ہے زمانہ اور خود تھا نہ بھون
 تھا ترسیفِ قلم اعداء کے حق میں خوں فشاں
 رزم گاہِ حق و باطل میں رہا توصفِ شکن
 کر دیا باطل کو تم نے سرنگوں پیوندِ خاک
 دشمن دیں کو کہاں ہے اب مجالِ دم زدن
 تھارہا کا لفظ ہے سب مامعنی کی اک خبر
 بالیقین اب بھی وہی ہو شیرِ حق باطل شکن :-
 چشمِ ظاہر سے تمہاری دید ہو سکتی نہیں :-
 ورنہ پائے ناز پہ رکھتے بھی اپنا دہن :-
 فرش سے ماتم اٹھا جب تم چلے سوئے جناں
 عرش پہ دھو میں بھیں لو آگیا فرزندِ من :-
 آپ کی رحلت کو اک عرصہ ہوا لیکن حضور :-
 ہو وہی خورشیدِ تاباں جس کی پھیلی ہے کرن
 گلشنِ اسلام کے گلہائے خواباں میں شہاں
 سرخ گل ہو یا کہ زرخس، نسترِن ہو یا سمن :-
 دیکھے ہیں چشمِ فلک نے کیسے کیسے وہ جیس :-
 ان عینوں میں ہو تم بھی روح پرورِ صنوبر

عشق محبوب خدا کی تم کو وہ خوشبو ملی :-
 جس کے بوئے مست سے ہے منفعل شک ختن
 مصطفیٰ پیارے کے دے تم کو وہ شوکت ملی
 جس پہ ہوتا ہے پنجا ورتاج شاہی کا پھین
 بارگاہ نور سے تم کو وہ تابانی ملی :-
 جس کے آگے ہے خجل در عدن لعل یمن
 ملت بیضار پہ آیا ہے بلاؤں کا ہجوم :-
 ہر طرف اک شور و شر ہے آگیا دور فتن :-
 پاسبان دین و ملت بے حسی کے ہیں شکار
 بحرِ غم میں ہے سفینہ اور دریا موج زن :-
 امت خیرالوری ہے بے قرار و اشک بار
 اب ذرا پردہ اٹھاؤ کھول دو بند کفن :-
 پھر وہی تیرا قدم ہو تیری محفل کی بہار :-
 رنگ لائے گلستاں کا فورہور بج و محن :-
 بارگاہ ناز میں حسن عقیدت سے حضور :-
 پیش کرتے ہیں سلامی ہم بھی اہل سنن :-
 اے سراپا خیر و برکت رہبر حق زندہ باد :-
 پیکر رشد و ہدایت خوبرو شیریں دہن :-
 نغمہ سنجی زمزمہ خوانی مرا مقصد نہیں :-
 ہے مجھے محبوب یوں ہی آپ کا ذکرِ حسن

عہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

marfat.com

Marfat.com

آپ کے اوصاف تک کس کی رسائی ہو بھلا
ہو نبیؐ کے معجزہ بس ختم ہے اس پہ سخن

عرض کرتا ہے نعیم قادری با صد ادب!

ہم پہ برساؤ شہا! اب خاص نعمت کی بھرن

تحفہ سلام

بر امام اہل سنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(از جناب کیفی صاحب ساکن بکسر ضلع شاہ آباد (آرہ) بہارہ)

سلام اس پر کہ جس نے خدمت تجدید ملت کی
 سلام اس پر کہ جس نے راہ دکھلائی شریعت کی
 سلام اس پر کہ جس نے عزت شان نبوت کی
 سلام اس پر کہ جس نے رمز قرآنی کو بتلایا
 سلام اس پر کہ جس نے محل کئے عقد مسائل کے
 سلام اس پر کہ جس نے رد کئے باطل عقائد کو
 سلام اس ذات پر جو واقف بر حقیقت تھی
 سلام اس ذات پر جو برہم آرائے شریعت تھی
 سلام اس ذات پر جو صاحب عشق نبوت تھی
 سلام اس ذات پر جو چشمہ نہبان عقیدت تھی
 سلام اس پر کہ جس نے خدمت ایچائے سنت کی
 سلام اس پر کہ جس نے راہ بتلائی طریقت کی
 سلام اس پر کہ جس نے حرمت جان رسالت کی
 سلام اس پر کہ جس نے معنی مستور سمجھایا
 سلام اس پر طریقے جس نے بتلائے دلائل کے
 سلام اس پر کہ کچلا جس نے ان حشو و زوائد کو
 سلام اس ذات پر جو ہادی راہ طریقت تھی
 سلام اس ذات پر جو پاسبان دین فطرت تھی
 سلام اس ذات پر جو شارح حسن و محبت تھی
 سلام اس ذات پر جو صاحب حسن بصیرت تھی

سلام اس پر کہ جس کے رو بروم یہ زمانہ ہے

اور اس کیفی کو بھی جس سے عقیدہ الہانہ ہے

تاثیر گرامی

شاہزادہ اعلیٰ حضرت پیشوائے اہلسنت حضرت مولانا الحاج مصطفیٰ رضا خان
 قادری نوری مفتی اعظم ہند و پاک علیہ السلام حمة والراضوان
 سواغ اعلیٰ حضرت جب پہلی بار ربیع الاول شریف ۱۳۸۳ھ مطابق ستمبر ۱۹۶۳ء میں
 طبع ہوئی تو میں نے اس کے دو نسخے حضرت مولانا قاضی عبدالرحیم صاحب بستوی مدظلہ العالی
 مقیم آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف کی خدمت میں ذریعہ ڈاک ارسال کئے کہ ایک
 نسخہ خود آپ قبول فرمائیں اور دوسرا نسخہ حضور مفتی اعظم ہند قبلہ کی خدمت میں میری جانب
 سے پیش کر دیں۔ مولانا موصوف نے پیکیٹ وصول کر کے کتاب کا ایک نسخہ حضور کی خدمت
 میں پہنچایا اور ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۸۳ھ ہجری کو انھوں نے مولیابی سے مطلع کرتے
 ہوئے میرے نام ایک مکتوب بھیجا جس کے ایک گوشے پر حضور مفتی اعظم ہند قبلہ نے خود
 دست پاک سے یہ حوصلہ افزا کلمات تحریر فرمائے وَجْهًا هَذَا
 وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَتُهُ وَبَرَكَاتُهُ ثُمَّ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ
 وَبَرَكَاتُهُ مَا شَاءَ الْمَوْلَى سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى جَعْلُهُ یہ سواغ بہت پسند
 آئی مولیٰ کریم آپ کی یہ خدمت دینی قبول فرمائے اور مزید توفیق بیش اللہ پیش دے۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

ضروری اعلان

ہر خاص و عام کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ سوانح اعلیٰ حضرت کے
قدیم نسخہ کی طباعت و اشاعت ممنوع ہے۔

زیر نظر جدید سوانح اعلیٰ حضرت کو جو شخص طبع کرانا چاہے

وہ مصنف سے اجازت حاصل کر لے۔

المعلن

بدالدین احمد قادی رضوی

مدرسہ غوثیہ پڑھیا پوسٹ کھنڈ سری

ضلع بستی

۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ مطابق ۶ فروری ۱۹۸۴ء

دوشنبہ مبارکہ



انتساب

نہایت خلوص و صد ہزار عقیدت کے ساتھ ہم اپنی اس ترتیب
کو شاہزادہ اعلیٰ حضرت سراپا برکت پیشوائے اہلسنت حضرت
مولانا الحاج مصطفیٰ رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی
اسم گرامی سے منسوب کرتے ہیں۔

بدرالدین احمد قادری گورکھپوری

خادم مدرسہ غوثیہ۔ بڑھیا، کھنڈ سری

ضلع بستی (یو۔ پی)

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	پیش لفظ	۶
۲	مقدمہ	۴۱
۳	ہندوستان میں انگریزوں کا پہلا قدم	۴۴
۴	نام نہاد امیر المومنین	۴۷
۵	انگریز کا وفادار سپاہی	۴۹
۶	بانی نیچریت	۵۷
۷	سر سید کی اندھی تقلید کا نتیجہ	۶۲
۸	شاعر نیچریت	۶۴
۹	بناوٹی پیغمبر	۶۵
۱۰	ناشر و ہریت	۶۷
۱۱	پرستاران نیچریت اور انگریز	۷۲
۱۲	انگریزوں کے جان نثار علماء	۷۵
۱۳	برٹش گورنمنٹ کا سالانہ وظیفہ	۸۲
۱۴	مجدد اعظم کی آمد	۸۹
۱۵	اعلیٰ حضرت کا نسب نامہ	۹۳
۱۶	اعلیٰ حضرت کی ولادت باسعادت	۹۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۷	بسم اللہ خوانی	۹۶
۱۸	اعلیٰ حضرت کی تصانیف	۱۰۱
۱۹	اعلیٰ حضرت کے وہبی علوم	۱۰۲
۲۰	ڈاکٹر سر ضیاء الدین بارگاہ رضوی میں	۱۰۳
۲۱	امریکی پروفیسر البرٹ کی ہولناک میشن گوئی	۱۰۶
۲۲	وائس چانسلر علی گڑھ کا سفر جرمنی منسوخ	۱۱۱
۲۳	بچپن کے حالات	۱۱۶
۲۴	زندگی مبارک کے عام حالات	۱۱۸
۲۵	سستی اور وہابی کی پہچان	۱۲۰
۲۶	مولانا نور فرنگی محلی اور علی بخش وزیر	۱۲۶
۲۷	حضرت شاہ ولی اللہ اور بادشاہ دہلی	۱۲۸
۲۸	مجدد کی شائستگی اور مجددین کی فہرست	۱۳۶
۲۹	چودھویں صدی کا جلیل القدر مجدد	۱۳۹
۳۰	مجدد اعظم رزم گاہ حق و باطل میں	۱۴۱
۳۱	وہابیت کا ہولناک فتنہ عظیم	۱۵۷
۳۲	شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی و علامہ خیر آبادی	۱۶۴
۳۳	مولانا منور الدین دہلوی	۱۶۸
۳۴	مولانا شاہ فضل رسول بدایونی	۱۷۱
۳۵	مولانا شاہ احمد سعید مجددی	۱۷۷
۳۶	بصیرت افزو ضروری تنبیہ	۱۸۰
۳۷	ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین	۱۸۷
۳۸	مولانا عبد الرحمن فاروقی سلمی (آسام)	۱۹۶
۳۹	فتنہ وہابیت کی بیخ کنی پر کوشش بلغ کی وجہ	۲۰۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۰	فرضیت تکفیر کا مسئلہ	۲۱۹
۴۱	دیوبندیت کے بانی اول کا عقیدہ ختم نبوت سے انکار ..	۲۲۵
۴۲	دیوبندیت کے بانی دوم اور وقوع کذب کا عقیدہ باطل ..	۲۳۱
۴۳	مولوی رشید احمد مولوی خلیل احمد کی بارگاہ رسالت کے خلاف شدید ترین گستاخی	۲۳۳
۴۴	بلغ وہابیت مولوی اشرف علی تھانوی کی بارگاہ نبوت میں سخت ترین گالی	۲۳۴
۴۵	حسام الحرمین	۲۳۶
۴۶	اسمائے گرامی علمائے مکہ معظمہ	۲۳۷
۴۷	اسمائے گرامی علمائے مدینہ طیبہ	۲۳۸
۴۸	الصوارم الہندیہ اور دو سو اڑسٹھ علمائے اسلام	۲۳۹
۴۹	نمائندہ وہابیہ کا فیصلہ کن بیان	۲۴۱
۵۰	فیض آباد دہلوی کا تاریخی مقدمہ	۲۴۲
۵۱	مجموعہ ٹیٹ کا فیصلہ	۲۴۶
۵۲	سشن جج کا فیصلہ	۲۴۸
۵۳	مجموعہ ٹیٹ اور جج کے فیصلوں کا اصل انگریزی متن ..	۲۵۱
۵۴	مکفر المرتدین	۲۸۴
۵۵	پھر مکفر المسلمین کون ہے	۲۹۰
۵۶	دوسرا مکفر المسلمین	۲۹۴
۵۷	تیسرا مکفر المسلمین	۲۹۶
۵۸	چوتھا مکفر المسلمین	۲۹۷
۵۹	حرمین مقدس میں دوبارہ طاعنہ	۲۹۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۰	فاضل جلیل مولانا سید اسماعیل مکی علیہ الرحمہ	۲۹۹
۶۱	مولانا شاہ سلامت الشہرام پوری علیہ الرحمہ	۳۰۱
۶۲	دولت مکیہ	۳۰۳
۶۳	شاہ حجاز کا دربار پر وقار	۳۰۴
۶۴	خطرناک منصوبہ	۳۰۸
۶۵	گورنر مکہ مکرمہ	۳۰۹
۶۶	رئیس العلماء کی خدمت میں رشوت کی پیش کش	۳۱۰
۶۷	مولانا عبد اللہ بن صدیق مفتی حنفیہ	۳۱۲
۶۸	حسام الحرمین پر علماء کی تقریظات	۳۱۴
۶۹	علمائے جعفر بارگاہ رضویہ میں	۳۱۴
۷۰	سرکار اعظم مدینہ طیبہ کو روانگی	۳۱۹
۷۱	ایک مخالف مدینہ طیبہ کے جیل خانہ میں	۳۲۰
۷۲	عالم بیداری میں زیارت کی دولت گہری	۳۲۱
۷۳	اعلیٰ حضرت علمائے مدینہ کے جہڑٹ میں	۳۲۳
۷۴	ہندوستان کو واپسی	۳۲۴
۷۵	زمانہ قریب کے علمائے مکہ	۳۲۷
۷۶	قاضی القضاۃ مولانا سید محمد علوی	۳۲۸
۷۷	علامہ شیخ محمد الجزا ئری	۳۳۰
۷۸	مولانا عبد الرحمن درویش	۳۳۲
۷۹	کلام مذہب	۳۳۳
۸۰	شاہیر خلفاء	۳۳۴
۸۱	قطب الوقت مظہر غوث شاہ مظہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۳۳۷

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۳۳۰	ملفوظات شریف	۸۲
۳۳۱	مجاہدہ	۸۳
۳۳۲	عزت نشینی	۸۴
۳۳۴	بیعت	۸۵
۳۳۵	فنائی ایخ کا مرتبہ	۸۶
۳۳۶	سیر الی اللہ و سیر فی اللہ	۸۷
۳۳۶	رجال الغیب	۸۸
۳۳۷	مجزوب	۸۹
۳۳۸	غوث و افراد کا بیان	۹۰
۳۵۲	دست غیب و کیمیا	۹۱
۳۵۳	ظہور امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۹۲
۳۵۴	جٹا دھاری فقیر	۹۳
۳۵۶	روح و جسم کی عام فہم تمثیل	۹۴
۳۵۷	شہنشاہ اقلیم سخن	۹۵
۳۶۱	امتیازی خصوصیات	۹۶
۳۶۳	عدالتی بخشش سے چند نعمتوں کا انتخاب	۹۷
۳۷۲	کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	۹۸
۳۸۲	شاہ رفیع الدین دہلوی علیہ الرحمہ کا ترجمہ	۹۹
۳۸۳	مسافر عالم بالا کی پیشین گوئی	۱۰۰
۳۸۵	پند و نصیحت کی آخری مجلس	۱۰۱
۳۸۷	دست حق پرست کی آخری تحریر	۱۰۲
۳۸۸	شہید محبت کی دنیا سے روانگی کا ایمان افروز منظر	۱۰۳

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۳۹۱	اعلیٰ حضرت بارگاہ رسالت میں۔۔۔۔۔	۱۰۴
۳۹۴	مزار پیر انوار۔۔۔۔۔	۱۰۵
۳۹۴	نادر روزگار تصانیف و تاشی	۱۰۶
۳۹۵	تفسیر حدیث	۱۰۷
۳۹۶	عقائد و کلام	۱۰۸
۳۹۷	فقہ تجوید	۱۰۹
	تصوف، اذکار، اوقاف، تعبیر	۱۱۰
۳۹۹	تاریخ، سیر، مناقب	۱۱۱
	ادب، نحو، لغت، عروض	۱۱۲
۴۰۰	علم زیجات	۱۱۳
۴۰۰	علم جفر و تکبیر	۱۱۴
۴۰۰	جبر و مقابلہ	۱۱۵
۴۰۰	علم مثلث، ارثماطیقی، لوگارتم	۱۱۶
۴۰۱	توقیت، نجوم، حساب	۱۱۷
۴۰۱	ہیئت، ہندسہ، ریاضی	۱۱۸
۴۰۲	فلسفہ منطق	۱۱۹
۴۰۴	شجرہ علیہ حضرات عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ	۱۲۰
۴۰۵	سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے مشائخ عظام کی تاریخیں	۱۲۱
	وصال اور ان کے مزارات مقدسہ	

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العلمين الذي جعل نبينا عالما بغيبات الاولين
والآخريين واكمل الصلوة وافضل السلام على سيد الانبياء والمرسلين
وعلى اهل البكرمين واصحاب المعظمين وازواجهم امهات المؤمنين
وعلى علماء شريعته واولياء طريقته وشهداء محبته لاسيما
الامام الاعظم ابى حنيفة قدوة المجتهدين والغوث الاعظم السيد
عبد القادر محي الملّة والدين والمجدد الاعظم اعلیٰ حضرت احمد رضا
شاخ الاسلام والمسلمين

مقدمہ



دنپائے سنیت کا وہ عظیم المرتبت تاجدار جس نے اجر طے ہوئے گلستاں
کو نئی زندگی دی جس نے اپنی شبیریں بیانی سے پھر طے لوگوں کو قریب کیا جس
نے اپنے زورِ تقریر سے بیدینوں کا منہ بند کر دیا جس نے اپنے سیفِ قلم سے
سرکش باطل پرستوں کو مجروح و مردہ کر دیا جس نے گلشنِ عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم کو ہرا بھرا بنایا جس نے گمراہوں کو راہِ حق دکھانے میں بے پناہ کوششیں
صرف کیں، جس نے ہزاروں بہکے ہوئے لوگوں کو اسلام و سنیت کا حلقہ بگوش بنایا
جس نے عرب و عجم، حل و حرم میں دشمنانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ
وآلہ وسلم پر برقِ خاطر گرائی، جس نے بارگاہِ احدیت کی عزت و جلالت
اور سرکارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی عزت و
حرمت کا ڈنکا پوری دنیا میں بجا یا۔ جس نے ہیبتِ حق

لاستگ سب کے دلوں پر بٹھایا، جس نے بڑے بڑے فلاسفروں کو اپنے خدا و علوم کی تابناک شعاعوں سے چکچکوندہ کر دیا، جس نے شریعت مقدسہ کی اتباع اور دین حق کی خدمت میں پوری زندگی گزار دی، جس کو دنیا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے نام سے یاد کرتی ہے آپ کے حالات زندگی پیش کرنے سے پہلے جب تک محترم ناظرین کی نگاہوں کے سامنے ۱۸۵۷ء کے دور ماقبل و مابعد میں آندھیوں کی طرح دوڑنے والے فتنوں اور سیلاب کی طرح بڑھتی ہوئی گمراہیوں کا نقشہ نہ آجائے۔ اس وقت تک آپ کے احیائے سنت و تجدید دین اور آپ کے جلیل القدر اسلامی کارناموں کی اہمیت کا صحیح اندازہ محترم ناظرین کو نہیں ہو سکتا اس لئے سوانح اعلیٰ حضرت پیش کرنے سے پہلے ہم نے دشمنان اسلام و شیطانِ فرنگ کے خطرناک منصوبوں اور مسلمان کھلانے والے لیڈروں، اسلامی روپ دھارنے والے ملاؤں کی خلافِ اسلام سرگرمیوں پر روشنی ڈالی ہے۔

وہ کون بیدار تھے جنہوں نے اسلام کے ہرے بھرے چین کو اجاڑ دینے کی کوشش کی، وہ کون مجاہدین تھے جنہوں نے تاجرانِ فرنگ کی حمایت میں خود مسلمانوں کے خون سے سرحد کی زمین رنگین بنائی، وہ کون لیڈر تھے جنہوں نے مقدس اسلام کی مضبوط بنیادوں کو ہلا دینا چاہا وہ کون ڈاکو تھے جو مسلمانوں کا متاعِ ایمان لوٹتے رہے، وہ کون ملا تھے جن کی پوری زندگی انگریزوں کی دلی خیر خواہی میں ختم ہوئی، وہ کون مفتی تھے جنہوں نے انگریزی نظامِ حکومت کو برضا و رغبت قبول کر کے انگریزوں پر جہاد کرنا حرام قرار دے رکھا تھا، وہ کون آلہ کار تھے جو فرنیچوں کے اشارے پر مسلمانوں کا دینی شیرازہ بکھیرتے رہے، وہ کون میاں دتے تھے جو اسلامی بولی بول کر مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی کے جال میں پھانستے رہے۔ وہ کون ایجنٹ تھے جو سوداگرانِ انگلستان کے ایما پر مسلمانوں کے درمیان اختلافات کی آگ بھڑکاتے اور انھیں آپس میں لڑاتے رہے، وہ کون مردِ مؤیدِ مہنِ اللہ تھے جس نے انگریزوں کی خلافِ اسلام ریشہ دوانیوں کو کاٹ کر پھینک دیا اور برقیں کے دلی خیر خواہوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ان سب سوالوں کے مفصل جواب آئندہ اوراق میں مبروار عنوانوں کے ماتحت ملیں گے۔

جو شخص ناحق طرفداری کے دباؤ سے بے نیاز ہو کر اس تاریخی کتاب کا مطالعہ کرے

تو فضل الہی سے پوری امید ہے کہ وہ علمائے حق و حامیان باطل کی شناخت نہایت آسانی سے کرے گا اور پھر آخر میں اسے یہ کہنا پڑے گا کہ اے معبود حقیقی تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ تو نے ہمیں احمد رضا جلیل الشان امام عطا فرمایا جو بیک وقت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ اور سیدنا غوث اعظم شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا منظر و آئینہ ہے۔



ہندوستان میں انگریزوں کا پہلا قدم

جب انگریزوں نے ہندوستان کی سیاست میں مداخلت کر کے اپنی سلطنت کا سنگ بنیاد رکھا تو اس کے ساتھ ہی انھیں انگریزی سلطنت کو مضبوط اور مستحکم بنانے کی زبردست فکر و امن گیر ہوئی پھر چونکہ سب سے بڑا خطرہ ان کو مسلمانوں سے تھا کیونکہ ہندوستان کی حکومت انھوں نے مسلمانوں ہی سے چھینی تھی اس لئے انھوں نے غور و خوض کے بعد یہ طے کیا کہ جب تک مسلم قوم کا ایمان و اسلام باقی اور ان کی اجتماعی قوت برقرار ہے اس وقت تک ہندوستان میں انگریزی حکومت کا قدم نہیں جم سکتا لہذا مسلمانوں کو ان کے ایمان و عقیدہ سے برگشتہ کرنا اور ان کی اجتماعی طاقت کو پاش پاش کر دینا انتہائی ضروری ہے پھر اس خطرناک اسکیم کے ماتحت انگریزوں نے کرائے کے مولویوں اور لیڈروں کو اس کام پر تیار کیا کہ وہ مسلمانوں کے اندر قرآنی آیات اور حدیثیں سنا کر ان کے دینی عقائد کو متزلزل اور اسلامی خیالات کو تبدیل کریں۔

شہر ناسک مہاراشٹر کے باشندہ مولانا سید عبدالفتاح عرف مولانا سید اشرف علی گمش آبادی نے ۱۲۶۵ھ ہجری مطابق ۱۸۴۸ء عیسوی میں ایک کتاب تحفہ محمدیہ تصنیف کی ہے۔ جس میں موصوف نے وہابیوں کی تردید کرتے ہوئے ان کے مکرو فریب کو خوب بے نقاب فرمایا ہے اس کتاب میں موصوف نے انگریزوں کی ایک نہایت سنگین خطرناک سازش پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ۔۔۔۔۔

ایک معتبر عالم دین دارساکن اکبر آباد فرماتے ہیں کہ جب میں دہلی سے کچھ علم عربی تحصیل کر کے کلکتہ میں گیا اور وہاں کبھی کبھار حدیث و تفسیر کا فائدہ علمائے دین دار سے حاصل کیا تب ایک انگریز پادری صاحب نے جو بہت عربی فارسی میں مہارت رکھتا تھا وہ نے کہا کہ تم نے دہلی سے کچھ لیا اور پچاس روپیہ

میرا ہوا مقرر کر کے ایک مہینہ پیشگی دیا اور ایسا کہا کہ جس شہر میں تمہاری طبیعت چاہے جا رہو اور ہندی ترجمہ حدیث و تفسیر کا لوگوں کو پڑھایا کرو اور ایسا مشہور کرو کہ محدثوں کا مذہب حق اور میں اسی کا تابعدار ہوں مگر ہرگز علم صرف و نحو اور فقہ، عقائد و کلام وغیرہ مت پڑھائیو اور یہ (پچاس روپیہ) ماہوار تم کو ہمیشہ ملا کرے گا اور تمہاری نیک خدمتی اور محنت کے موافق زیادہ ماہوار بھی ہو جائیگا اور چند قاعدے اس کے کل فلانے مولوی کے ہاتھ سے ہم تم کو بھیج دیں گے۔ تب دوسرے دن وہ (فلانے) مولوی میرے گھر آئے اور کہا کہ تم بھی ہمارے (انگریز) پادری صاحب کے ذکر ہوئے۔ الْحَمْدُ لِلّٰہ بہت اچھا ہوا قریب چالیس اچھے نامدار مولوی، اطراف ہندوستان عربستان وغیرہ میں ان کے مخفی ذکر ہیں اور کئی عربستان میں پہونچے ہیں اور روس، پندرہ روپیہ ہوا پچاس روپیہ تک ہر ایک کی خواہ مقرر ہے جہاں رہیں ماہ ب ماہ ان کو ملتی ہے اور بڑا قاعدہ یہ ہے کہ ہمیشہ نئی باتیں اور ضعیف حدیثیں اور روایتیں لوگوں میں ظاہر کرنا اور (اپنے) شاگردوں کو سکھانا کہ چار مذہبوں (مذہب حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سے پھریں اور مسلمانوں کا اجماع و اتفاق دینی بالکل ٹوٹ جاوے اور ایمان اولیاء سے بد اعتقاد ہو جاویں اور ان کی نیاز فاتحہ چھوڑ دیوں۔ میں نے کہا اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ یہ شیطانی کام مجھ سے نہ ہو گا۔ (انگریز کے ذکر) اس مولوی نے کہا کہ بیس برس سے پادری صاحب یہاں آئے ہیں میں تب سے ان کا ذکر ہوں۔ ہزاروں روپیہ دے کر (انہوں نے) ترجمہ کی کتابیں چھپوائیں اور ان کے طفیل سے بہت بے علم مولوی قابل بن گئے یہ تو اپنے دل سے مسلمان محمدی ہیں اور بدعتی لوگوں کے بڑے دشمن ہیں۔ تفسیر و حدیث کا علم میں نے ان کو پڑھایا ہے۔ تم بے فکر یہ پچاس روپیہ کا ماہوار قبول کر لو اور تمہارے وطن میں خواہ اور کوئی شہر میں جا رہو ساری عمر فراغت سے گزارو مگر کتنے آدمی تمہاری طرف پھرے اور (تمہارے) مرید و شاگرد بنے اس کا رپوٹ ہر برس لکھ بھیجا کرو۔ اچھے اچھے نامی مولوی، پادری صاحب کا ماہوار کھاتے ہیں اور اکثر ہندوستان عربستان کے نامی شہروں میں موجود ہیں اور یہ ان کے اسامی (ناموں) کی فہرست ہے۔ میں نے دیکھا تو اچھے اچھے نامور خاندانی خود کو سید احمد صاحب کا جھوٹا خلیفہ مشہور کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور (اپنا) مرید و شاگرد بناتے ہیں مگر بیشتر لکھنوی، بنگالی، بنارس وغیرہ رافضی اور خارجی لوگ، ماہوار کی طمع سے نابالغ ہاں

ہو گئی ہوئی اور آج مسلمان چند در چند جماعتوں میں تقسیم ہو کر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جاتے لیکن اسلام کے خلاف یہ سازش اتنی گہری اور خطرناک تھی کہ اس کی حقیقت سے سینکڑوں مسلمان ناواقف ہو کر اپنے ایمان کا ہیرا کھو بیٹھے۔ بالآخر انگریزوں کی خواہش کے مطابق ان مولویوں اور لیڈروں نے نئے نئے عقیدے اور خیالات پھیلا کر مسلمانوں کو آپس میں خوب لڑایا اور اس طرح ان کی اجتماعی طاقت کو نیست و نابود کر کے ہندوستان میں انگریزی حکومت کی بنیادیں مستحکم کر دیں۔

یوں تو انگریزوں نے بہت سے مولویوں اور لیڈروں کو اسلام کے خلاف عقیدہ اور خیال پھیلانے کے لئے مقرر کیا تھا لیکن ہمیں صرف ان مولویوں اور لیڈروں کا پردہ چاک کرنا ہے جو پورے ہندوستان اور پاکستان میں مشہور ہیں اور جن کا ظاہری تقدس آج بھی بیشتر مسلمانوں کی گمراہی کا باعث بنا ہوا ہے۔

نام نہاد امیر المومنین

(وہابیوں کے مؤرخ مرزا حیرت دہلوی نے جیٹا طیبہ کے ٹائٹل پر سید احمد کو امیر المومنین لکھا ہے)

دنیا نے وہابیت میں جناب سید احمد صاحب تیکوی غازی، صوتی، پیر، مصلح اور مجدد مشہور کئے گئے ہیں۔ لیکن تاریخی واقعات گواہ ہیں کہ وہابیوں کا یہ مجدد انگریزی حکومت کا وفادار پولیٹیکل ایجنٹ، قابل اعتماد مشیر کار تھا۔ پیر و مرشد بن کر اس شخص نے سینکڑوں مسلمانوں کے ایمان و مذہب کو خراب کیا۔ انگریزی سلطنت کی شہ پاکر وہابیت کا خوب خوب پرچار کیا۔ انگریزوں کے اس غازی اور مجاہد کا فتویٰ پڑھئے اور سردھنئے وہابیوں کی معتبر تاریخی کتاب ”تواریخ عجیبہ“ ص ۹۱ میں ہے۔

ہم (سید احمد اور ہمارے چیلے) سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون بلا سبب گرا دیں۔ کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہ کرنا نہیں چاہتے نہ انگریزوں کا نہ سکھوں کا۔

سب دہابی کان کھول کر سن رکھیں کہ ان کے غازی سید احمد کے نزدیک ہندوستان انگریزوں کا ملک ہے۔ دہابیوں کا مستند مورخ مرزا حیرت غیر مقلد اپنی کتاب حیات طیبہ ص ۲۹۴ میں لکھتا ہے۔

لارڈ ہیسٹنگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش تھا دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اس میں تین آدمیوں کا باجم معاہدہ ہوا۔ امیر خاں لارڈ ہیسٹنگ اور سید احمد صاحب۔ سید احمد صاحب نے امیر خاں کو بڑی مشکل سے شیشہ میں اتارا تھا۔۔۔۔۔

یہ امیر خاں وہی شخص ہے جس نے انگریزوں کا ناکوں میں دم کر رکھا تھا اسی شخص کو انگریزوں کے ایجنٹ سید احمد نے شیشہ میں اتار کر یعنی جہان سادے کر انگریزی حکومت کا حامی اور طرفدار بنایا جسکے باعث انگریز لارڈ ہیسٹنگ سید احمد صاحب کی اہمیت کی بے نظیر کارگزاریوں سے بہت خوش ہونا تھا

تواریخ عجیبہ مصنفہ محمد جعفر تھانیسری ص ۱۸۲ میں ہے کہ ————— اس سوانح اور

مکتوبات منسلکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سید (احمد) صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا۔ وہ (سید احمد دہابیوں کے امیر المومنین) اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی مگر سرکار انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ (پنجاب میں) سکھوں کا زور کم ہو۔

حوالہ مذکور بالا نے صاف بتا دیا کہ دہابیوں کا پیشوا سید احمد انگریزی سلطنت کو اپنی ہی سلطنت سمجھتا تھا اور یہ عقیدہ بھی حل ہو گیا کہ سید احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی وغیرہ انگریزی سرکار کے حامی مجاہدین نے سکھوں سے اس لئے جنگ کی تاکہ صوبہ پنجاب اپنے انگریزی علاقہ میں شامل ہو جائے اور انگریزوں کا دلی مقصد پورا ہو۔

”سیرت سید احمد“ مصنفہ ابوالحسن ندوی حصہ اول ص ۱۹ میں ہے کہ۔۔۔۔۔

اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار چند ہائیکوں میں کھانے رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا

(دہابیوں کے) پادری (سید احمد) صاحب کہاں ہیں۔ حضرت (سید احمد) نے جواب دیا کہ میں یہاں موجود ہوں انگریز گھوڑے پر سے اتر اور ٹوپی ہاتھ میں لئے کشتی پر پہنچا اور مزاج پر سکہ کے بعد کہا

کہ تین روز سے میں نے اپنے ملازم یہاں کھڑے کر دیئے تھے کہ آپ کی اطلاع کریں آج انہوں نے اطلاع کی کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت سید احمد قافلہ کے ساتھ آج تمہارے مکان کے سامنے پہنچیں یہ اطلاع پا کر عزوب آفتاب تک میں کھانے کی تیاری میں مشغول رہا تیار کرانے کے بعد لایا ہوں بشید صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں منتقل کر لیا جائے کھانے کے قافلہ میں تقسیم کر دیا گیا اور (وہ) انگریز دو تین گھنٹہ ٹھہر کر چلا گیا۔

انگریز بہادر کاتین دن سے انتظار کرنا اور پھر سید احمد اور ان کے لشکر کے لئے راشن کا انتظام کرنا صاف بتا رہا ہے کہ سید احمد صاحب کا انگریزوں سے ساز باز تھا اور یہ لشکر انگریزوں ہی کی حمایت میں لڑنے کے لئے جا رہا تھا۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ وہابیوں کے پیشوا سید احمد صاحب اے بریلوی انگریزوں کے آلہ کار، معتمد علیہ ایجنٹ، بے نظیر خدمت گزار اور وفادار غلام تھے۔

انگریز کا وفادار سپاہی

دیوبندیوں کے پیشوائے اول جناب مولوی اسماعیل صاحب دہلوی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے پوتے اور حضرت شاہ جہاں علیہ السلام صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھتیجے نیز سید احمد رائے بریلوی کے مرید تھے۔ اپنے پیرمیاں کی طرح مولوی اسماعیل دہلوی نے انگریزی سلطنت کا قدم جمانے میں جس وفاداری کا ثبوت دیا ہے وہ انہیں کا حصہ تھا۔ وہابیوں کی کتاب "تواریخ عجیبہ" ص ۲۱ پر ہے کہ

— یہ بھی روایت صحیح ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں ایک روز مولانا اسماعیل شہید وعظ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے مولانا سے فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے روزیا اور غیر معقوب سرکار (انگریزی) پر کسی طرح بھی جہاد کرنا

درست نہیں ہے۔

حیات طیبہ ص ۲۹۶ میں ہے کہ

۔۔۔۔۔ (مولوی اسماعیل دہلوی نے فرمایا) بلکہ اگر کوئی ان پر (انگریزوں پر) حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس (حملہ آور) سے لڑیں اور اپنی (انگریزی) گورنمنٹ پر آپخ نہ آنے دیں۔ تمام وہابی، دیوبندی، مودودی اور ندوی کان کھول کر سن لیں کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے انگریزوں سے لڑنا اور ان پر جہاد کرنا حرام ٹھہرایا تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ اس وقت ہندوستانی مسلمان کمزور تھے ان کے پاس اسلحہ جنگ اور لڑائی کے سامان نہ تھے بلکہ جہاد کو حرام قرار دینے کا سبب یہ ہے کہ سید احمد اور ان کے مرید مولوی اسماعیل نصرانی نظام حکومت کو برضا و رغبت قبول کر چکے تھے۔ اور انگریزی حکومت کو خود اپنی حکومت قرار دے چکے تھے اسلئے بے دھڑک فتویٰ صادر کر دیا کہ مسلمانوں کو انگریزی سلطنت سے لڑنا صرف ناجائز ہی نہیں بلکہ اگر کوئی جماعت انگریزی حکومت کو مٹانا چاہے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس جماعت سے لڑیں اور انگریزی سلطنت پر آپخ نہ آنے دیں۔ اب کیا ہے فتویٰ ابوالاعلیٰ مودودی اور ان کے ساتھیوں کا مولوی اسماعیل دہلوی کے بارے میں جنہوں نے انگریزی نظام حکومت کو بغیر کسی مجبوری کے خوشی خوشی منظور کیا اور ساتھ ہی ساتھ انگریزی سلطنت کی بقا اور استحکام حمایت و حفاظت کے لئے مسلمانوں پر لڑنا فرض قرار دیا۔

اگر ایک طرف مولوی اسماعیل کا وعظ یہ تھا کہ انگریزوں سے جہاد کرنا حرام اور ان کی حمایت میں لڑنا ان پر جان فدا کرنا فرض ہے تو دوسری طرف انگریزوں کے اشارہ پر مسلمانوں کا ایمان اور اسلامی عقیدہ برباد کرنے کے لئے یوں تبلیغ کر رہے تھے کہ

○ خدائے تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (رسالہ بیگزوی ص ۱۳۵ مصنف اسماعیل بحوالہ العذاب الشدید ص ۱۳۸)

○ اللہ تعالیٰ کو عیب کا علم ہر وقت نہیں رہتا بلکہ جب چاہتا ہے عیب کی بات دریافت کر لیتا ہے۔ (ماخوذ از تقویۃ الایمان ص ۲۶)

○ ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا (نبی ہوا ولی) وہ اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی زیادہ ذلیل

ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۹)

- اپنی اولاد کا نام عبد اللہ، عبد الرسول، علی بخش، بنی بخش، پیر بخش، غلام محی الدین، غلام معین الدین رکھنا شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۵)
- سب انبیاء اور اولیاء اللہ کے سامنے ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں (تقویۃ الایمان ص ۵۲)
- رسول اللہ کو (غیب کی) کیا خبر؟ (تقویۃ الایمان ص ۵۱)
- رسول اللہ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۱)
- رسول خدا کر مٹی میں مل گئے ہیں۔ ماخوذ از تقویۃ الایمان ص ۵۹
- جس کا نام علی یا محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں (تقویۃ الایمان ص ۵۲)
- رسول اللہ کا خیال نمازیں لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ (صراط مستقیم ص ۹۷)

○ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان (تقویۃ الایمان ص ۲۳)

○ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے (تقویۃ الایمان ص ۱۹)

- اولیاء و ائمہ و امام زادہ، پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے (تقویۃ الایمان ص ۵۱)

یہ چند نمونے انگریز کے سیاسی ایجنٹ مولوی اسماعیل دہلوی کی تبلیغ و وعظ کے پیش کئے گئے۔ انہیں سے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ انگریزوں کے اس آلہ کار مولوی نے مسلمانوں میں تفرقہ پھیلانے اور انہیں گمراہ کرنے کے فرائض کتنی خوبی سے انجام دیئے ہیں۔

یہی مولوی اسماعیل ہیں جن کے متعلق وہابی، دیوبندی، ندوی اور سمرتی وغیرہ مجاہد اسلام، غازی اور شہید فی سبیل اللہ ہونے کا بڑی طرح ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں لیکن تاریخی واقعات پکار پکار کر

اہم مسلمان بھگے بدے رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں ۱۲۷۱ھ ہم مسلمان پورا درود و سلام یعنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے ہیں اور ۱۲۷۲ھ صلعم لکھنا حرام مانتے ہیں ۱۲

اعلان کر رہے ہیں کہ مولوی اسماعیل دہلوی ہرگز مُجَاہِدِ اِسْلَام نہیں بلکہ انگریز گورنمنٹ کے سپاہی ہیں اور وہ ضرور قتل کئے گئے لیکن اللہ کے راستے میں نہیں بلکہ وہابیت کی طرفداری اور انگریز کی وفاداری میں۔

وہابیوں کے مرنی غلام جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بیان کرتے ہیں کہ
 ————— مولوی عبداللہ صاحب لکھنوی، مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسن صاحب راجپوری بھی ہمراہ تھے یہ سب حضرات سید (احمد) صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ سید صاحب نے پہلا جہاد اسمی یا محمد خاں حاکم یافستان سے کیا تھا۔ (تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۲۷) دیکھ لیجئے انگریزی حکومت کے مجاہدین سید احمد دُلا اسماعیل دینرہ نے انگریزوں کی حمایت میں سب سے پہلے سرحدی مسلمانوں سے جنگ کی اور ان کو پسایا تاکہ یہ مسلم پٹھان انگریزی حکومت کے مقابلے میں کبھی سر نہ اٹھا سکیں۔ مُلا اسماعیل کلکتہ میں فتویٰ دے چکے تھے کہ اگر کوئی انگریزوں پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ (انگریزی حکومت) پر آپخ نہ آنے دیں۔ اسی فتویٰ کے مطابق اسلام کے ان دشمن مولویوں نے اپنے آقا انگریز کو یافستانی مسلمانوں کے حملہ کی آپخ سے بچانے کے لئے حاکم یافستان کے ساتھ جنگ کی اور سادہ لوح ناواقف مسلمانوں پر اپنا مذہبی تقدس جمانے کے لئے اس کا نام جہاد رکھ دیا۔ اب انگریزی حکومت کو دوسری آپخ پنجاب کے سکھوں کی طرف سے لگ رہی تھی۔ اس پنجابی آگ کو بجھا دینا بھی ان ایجنٹ مولویوں کے فرائض منصبی میں تھا چنانچہ

————— کچھ عرصہ بعد کھڑک سنگھ پسر رنجیت سنگھ والی لاہور (صوبہ پنجاب) سے لڑائی ہوئی جس میں بہت سے (انگریزی سرکار کے) مجاہدین شہید ہوئے حضرت مولوی اسماعیل صاحب اور مولوی محمد حسن صاحب بھی شہید ہوئے۔ (بیان مولوی رشید احمد گنگوہی تذکرۃ الرشید دوم ص ۲۷) انگریز خوب سمجھتے تھے کہ ہندوستان کے مسلمان جب تک مغل بادشاہ سے وابستہ رہیں گے ہمارا مکمل اقتدار ہرگز قائم نہ ہو سکے گا اس لئے انھوں نے وہابیوں کے دونوں پیشوا جتیا محمد رائے

(اسماعیل قتیل کے بہنوئی و ہم عصر عبداللہ دہلوی نور علی حضرت کے ہم عصر علی لکھنوی تھے) مولویوں کی تائید و اتالی ملاحظہ ہو دہلوی کو لکھنوی بتایا۔

بریلوی اور ملا اسماعیل دہلوی کو اس کام پر مقرر کیا کہ کسی طرح مسلمانوں کو اکٹھا کر کے ان کا رخ پنجاب اور سرحد کی طرف کر دو تاکہ ادھر ہم آسانی سے مغل بادشاہ اور اس کے وفاداروں کو کچلتے رہیں۔ اور ادھر پنجاب اور سرحد میں سکھوں اور پٹھانوں کا زور ٹوٹے اور پورے ہندوستان پر انگریزی سلطنت کا قبضہ ہو جائے۔ چنانچہ مولوی اسماعیل وغیرہ نے سکھوں کے راجہ کھرک سنگھ سے اس لئے جنگ کی تاکہ انگریزوں کا دلی مقصد پورا اور ان کی خطرناک اسکیم کا مایاب ہو۔ اب رہا وہابیوں کا مشہور کرنا کہ ملا اسماعیل دہلوی سکھوں کے ہاتھوں سے قتل ہو کر شہید ہو گئے تو یہ بالکل غلط ہے تاریخ کا منہ چڑھانے اور حقیقت کو چھپانے سے واقعات بدل نہیں جاتے دیوبندی مذہب کا علی محاسبہ مطبوعہ پاکستان ص ۲۲ میں ہے۔

_____ مولوی اسماعیل کے متعلق دیوبندیوں اور غیر مقلدوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ وہ سکھوں کے ہاتھوں سے شہید ہوئے اور اسی لئے ان کو شہید صاحب کے نام سے عوام میں مشہور بھی کر رکھا ہے مگر تاریخی واقعات اس امر کے خلاف ہیں۔ غلط ہزارہ کے مشہور مورخ نے اپنی کتاب تاریخ ہزارہ میں اور دوسرے مورخین نے مولوی محمد اسماعیل کا قتل مسلمانوں کے ہاتھ سے تحریر کیا ہے اور اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں کہ جرگہ یوسف زئی کے پٹھان جو کہ سکھوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھے اور مولوی اسماعیل کے حامی ہو چکے تھے ان کے خاندانوں میں رواج تھا کہ یہ لوگ اپنی لڑکیوں کی شادی دیر سے کرتے تھے مولوی اسماعیل نے خلیفہ سید احمد کو اس امر کی اطلاع دی تو خلیفہ صاحب نے ان پٹھانوں پر شرعی حکومت کا زور دے کر ان کی لڑکیوں سے بیس لڑکیاں اپنے پنجابی ہمراہیوں سے بیاہ لیں اور کچھ پٹھانوں کو ماضی کے دو لڑکیوں سے خود نکاح کر لیا۔ اس معاملہ سے تمام یوسف زئی جرگہ میں مولوی اسماعیل اور سید احمد کے متعلق نفرت پھیل گئی اور ان لوگوں نے سید احمد کی بیعت توڑ دی اور اپنی لڑکیاں واپس لینے کا مطالبہ کیا۔ مولوی اسماعیل وغیرہ نے انکار کیا۔ پھر سید احمد صاحب اور مولوی اسماعیل نے ان پٹھانوں پر کفر کا فتویٰ صادر کر کے ان سے جہاد کرنا فرض قرار دے دیا۔ ادھر پٹھانوں نے تنظیم کر لی۔ ادھر مولوی اسماعیل کے ساتھی پنجابیوں نے مقابلہ کیا بالآخر جب پٹھان غالب ہوتے نظر آئے تو ایک روز خود مولوی اسماعیل دہلوی پٹھانوں سے مقابلہ کے لئے مکے ایک یوسف زئی پٹھان نے ایسی گولی چسپ کی کہ سب سے اول مولوی اسماعیل کا ہی خاتمہ کر دیا اس کے بعد پنجابی بھاگ گئے اور پٹھان کا مایاب ہو گئے۔ (تاریخ ہزارہ، انوار آفتاب صداقت ص ۱۹،

فریاد المسلمین ص ۱۸

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی ارشاد فرماتے ہیں

وہ دہا بیہ نے جسے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا

وہ شہید لیلیٰ نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیبر ہے

مولوی اسماعیل صاحب نے جب محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کے عقائد باطلہ کی تبلیغ کر کے ہندوستان میں فتنہ و فساد مچانا شروع کیا اور لوگوں میں وہابی عقائد پھیلانے لگے تو دہلی کے سنی علماء نے مولوی اسماعیل کے اس خطرناک فتنہ اور ان کے عقائد کی خرابی اور کتاب التوحید پر فریفتہ ہونے کی شکایت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پہونچائی تو حضرت شاہ صاحب مولوی اسماعیل سے بہت ناراض ہوئے اور ان کو ان سخت الفاظ سے یاد کیا۔

۔۔۔۔۔ میری طرف سے کہو اس لڑکے (اسماعیل) نامراد کو کہ جو کتاب (نام نہاد کتاب التوحید) بھٹی سے آئی ہے میں نے بھی اس کو دیکھا ہے اس کے عقائد صحیح نہیں ہیں بلکہ وہ (کتاب) اے ادبی بے نصیبی سے بھری پڑی ہے۔ میں آج کل بیمار ہوں۔ اگر موت ہو گئی تو میں "کتاب التوحید" کی تردید لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تم (اے اسماعیل) ابھی تو جوان بچے ہو ناحق شور و شر برپا نہ کرو۔

(فریاد المسلمین ص ۱۹ نوار آفتاب صداقت ص ۵۱۶ بحوالہ دیوبندی مذہب)

ان سب تاریخی حوالجات نے خوب واضح کر دیا کہ سید احمد اور ملا اسماعیل دہلوی و غیرہ نے اپنے آقا انگریزوں کی حمایت میں جنگ کی انگریزی حکومت کو بچانے اور باقی رکھنے کیلئے مسلمانوں پر ناپسند قرار دیا۔ اپنے فتوئیٰ اور وعظ کے ذریعہ انگریزوں کا قدم ہندوستان میں جمایا۔ پھر انگریزی حکومت کے بل بوتے پر وہاں بیست کی دل کھول کر اشاعت کی۔ مسلمانوں کو فرقہ بندی کی آگ میں جھونک کر ان کی اجتماعی طاقت کو پاش پاش کیا اپنی تبلیغ کی بدولت سیکڑوں مسلمانوں کا دین و ایمان خراب کیا جہاں اپنا زور دیکھا وہاں اپنے مخالف مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دے کر ان کا خون

عہ یہاں لیلیٰ نجد سے مراد قیس کی لیلیٰ نہیں بلکہ وہابیوں کا محبوب مشہور محمد بن عبدالوہاب نجدی ہے۔ ۱۲

اور پنجاب کا صوبہ وہابیوں کی اپنی حکومت یعنی انگریزی سرکار میں داخل ہو جائے۔ اگر اس حوالہ پر بھی مبرور قناعت نہ ہو تو پھر اپنے مولانا اسماعیل صاحب دہلوی اور سید احمد وغیرہ کا فتویٰ اور بیان دوبارہ پڑھ لیجئے۔

ایسی بے رویا اور غیر متعصب انگریزی حکومت پر کسی طرح جہاد کرنا درست نہیں ہے بلکہ اگر کوئی انگریزوں پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس حملہ آور سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ (انگریزی حکومت) پر آئینہ آنے دیں۔ (فتویٰ اسماعیل دہلوی)۔

ہم انگریزوں کی حکومت پر کس سبب سے جہاد کریں؟ کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت کرنا نہیں چاہتے نہ انگریزوں کا نہ سکھوں کا۔ (بیان سید احمد)۔

سید احمد صاحب کا انگریزی حکومت سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا (کیونکہ) وہ اس آزاد مل داری (انگریزی حکومت) کو اپنی ہی عملداری (حکومت) سمجھتے تھے۔ (بیان محمد جعفر تھانیسری)۔

مُلّا فسادِ شاہ! _____ دن دوپہر میں سورج پر دھول اڑانے سے کوئی فائدہ نہیں سنئے آپ کے دونوں مولینا سید احمد اور اسماعیل دہلوی صاحبان تو انگریزوں کی حکومت کو اپنی ہی حکومت سمجھتے تھے تو کیا یہ دونوں اتنے احمق ہو گئے تھے کہ مسلمانوں میں جنگ و جہاد کی روح بھونک کر اپنی ہی حکومت ختم کر دیتے۔



بانیِ نچریت

ہندوستان میں نیچری مذہب کی بنیاد سب سے پہلے سرسید نے رکھی ہے۔ یہ بہت عرصہ تک آزاد خیال انگریزوں کی صحبت میں رہ کر ان کا رنگ ڈھنگ سیکھتے رہے۔ وہابی تو دہلی سے تھے اب جو آزاد خیال انگریز آقاؤں سے ان کا گہرا واسطہ پڑا تو رنگ اور چوکھا ہو گیا۔ ۱۲۸۳ھ ہجری مطابق ۱۸۶۶ء میں انگلینڈ حاضر ہوئے اور وہاں اسلام کے دشمن ملحدین انگریزوں سے جو کچھ سیکھا پڑھا اسے دماغ میں لے کر ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۰ء میں ہندوستان واپس آئے اور یہاں ایک نیا مذہب جاری کیا جس کا نام انھوں نے ٹیٹ اسلام مقرر کیا اور جسے نیچری مذہب کہا جاتا ہے۔

نیچریوں نے ان کو مسلم قوم کا ریفارمر اور مصلح یعنی مسلمانوں کے حالات کا سدھارنے والا مشہور کر رکھا ہے۔ لیکن کیا واقعی سرسید احمد خاں مسلمانوں کے مصلح تھے؟ یا اصلاح کی آڑ میں مسلمانوں کا دین و ایمان بگاڑتے تھے؟ یہ تو ہر تاریخ داں پر واضح ہے کہ سرسید احمد خاں متعصب قسم کے نیم چڑھے وہابی تھے لہذا مناسب ہے، نہیں نہیں بلکہ ضروری ہے کہ پیشوایان وہابیہ میں کسی ذمہ دار مستند عالم کی گواہی پیش کر دی جائے کہ سدھار اور بگاڑ کے مسئلہ میں سرسید کی واقعی پوزیشن کیا تھی سنئے! وہابیوں کے جلیل القدر پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بیان کرتے ہیں کہ

۔۔۔۔۔ یہ سب انگریزی تعلیم اور نہ چریت کی خواست ہے کہ بلوگوں کے عقائد،

اعمال، صورت، سیرت سب بدل گئے اور دین بالکل تباہ و برباد ہو گیا۔ ان کی رفتار، گفتار، نشست

برخاست، خورد و نوش سب میں دہریت و نہ چریت والحاد کا رنگ جھلکتا ہے اور ہندوستان میں نہ چریت

کا بیج سرسید کا بویا ہوا ہے۔ (الافاضات الیومیہ جلد ششم ص ۹۷ زیر ملاحظہ ۱۳۶)۔

الافاضات الیومیہ جلد پنجم ص ۸۴ زیر ملاحظہ ۱۵۱ میں ہے کہ

۔۔۔۔۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ سرسید کی وجہ سے زیادہ ہندوستان

میں گڑ بڑ پھیلی۔ لوگوں کے عقائد خراب ہوئے (جواب میں مولوی تھانوی نے) فرمایا گڑ بڑ کیا معنی اس

شخص (سر سید) کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے ایمان تباہ اور برباد ہو گئے ایک بڑا گمراہی کا پھانک کھول گیا۔ اس کے اثر سے اکثر پنجری ایمان سے کورے ہوتے ہیں۔

الافاضات الیومیہ جلد ۱۰۶ ص ۱۰۶ زیر ملاحظہ ۱۸۱ میں ہے کہ مولوی تھانوی صاحب نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سر سید احمد خاں کی وجہ سے بڑی گمراہی پھیلی یہ پنجریت زینہ ہے اور جڑ ہے الحاد (بیدینی) کی۔ اس سے پھر شاخیں چلی ہیں۔ (یہ مرزا غلام احمد) قادیانی اس پنجریت ہی کا اول شکار ہوا آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ استاد یعنی سر سید احمد خاں سے بھی بازی لے گیا کہ نبوت کا مدعی بن بیٹھا۔

دیکھئے ان حوالہ جات نے ثابت کر دیا کہ سر سید احمد خاں پنجریت کے بانی تھے۔ انہوں نے پنجریت پھیلا کر ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے عقائد و اعمال بگاڑ دیئے مسلمانوں کی سیرت و صورت بدل دی۔ مسلمانوں کا مذہبی رنگ، اسلامی مزاج ختم کر کے ان پر دہریت و الحاد کا رنگ چڑھا دیا۔ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے بیان سے اس امر کا بھی انکشاف ہو گیا کہ فتنہ قادیانیت کی ذمہ دار سر سید احمد خاں کی بونی ہوئی۔ پنجریت ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی سر سید احمد خاں کا شاگرد ہے ۱۸۵۶ء کی جنگ آزادی کے زمانے میں سر سید نے مولوی اسماعیل دہلوی کے کلمہ والے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے گورنمنٹ انگریزی کی حمایت کی اور انگریزوں کی جان بچائی۔ وہابیوں کے مشہور اخبار مدینہ بخور جلد ۲۹ شمارہ ۷۵ مورخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں ہے کہ

۱۸۵۶ء کے ہنگامہ (جنگ آزادی) میں سر سید نے انگریزوں کی جان بچائی تھی۔ اس کے عوض میں انگریز انھیں گنگا کے کنارے ایک بڑا علاقہ دینا چاہتے تھے جس کا مالک ایک تحریث پسند مسلمان زمیندار تھا۔

وہابیہ نے اپنے پیٹ سے کئی مذہبوں کو جنم دیا ہے چنانچہ پنجریت بھی اسی پیٹ سے پیدا ہے اور یہی وجہ ہے کہ سر سید کے پنجری ہونیکے باوجود انکے وہابی ہونے میں کوئی فرق نہیں آیا۔ سر سید کے دہنے باز و سٹر الطاف حسین حالی اپنی کتاب حیات جاوید باب ۱۴ ص ۱۴۲ میں لکھتے ہیں کہ

انہوں نے (سر سید نے) اس ریویو میں بہت صفا اور روشن شہادتوں

۱۲ عہ اس کتاب میں حیات جاوید کے تمام حوالے "تواریخ مجدد دین و ممالک" سے منقول ہیں ۱۲

سے ڈاکٹر ہنٹر کی غلطیاں ظاہر کی ہیں اور وہابیوں کی مختصر تاریخ اول آئندہ ختم اور وہابیت کے اصول شرعی بیان کئے ہیں اور صاف اقرار کیا ہے کہ میں خود وہابی ہوں۔ وہابی ہونا جرم نہیں ہے بلکہ (انگریز) گورنمنٹ کی بدخواہی اور بغاوت جرم ہے۔

حیات جاوید ص ۱۸۴ میں عالی نے سرسید کا بیان یوں لکھا ہے کہ

_____ وہابی وہ ہے جو مخالف خدا کی عبادت کرتا ہو، مؤجد ہو اور اس کا اسلام ہو اسے
مخلفانی اور بدعت کی آمیزش سے پاک ہو اس کو یہ کہنا کہ وہ ہمیشہ درپردہ تخریب سلطنت (انگریزی)
کی فکر میں رہتا ہے اور چپکے چپکے منصوبے باندھا کرتا ہے اور غدر و بغاوت کی تحریک کرتا ہے محض
تہمت ہے ہم (سرسید) اس وقت بہت سے ایسے آدمی کا نشان (اور پتہ) دے سکتے ہیں جو (انگریزی)
سرکار کے ایسے ملازم (نوکر) ہیں کہ ان سے زیادہ (انگریزی) سرکار کا خیر خواہ اور معتمد کوئی نہیں باقی
ہم وہ اپنے تئیں علی الاعلان اور بے تامل تخریب طور پر وہابی کہتے ہیں اور (انگریزی) سرکار نے سب سے
سوچے سمجھے ان کو معتمد علیہ نہیں گردانا بلکہ غدر (یعنی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی) کے زمانے میں جبکہ
فتنہ کی آگ ہر طرف مشتعل تھی ان کی وفاداری کا سونا اچھی طرح ٹایا گیا اور وہ خیر خواہی سرکار میں ثابت
قدم رہے اگر وہ جہاد کا وعظ کہتے ہوتے اور بغاوت وہابیت کی اصل ہوتی تو جو کچھ ان سے ظہور میں آیا
یہ کیوں کر ظہور میں آتا؟

دیکھ لیجئے سرسید نے کھل کر صاف کہہ دیا کہ میں وہابی ہوں پھر انھوں نے نہایت صفائی سے
یہ بھی بتا دیا کہ وہابی حضرات انگریزی سلطنت کے ایسے وفادار ملازم ہیں کہ ان سے بڑھ کر انگریزی
حکومت کا خیر خواہ اور معتمد علیہ کوئی دوسرا نہیں۔ اور انگریزوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے موقع
پر وہابیوں کی وفاداری جاں نثاری کا سونا اچھی طرح مچانے اور خوب پرکھ لینے کے بعد ان کو اپنا
معتمد علیہ بنایا ہے۔

حیات جاوید حصہ دوم ص ۲۵۶ تا ص ۲۶۳ میں مسٹر عالی پانی پتی نے سرسید کے عقائد و
خیالات تحریر کئے ہیں ان میں سے بطور نمونہ سرسید کے نیچری عقیدے ذیل میں
پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو نیچری مذہب کی بھی کچھ حقیقت معلوم ہو جائے۔

① اجماع اُمت حجت شرعی نہیں ہے ② تیس اس ائمہ حجت شرعی نہیں ہے ③

تقلید ائمہ واجب نہیں ہے ④ شیطان یا ابلیس کا لفظ جو قرآن مجید میں آیا ہے اس سے کوئی ہستی مراد نہیں بلکہ انسان کے نفسِ آثارہ یا قوتِ ہیمیہ کا نام ابلیس ہے ⑤ نصاریٰ (میسائیوں)

نے جن چڑیوں کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا ہو مسلمانوں کو ان کا کھانا حلال ہے ⑥ معراج خواہ مکہ

سے مسجد اقصیٰ تک ہو یا مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک بہر حال بیداری میں نہیں بلکہ خواب میں ہوئی

ہے اور یوں ہی شقی صدر بھی خواب ہی میں ہوا ہے ⑦ فرشتوں کا کوئی الگ وجود نہیں ہے بلکہ برق

کی قوت جذب و دفع پہاڑوں کی صلابت پانی کا سیلان، درختوں کا نمو وغیرہ جیسی قوتوں کا نام فرشتہ

ہے ⑧ آدم، فرشتے اور ابلیس کا جو قصہ قرآن میں بیان ہوا تو ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا بلکہ یہ ایک

مثال ہے جس کے پیرایہ میں انسان کی فطرت، جذبات اور اس کی قوتِ ہیمیہ بیان کی گئی ہے ⑨

قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی معجزہ کے صادر ہونے کا ذکر نہیں ہے ⑩ مرنے

کے بعد اٹھنا، حساب و کتاب، میزان، پل صراط، جنت و دوزخ وغیرہ سب مجاز پر محمول ہیں نہ کہ

حقیقت پر ⑪ خدا کا دیدار کیا دنیا میں اور کیا عقیقی میں نہ ان ظاہری آنکھوں سے ممکن نہ دل کی آنکھوں

سے ⑫ قرآن مجید میں جو جنگِ بدر و حنین کے بیان میں فرشتوں کی مدد کا ذکر کیا گیا ہے اس سے

ان لڑائیوں میں فرشتوں کا آنا ثابت نہیں ہوتا (کیوں کہ خود فرشتوں کا جب کوئی وجود نہیں تو آنا جانا کیسا)

⑬ چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا جو قرآن میں بیان ہوئی ہے لازمی نہیں ہے۔

انھیں سب کفر و گمراہی کی اشاعت کی وجہ سے سرسید کے ہم مذہب مولوی امداد العلی دہلوی

نے ان کی وہابیت کا کوئی پاس و لحاظ نہ کیا بلکہ ان پر کفر و ارتداد کے فتاویٰ حاصل کر کے شائع کرائے

جیسا کہ خود مسٹر علی نے حیات جاوید حصہ دوم ص ۲۸۲ میں لکھا ہے کہ

_____ مولوی امداد العلی نے جو تین آستفتے ہندوستان کے تمام بڑے شہروں میں بھیج

کر سرسید کے کفر و ارتداد کے فتوے حاصل کئے تھے ان میں سے ایک استفتاء اس مضمون کا تھا کہ جس

شخص کے ایسے اور ایسے عقائد اور اقوال و افعال ہوں وہ مسلمان ہے یا نہیں

مدرسہ دیوبند کے صدر جناب مولوی محمد انور شاہ کشمیری شیخ الحدیث اپنی کتاب یتیمۃ البیان

ص ۱۲۰ پر لکھتے ہیں کہ مولوی امداد العلی نے جو تین آستفتے ہندوستان کے تمام بڑے شہروں میں بھیج

کر سرسید کے کفر و ارتداد کے فتوے حاصل کئے تھے ان میں سے ایک استفتاء اس مضمون کا تھا کہ جس

مشکلات القرآن ص ۲۲ میں لکھتے ہیں

”سُرْسِيْدٌ هُوَ رَجُلٌ زِنْدِيْقٌ مُلْحِدٌ اَوْ جَاهِلٌ ضَالٌ“ یعنی سرسید

وہ بیدین ہے ملحد ہے یا جاہل گمراہ ہے۔

سرسید کی تعلیم کے اثرات و نتائج مذہب کے لئے کتنے زہر آلود تھے اور دین کے حق میں کس قدر تباہ کن تھے اس کا اندازہ خود سرسید کے مقلد جناب ابوالکلام صاحب کے حسب ذیل تبصرہ سے کیجئے۔ ابوالکلام آزاد بیان کرتے ہیں کہ

۔۔۔۔۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ انسان تقلید سے کبھی باز نہیں آتا۔ ترک تقلید ہی کے

نام پر وہ جن شخصوں کی عزت کرتا ہے انہی کی تقلید شروع کر دیتا ہے۔ میں نے سرسید سے سب سے بڑی چیز جو اس وقت پائی تھی وہ یہی ترک تقلید تھی۔ مفسرین کی فقہاء کی محدثین کی تسکین کی، تمام علماء کی، تیرہ سو برس کے تمام اجتماعی عقائد و مسلمات کی، اور ان کروڑوں اور ان گنت مسلمانوں کی جو تیرہ صدیوں میں گزر چکے تھے، تاہم میں خود سرسید کا نہ صرف مقلد اعظمی (اندھا دھند پیروی کرنے والا) تھا بلکہ تقلید کے نام سے پرستش کرتا تھا۔۔۔۔۔ آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی ص ۲۸۲

سرسید کی سیاسی روش اور انقلابی رفتار کے پیچھے کون سی حقیقت کارفرما تھی، ان کا انگریزوں سے گہرا تعلق کیوں تھا اس گڑھ کو کھولنے کے لئے مشہور سیاسی لیڈر جمال الدین افغانی کا بیان پڑھئے افغانی صاحب سرسید کی سیاست پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

۔۔۔۔۔ کتاب ایک پڑی حاصل کرنے کے لئے خوشامد کرتا ہے اپنی دُم ہلاتا ہے۔

اپنے محسن کے پاؤں پر خواہ وہ اپنا ہویا بیگانہ سر رکھ دیتا ہے۔۔۔۔۔ انسان کتے سے بھی گیا گزرا ہے۔ لا حول ولا اے چاہیے کہ خوشامد اور عاجزی میں کتے سے بہت آگے نکل جائے اگر اس کے دم نہیں تو کم از کم داڑھی تو ہے۔ ناستودہ مرگ (سرسید) خاں نے یہ نکتہ سمجھ لیا تھا اور اس بات کے لئے تیار رہتا کہ آواز نکالے داڑھی کو حرکت دے اور جو روٹی کے ٹکڑے اسے ملے ہیں انہیں اس طرح حلال کرے خدا کرے کہ یہ شکر مزید عنایات کا ذریعہ ہو۔ ترجمہ عبارت فارسی از شیخ محمد اکرام

انگریزوں سے تر اور خاں کا خطاب یافتہ سرسید احمد خاں نے گلے کی رسول کو چھپانے کی غرض سے داڑھی رکھی تھی۔ ناشر

ایم، اے، ایم، آر، ایس، آئی، سی، ایس۔ بریلی نامہ ص ۲۱۸)

حقیقت یہ ہے کہ سرسید نے اصلاح کے نام پر مسلمانوں کے اسلامی عقائد بگاڑنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ انگریزوں کی گود میں بیٹھ کر اصل اسلام کی شکل و صورت مسخ کرتے رہے۔ انگریزوں کی خطرناک سازش کو کامیاب بنانے کے لئے مسلمانوں میں یحیریت کو خوب پھیلایا۔ انھیں سرسید نے علی گڑھ میں انگریزی درسگاہ بنام مدرستہ العلوم قائم کر کے ہمدرد اسلام بننے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اگر یحیرلوں اور وہابیوں کے شور و غوغا کے مطابق یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ واقعی سرسید مسلم قوم کے ہمدرد، غیر خواہ اور ریفارمر تھے ان میں بہت کچھ ذاتی خوبیاں تھیں تو کیا ان سب باتوں سے سرسید کے کفری عقائد اسلام بن جائیں گے؟ یاد رکھو کہ

وہ سبھی کچھ ہیں بتاؤ کہ مسلمان بھی ہیں

سرسید کی اندھی تقلید کا نتیجہ

علمائے ربانی و ائمہ حقانی کا فیصلہ ہے اور اٹل فیصلہ ہے کہ جو لوگ پیشوا یا ان اسلام و مجتہدین کرام کی اتباع کو کفر و شرک، حرام و ضلالت ٹھہرائیں گے اور ان کی تقلید و غلامی سے اپنے آپ کو آزاد کر لیں گے تو انھیں خود اپنی ہوائے نفسانی کی اتباع و منیٰ لغین اسلام قدیم کی الماوت کرنی ہوگی وہ تقلید شیطانی سے کسی طرح بھی نہیں بچ سکتے۔ یہ کتنا جنچا تلا فیصلہ ہے کہ خود غیر مقلدین کے مقلد علیہ جلیل القدر پیشوا ابوالکلام آزاد نے اس کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ آزاد صاحب صاف کھل کر شہادت دے رہے ہیں کہ سرسید احمد خاں کی ساری تعلیمات میں جو سب سے بڑی تعلیم مجھے ملی وہ ترک تقلید کی تعلیم تھی چنانچہ اس بڑی تعلیم سے متاثر ہو کر میں نے

عہ یہ دی درس گاہ ہے جس کو آج کل مسلم یونیورسٹی کہتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

تمام علمائے اسلام و فقہائے دین کی تقلید ترک کر دی اور تیرہ سو برس کے تمام اجماعی عقائد و مسائل کی میں نے مخالفت کی لیکن بایں ہمہ خود میں آنکھ بند کر کے سرسید خاں کی تقلید کرتا تھا اور تقلید کے نام پر سرسید خاں کی پرستش کرتا تھا۔

یہاں یہ بات اچھی طرح دھیان میں رکھ لینے کی ہے کہ ائمہ و مجتہدین کی ترک تقلید کا جو بھیانک نتیجہ ابوالکلام آزاد نے بیان کیا ہے وہ ان کے ذاتی تجربے و آزمائش کی کسوٹی پر پورا اتر چکا ہے اور خود مشاہدہ واقعات بھی ابوالکلام آزاد کے اس قول کی سو فیصدی تائید کرتا ہے کہ انسان تقلید سے کبھی باز نہیں آتا ترک تقلید ہی کے نام پر وہ جن شخصوں کی عزت کرتا ہے انہی کی تقلید کرنے لگتا ہے ”چنانچہ غیر مقلدین زمانہ جو امام اعظم ابوحنیفہ وغیرہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تقلید و خلائی سے بری طرح جڑھتے ہیں بلکہ سنی مقلدین پر شرک و کفر کی توپ دم کرتے رہتے ہیں لیکن خود ہی لوگ ترک تقلید کے نام پر ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عبد الوہاب نجدی، مولوی اسماعیل دہلوی وغیرہ کی نہ صرف اندھا دھند تقلید کرتے ہیں بلکہ ان معاندین مذہب اہلسنت کی ابوالکلام آزاد کی بولی میں علی الاعلان پرستش کرتے ہیں۔

جماعت غیر مقلدین میں جن حضرات کو حق پسندی کا دعویٰ ہے ان سے دین و مذہب کے نام پر میری اخلاص بھری گزارش ہے کہ اگر آپ لوگ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عبد الوہاب نجدی، مولوی اسماعیل دہلوی وغیرہ کی اندھی تقلید اور ان کی پرستش سے بچنا چاہتے اور نجات اخروی کے طلبگار ہیں تو اپنی وہابیت و غیر مقلدیت سے سچی تو بہ کر کے سبیل موبین کو اختیار کیجئے اور سنی مسلمان بن کر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلائی کا پٹا اپنی گردن میں پہن رکھئے تاکہ شیطان اپنی تقلید کے شکنجے میں آپ حضرات کو جکڑ نہ سکے۔ ہدایت کا مالک اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے سچی ہدایت نصیب فرمائے آمین۔ تم آمین

اس مقام پر کتاب و سنت کے ارشادات واضحہ کو سامنے رکھ کر علمائے وہابیہ سے ایک مذہبی سوال ہے کہ آپ حضرات کے پیشوائے جلیل القدر ابوالکلام آزاد نے اپنے بیان مذکور بالا میں صاف اقرار کیا ہے کہ میں تقلید کے نام سے سرسید خاں کی پرستش کرتا تھا لہذا اس سلسلہ میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ تقلید کے نام سے اگر سرسید احمد خاں کی پرستش کرنا کفر نہیں تو مہربانی کر کے

آپ حضرات اعلان کر دیں کہ وہابی مذہب میں تقلید کے نام سے سرسید خاں کی پرستش کرنا کفر نہیں اور اگر تقلید کے نام سے سرسید کی پرستش کرنا کفر ہے تو بتائیے کہ ایک مسلمان کہلانے والے پر اپنے کفر سے توبہ کرنا قرآنی ارشاد کی رو سے فرض قطعی ہے یا نہیں۔ اگر فرض قطعی ہے تو ہم سنی مسلمانوں کو ذریعہ اخبارات و جرائد مطلع کیجئے کہ آپ حضرات کے پیشوا ابوالکلام آزاد نے کب توبہ کی ہے اور اگر آپ حضرات ناواقف ہوں تو کم از کم یہی اعلان کر دیجئے کہ ہم لوگوں کو ابوالکلام آزاد کی توبہ کا علم نہیں۔

شاعرِ نچریت

مسٹر الطاف حسین حالی سرسید کے داہنے بازو ہیں۔ انگریزی سلطنت نے ان کو شمس العلماء کا خطاب دیا تھا۔ حالی کا شمار وہابی شاعروں کی صفِ اوّل میں کیا جاتا ہے۔ حالی نے اپنے شعور و شاعرانہ کمال پر مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کی رجحنت دلانے اور یورپین تہذیب پھیلانے میں بھرپور کوشش کی ہے انگریزوں کی خواہش کے مطابق حالی نے مسلمانوں میں نچری مذہب کی تبلیغ کے ساتھ ایک تازہ مذہب چمکڑا دی کا سنگ بنیاد بھی رکھا۔ چمکڑا دیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درجہ اہلِ نبی اور پرکارے کی طرح ہے۔ قرآن مجید کے ہوتے ہوئے رسول اللہ کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں (معاذ اللہ تعالیٰ)۔ مسٹر حالی اپنی مشہور کتاب مُسند میں حالی ص ۱ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ایک حدیث منسوب کر کے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم !

مجھے حق نے دی ہے بس اتنی بزرگی کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور اہلِ نبی بھی

ہے کوئی عالی پرست جو ان گندے عیزِ مذہب اشعار کے بارے میں حدیث شریف کی کسی کتاب سے ثابت کر دے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حق میں ایسا فرمایا ہے۔ تہذیبِ مَدَن

کے یہ جھوٹے پجاری دوسروں کو سچائی اور دیانت کا سبق دیتے ہیں اور خود دن دھاڑے جھوٹ کا بندل پھینکتے اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔

حالی کی شاعری پر جان چھڑکنے والو! — اگر کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہو تو بتاؤ کیا حضور انور افضل الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت و بزرگی امت پر صرف اتنی ہے کہ حضور تو خدا کے ایلیٰ ہیں اور امت ایلیٰ نہیں اور بس۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ مسلمانوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ خاص بندہ، فرمانروائی اور صاحب قدرت و اختیار رسول ہونے کے ساتھ ساتھ افضل المرسلین رحمۃ اللعالمین اور خاتم النبیین بھی ہیں اور ان کے علاوہ ان کثیر در کثیر اوصاف خصوصی کے حامل ہیں جن میں حضرات مرسلین علیہم السلام تک شریک نہیں۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ سرسید کی طرح مسٹر حالی پانی پتی نے بھی مسلمانوں میں مذہبی اختلاف کی آگ بھڑکا کر انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس طرح اپنے انگریز سرکار کی خطرناک پالیسی کو کامیاب بنایا۔

بناوٹی پیغمبر

۱۲۶۲ھ ہجری مطابق ۱۸۵۷ء سے بہت پہلے انگریز اپنی حکومت کی حفاظت و حمایت کے سلسلے میں مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی کی زبان سے یہ اعلان کراچکے تھے کہ —————۔ انگریزی سرکار سے لڑنا اور جہاد کرنا کسی طرح جائز نہیں بلکہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ انگریزی سلطنت کے دشمنوں سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔ لیکن ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے جو رسوم کا مقابلہ کرنے کے لئے ہندوستانی حضرات ڈٹ گئے۔ پیشوا کے اہلسنت رئیس الاحرار مولینا شاہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر علمائے انگریزوں کے خلاف فتوے جہاد کا اعلان فرمایا کہ ملک بھر میں ایک تازہ جوش پیدا

ناشر دہشت

مولوی شبلی صاحب اعظم گڑھی، سرسید احمد خاں کے بانیں بازو، یورپین چمک دمک سے مرعوب،
انگریزی حکومت کے خطاب یافتہ شمس العلماء تھے۔ انگریزی تہذیب، انگریزی تمدن، انگریزی تعلیم پر
فریفتہ ہو کر یوں نغمہ سرائی کرتے تھے۔

یہاں اب نئی چمک کے	وہ ٹھاٹھ بدل گئے اب فلک کے
اب صورت ملک و دیں نئی ہے	افلاک نئے زمیں نئی ہے !
سب بھول گئے ہیں مابین کو !	گردوں نے الٹ دیا ورق کو !
قائم جو وہ انجمن نہیں ہے !	اس نقد کا اب چلن نہیں ہے
القصہ یہ بات کی تھی تسلیم !	یعنی کہ علوم نو کی تعلیم . . !
تدبیر شفا جو ہے تو یہ ہے !	اس دکھ کی دوا جو ہے تو یہ ہے
تعلیم کہن سے ہاتھ اٹھائیں !	تہذیب کے دائرے میں آئیں !
سیکھیں وہ مطالب نو آئیں !	یورپ میں جو ہو رہے ہیں تلقین !
وہ گنج گراں دانش و فن . . !	وہ فلسفہ جدید بسک . . !
کپسل کی وہ نکتہ آفرینی !	نیوٹن کے مسائل یقینی . . !
اس فیض سے ہم بھی بہرہ ور ہوں	ہم بھی اس کان کے گہر ہوں !

(مشنوی صبح امید از شبلی اعظم گڑھی)

برٹش گورنمنٹ کے نور نظر شمس العلماء مسٹر شبلی نے دہریت، لائسنسیت، نیچریت اور
ندویت پھیلا کر انگریزی مخفی سازش کو خوب قوت پہونچائی دَا اَللّٰہُ وَا لکھنؤ کے کرتادھرتا
بن کر صلح کلیت کا اچھی طرح پرچار کیا۔

سر سید احمد خاں کے قائم کردہ علی گڑھ کالج میں ایک انگریز پروفیسر مسٹر آرنلڈ فلسفہ پڑھانے کے لئے مقرر تھا۔ مولوی شبلی صاحب نے زمانہ قیام علی گڑھ کالج میں آرنلڈ کی صحبت اختیار کی اور اس سے فلسفہ کا درس حاصل کرتے رہے پھر تو اس انگریز پروفیسر کی تعلیم و تلقین نے مولوی شبلی کے دل، دماغ اور ذہن پر خوب گہرا نیچری رنگ چڑھا کر انہیں روشن خیال مسٹر بنا دیا۔

سر عبد القادر بیرسٹرایٹ لا، سابق ایڈیٹر رسالہ مخزن لاہور مقدمہ بانگ درا کے مفعول پر انگریز پروفیسر آرنلڈ کی تدریسی شان کی تعدیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

..... پروفیسر آرنلڈ جو اب سرٹامس آرنلڈ ہو گئے ہیں اور انگلستان میں مقیم ہیں غیر معمولی قابلیت کے شخص ہیں قوت تحریر انکی بہت اچھی ہے اور وہ علمی جستجو اور تلاش کے طرز جدید سے خوب واقف ہیں۔ انھوں نے (لاہور آنے سے) پہلے علی گڑھ کالج کی پروفیسری کے زمانہ میں اپنے دوست مولانا شبلی (اعظم گڑھی) مرحوم کے مذاق علمی کو پختہ کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی۔ (مقدمہ بانگ درا از سر عبد القادر)

باقی انگریز اساتذہ پروفیسر آرنلڈ، انگریزی مخفی سازش کے فروع میں خوب کامیاب رہا کہ اس نے ایک مسلمان کہلانے والے علامہ اور مولانا کو متعصب نیچری اور ٹھوس دہریہ بنا کے چھوڑا۔

فَبَيِّنْ اِنَّ اللّٰهَ مُقَلِّبُ الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ

اسی انگریز اساتذہ سے پائے ہوئے نیچری ذوق کے باعث مولوی شبلی نے اپنی کتابوں میں جا بجا بہت سے معجزات کا اپنی قابلیت کے پردے میں انکار کیا ہے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کے سلسلے میں بہت سی حدیثوں کو موضوع اور باطل قرار دیا ہے اور اس طرح اپنی حدیث دانی چمکانے کی ناکام کوشش بھی کی ہے یونہی مورخین سے مرعوب ہو کر تاریخی واقعات میں بے موقع اپنی تاویلات کو ٹھونسنا ہے۔ نیچری حضرات مولوی شبلی کی کتابوں پر جان چھڑکتے ہیں۔ الا فاضلات الیومیہ جلد پنجم ص ۱۵۲ زیر ملاحظہ ۲۵۵ پر ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے

..... ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فلاں صاحب نعمانی (یعنی شبلی اعظم گڑھی) نے سیرت نبوی لکھی ہے جس پر آج

کی کہ نہ پوری فریفتہ ہیں۔

ہمیں مولوی شبلی کی حدیث فہمی اور تاریخ دانی سے بحث نہیں کرنی ہے ہمیں فی الحال بتانا یہ ہے کہ برطانوی شہرہ پاکر مولوی شبلی نے بھی مقدس اسلام کا علیہ بگاڑنے اور مسلمانوں کے عقائد و ایمان خراب کرنے میں اہم ریکارڈ قائم کیا ہے ہندوی مذہب نے ان کے ہاتھوں قوت پائی۔ مدوۃ العلما لکھنؤ انھیں مولوی شبلی مولوی محمد علی کانپوری جیسے چند پجری لیڈروں اور صلیحی مولویوں نے قائم کیا الافاضات ایومیہ جلد پنجم ص ۱۱۰ زیر ملاحظہ ۱۸۸۱ء میں ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے فرمایا۔

مذت تک رہا جن کی طبیعت میں بالکل نیچریت تھی وہی سرید احمد خاں کے قدم بقدم ان کی رفتار ہی وہی جذبات وہی خیالات کوئی فرق نہ تھا۔

ہندوی مذہب کا حاصل اور پوڑیہ ہے کہ جو شخص اسلام کا کلمہ پڑھتا ہو خواہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہے یا قرآن مجید کو ناقص مانے۔ قیامت کا اقرار کرے یا انکار کرے۔ جنت دوزخ، حساب و کتاب کو مانے یا نہ مانے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم کرے یا حضور کے بعد اور نبیوں کا آنا بھی جائز مانے غرض کچھ بھی عقیدہ رکھے بس کلمہ پڑھے تو ہندوہ کے نزدیک وہ مسلمان اور ہندوہ کا ممبر ہے۔ ملاحظہ ہوا اعلام ضروری "ص ۱۰ مصنفہ مولانا مفتی محمد ضیاء الدین سیلی بھیتی علیہ الرحمہ۔

ہندوی لیڈروں کا کہنا تھا کہ اسلام میں جتنے فرقے ہیں سب حق پر ہیں سب کو آپس میں مل جل کر رہنا چاہئے۔ کسی فرقے کو کاہنہ و مرتد کہنا ٹھیک نہیں اس سے مسلمانوں میں انتشار اور پراگندگی ہوتی ہے۔ آپس کی مذہبی لڑائی سے مسلمانوں کی طاقت ختم ہوتی جا رہی ہے لیکن وہ لیڈر حضرات اتنا نہ سوچ سکے کہ نیچریت اور صلیح کلیت پھیلا کر اور علمائے اہلسنت کو لڑا کو بتا کر خود ہی مسلمانوں میں انتشار، خلفشار، فتنہ، فساد مچا رہے ہیں۔

یہی مولوی شبلی صاحب ہیں جو ایک طرف صلیح کلیت کا نقارہ بجا کر ہمدرد اسلام بننے کا ڈھونگ رہ رہے تھے اور دوسری طرف دہریت و نیچریت کی اشاعت کر کے انگریزوں کی وفاداری کا ثبوت دے رہے تھے چنانچہ وہ اپنی کتاب الکلام ص ۱۱۱ میں لکھتے ہیں کہ

_____۔ ارسطو کا اصل مذہب یہ ہے کہ عالم (خدا کے تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا نہیں

بلکہ) قدیم ہے لیکن اس کی حرکت حادث ہے اور خدا اسی حرکت کا خالق (پروردگار) ہے اسی بنا پر ارسطو نے خدا کے (وجود کے) ثبوت میں حرکت سے استدلال کیا ہے حکماء اسلام میں ابن رشد کا یہی مذہب ہے۔ بوعلی سینا بھی عالم کے قدیم ہونے کا قائل ہے۔ _____۔

دیکھئے سٹر شلی کے نزدیک جن لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ زمین و آسمان، چاند سورج سمندر، پہاڑ وغیرہ کو خدا نے نہیں پیدا کیا ہے بلکہ یہ سب چیزیں اپنے آپ پیدا ہیں ایسے لوگوں کو سٹر شلی نے حکمائے اسلام میں گن دیا یعنی یہ لوگ مسلمان ہونے کے ساتھ حکمت و دانش والے ہیں۔ خود سٹر شلی کا کیا عقیدہ ہے۔ تازہ دم اس کو بھی سنئے۔ اپنی اسی کتاب الکلام ص ۵۵ میں لکھتے ہیں کہ

_____۔ ہم کو اس سے انکار نہیں کہ عالم اجزاء ذی مقراضی سے بنا ہے اور ہم کو یہی تسلیم ہے کہ عالم قدیم ہے جیسا کہ خود مسلمانوں کا ایک فرقہ معتزلہ اور حکمائے اسلام یعنی فارابی ابن سینا اور ابن رشد کی رائے ہے۔ _____۔

یہ ہے سٹر آرنلڈ کی خصوصی تعلیم کا گہرا رنگ کہ اپنے کو مسلمان کہلاتے ہوئے بھی سٹر شلی نے دہریوں کا مذہب اختیار کیا اور عالم کو قدیم مان لیا اور اپنی لیڈری کے ذریعہ یہ فتنہ عظیم مسلمانوں میں پھیلا کر انہیں باور کرایا کہ یہی مذہب حکمائے اسلام کا ہے حالانکہ تمام ایمان والوں کا اتفاق ہے کہ عالم کا کوئی ذرہ کوئی حصہ بھی قدیم نہیں سب حادث ہے اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ مَحْرُکٌ، مُتَحَرِّکٌ اور حرکت سب کا خالق اللہ ہے۔ (جَلَّ جَلَالُهُ)

ایک مرتبہ ندوہ کے اصلاحی جلسہ میں مولوی شبلی کے خلاف جب، بلچل مچی تو انھوں نے فضا کو سازگار بنانے کے لئے بعد السلام مالک مطیع فاروقی دہلی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے اچانک ایک فتویٰ شائع کیا جس میں لکھا کہ میں عقیدہ اور فقہاء دونوں لحاظ سے اہلسنت و جماعت سے ہوں۔ دیوبندی مکتبہ فکر کے مشہور مفتی جناب مولوی کفایت اللہ دہلوی نے مولوی شبلی کے رد میں ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۱۳ء عیسوی میں ایک فتویٰ مرتب کر کے تحفہ ہندیہ پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا۔ مولوی کفایت اللہ اپنے مطبوعہ فتویٰ میں لکھتے ہیں۔

_____۔ جس باخبر شخص نے علامہ شبلی کی تصنیفات پڑھی ہیں اس پر علامہ کے

پرستارِ انِ نحریت

کے مرشد و رہنما علمائے اسلام نہیں

بلکہ یورپ کے رہنے والے انگریز ہیں

نحریت کے پرستاروں کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے کو سیاسی طاقت کے آگے سجدہ ریز رکھتے ہیں اور حکمران قوم کی وفاداری و غیر خواہی میں اپنا آبائی دین و مذہب بیچ کر حکمران قوم کے افکار و نظریات کو اپنے قلب و دماغ پر مسلط کر لیتے ہیں پھر خوشامد و چا پوسی کا زندہ پیکر بن کر حکمران قوم کے جھوٹے جھوٹے کارناموں اور اس کے افکار و نظریات کا ہر طرف پروپیگنڈا کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ ان کے ضمیر فروشی کا عالم یہ ہوتا ہے کہ حکومت وقت کی مجبوری تعریف کرنے میں ذرا سی بھی شرم و عزت محسوس نہیں کرتے۔ زمانہ گزشتہ میں جب کہ ہندوستان میں برطانوی حکومت کا سکڑواں تھا نحری مذہب کا ہر مولوی اور لیڈر اپنا آبائی دین فروخت کر کے الناس علیٰ دینِ ملوکِ ہم کی زندہ تصویر بن گیا تھا اور انگریزوں کی حمایت و اطاعت و وفاداری و غیر خواہی کو شرعی نقطہ نگاہ سے مسلمانوں پر ناز و روزہ کی طرح فرض و واجب قرار دے بیٹھا تھا چنانچہ نحریوں کے نمائندہ مولوی شبلی اعظم گڑھی کو جب معلوم ہوا کہ دیریں چند نظموں کی وجہ سے یوپی کا انگریز لفٹنٹ گورنر ناراض ہو گیا ہے تو انھوں نے ۱۳۳۲ھ ہجری مطابق ۱۹۱۴ء میں

اپنے ایک شائع کردہ بیان میں اپنی پرانی وفاداری و خیر خواہی کو یاد دلاتے ہوئے انگریزوں کو باور کرایا کہ میں آپ حاکمان وقت کی اطاعت و وفاداری کس طرح انحراف کر سکتا ہوں جب کہ ۱۹۰۹ء میں میں نے (ماہوار جریدہ) "المنار" میں ایک مستقل مضمون کے ذریعہ یہ ثابت کیا کہ مسلمانوں پر انگریزی حکومت کی اطاعت و وفاداری مذہباً فرض ہے (ٹیلی نامہ ص ۲۲۵) یہی بات کہ نیچر یوں نے انگریزوں کی اطاعت و وفاداری کو مسلمانوں پر فرض کیوں قرار دینا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پرستارانِ نبوت اپنے آبائی دین یعنی قدیم اسلام سے اپنے کو آزاد کر چکے تھے اور جدید اسلام کے اصول و ضوابط انھوں نے انگریزوں سے سیکھے جس کے باعث ان کی نگاہوں میں انگریزوں کا نظام سلطنت اسلام کے مطابق دکھائی دیتا تھا اس لئے انگریزی حکومت کی اطاعت و وفاداری کو اسلامی شرع کی رو سے فرض قرار دینا ان کے لئے ناگزیر تھا یہ نبی کریم ﷺ کی طرف جھوٹے کارناموں کی نسبت کرتے ہوئے اور ان کی خوشامد و چاپوسی، جھوٹی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "چونکہ مقصد اور جاہل اسلامی سلطنتوں کی نسبت، سلطنتِ برطانیہ (برٹش گورنمنٹ) بدرجہا اسلام کے موافق ہے اور اسلامی اصولوں مثلاً تحمل، ہمدردی، خلوص، طلب علم، استفادہ قدرت، تحصیل علوم و فنون، راستبازی، جفاکشی، استیصالِ غلامی، حکومتِ جمہوری، تعلیم نسواں، آزادیِ خیالات، کی معلم ہے اس لئے مسلمانوں پر اس کی شکرگزاری اور خیر خواہی واجب ہے۔ درحقیقت مسلمانوں کو اپنے اسلام کے بہت سے اصول انگریزوں سے سیکھنے چاہئیں۔ خدا نے بڑے انصاف سے ان کو ہمارا حاکم بنایا ہے۔"

مذکورہ بالا عبارت میں انبالوی ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے پرستارانِ نبوت کے افکار و نظریات کی سچی تصویر کھینچتے ہوئے واضح کر دیا کہ نیچریوں کے نزدیک

① مسلم ممالک کے مقابلہ میں برطانیہ کی ملحدانہ حکومت گویا اسلامی سلطنت ہے۔

② اور مسلمانوں پر نصرا نیوں کی اس ملحد برطانوی گورنمنٹ کی شکرگزاری اور خیر خواہی واجب ہے۔

③ درحقیقت اسلامی اصول و ضوابط پر جس قدر انگریزوں کو عبور ہے اتنا علمائے اسلام کو نہیں

اس لئے مسلمانوں کو اپنے بہت سے اسلامی اصول علمائے دین کے بجائے نیچریوں کے مذہبی رہنما انگریزوں سے حاصل کرنا چاہئے۔

③ جس طرح مسلمان کہلانے والے نیچریوں کی یہ حق پسندی ہے کہ انھوں نے انگریزوں کو اپنا اسلامی رہنما مان لیا ہے یہ عدائے تعالیٰ کا بڑا انصاف ہے کہ اس نے ہندوستانی مسلمانوں کو انگریزوں کا محکوم کیا اور انگریزوں کو ان کا حاکم بنایا۔

اب تو یہ حقیقت بالکل مرہاں ہو گئی کہ پیشوایانِ نیریت سر سید احمد خاں، الطاف حسین حالی، مولوی شبلی اعظم گڑھی وغیرہ نے برٹش گورنمنٹ کی عظمت و بڑائی کا جو گیت گایا ہے وہ حق نمک ادا کرنے کے لئے تھا۔ اور اپنی تصنیفات تفسیر القرآن، مسدس حالی، مثنوی صبح امید، الکلام وغیرہ میں اسلامی عقائد و دینی مراجع کے خلاف جن عقائد و نظریات کا اظہار کیا ہے وہ سب ان لوگوں نے اپنے رہنما انگریزوں سے ہی سیکھا اور حاصل کیا تھا۔

اللہ، اللہ۔ جن جاہل انگریزوں کو اسلامی تعلیم کے مطابق استنبار کرنا نہیں آتا، جن کے پتلون کی میانی پیشاب جیسی ناپاک چیز سے آلودہ رہا کرتی ہے، جو جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے پیشاب کرتے ہیں، جن کا مطلع نظر صرف دنیا کا حاصل کرنا ہے، جن کو آخرت سے کوئی تعلق نہیں، جن کے نزدیک زنا کاری جیسی گندی چیز بالکل حلال ہے جن کے یہاں شراب شیر مادر ہے جنہوں نے عورتوں میں مغربی تعلیم اور یورپی فیشن پھیلا کر ان کی عزت و آبرو کو لوٹ لیا، جنہوں نے مغربی تہذیب کے ذریعہ عورتوں کی شرم و غیرت کا پانی اتار کر ان کو کتیا کی صف میں کھڑا کر دیا۔ جن کے عقائد و خیالات خالص الٰہ و زندہ پر مشتمل ہیں وہ نیچریوں کے مسلک کے مطابق اس قابل ہیں کہ مسلمان ان سے اپنے اسلامی اصول سیکھیں۔ یہ ہے سیاسی طاقت کے سامنے سجدہ ریز رہنے کا ہونا ک نیتجہ۔ مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین



انگریزوں کے جان نثار علماء

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے موقع پر علمائے ہند کا دو گروپ تھا ایک حضرت مولانا شاہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے رفقاء کار کا جنہوں نے انگریزی راج کے خلاف اعلان جہاد فرما کر آزادی ہند کا علم (جھنڈا) بلند کیا۔ دوسرا گروہ مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی قاسم نانوتوی اور علمائے دیوبند کا جو انگریزی راج کا خطبہ پڑھ رہا تھا اور انگریزوں کا قدم جمانے کے لئے مسلمانوں کو بہلا دے دے رہا تھا۔ جنگ آزادی والوں سے لڑتے ہوئے ان کا خون بہا رہا تھا۔ علمائے دیوبند کی معتبر کتاب تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۳۷ میں مولوی عاشق الہی دیوبندی لکھتے ہیں کہ

_____ جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کپنی (انگریزی حکومت) کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم (جھنڈا) قائم کیا۔ _____

اس حوالہ نے صاف کھول کر بتا دیا کہ علمائے دیوبند اور انگریزوں کے درمیان ساز باز ہے وہ انگریز جو مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل چکا ہو جس نے مسلمانوں کی نعش کو درختوں پر لٹکا کر چیل کوڑوں سے پھرایا ہو وہی انگریز جس نے مسجدوں کو گھوڑوں کی لید سے نجس کیا ہو۔ ہاں ہاں وہی انگریز جس نے آخری مغل بادشاہ ظفر کے ناشتہ میں ان کے لڑکوں کا سر بھجھا ہو وہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، مولوی خلیل احمد صاحب، مولوی عاشق الہی صاحب اور دیگر علمائے دیوبند کی نظر میں رحمدل، مہربان ہے۔ اس کے ظلم و ستم کا زمانہ امن و عافیت کا زمانہ ہے اور رہا مولوی عاشق الہی دیوبندی کا جنگ آزادی کے مجاہدین مولانا شاہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے ساتھیوں کے متعلق باطنی، فسادِ اور فتنہ پرور ہونے کی نشان دہی کرنا تو یہ کسی رازدارانہ معاہدہ کا پتہ دے رہا ہے۔ وہابیوں کے مولانا عاشق الہی دیوبندی لکھتے ہیں کہ

marfat.com

Marfat.com

شروع ۱۲۷۹ھ ہجری نبوی ۱۸۶۹ء وہ سال تھا جس میں حضرت امام ربانی
(مولوی رشید احمد گنگوہی) قدس سرہ پر اپنی سرکار (انگریزی) سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا۔
(تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۷۳)

یہی مولوی عاشق الہی دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ

جب (۱۸۵۷ء کی) بغاوت و فساد کا قصہ فرو ہوا اور رحمدل (انگریزی)
گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پاکر باغیوں (جنگ آزادی والوں) کی سرکوبی شروع کی تو جن بزدل
مفسدوں کو سوائے اس کے اپنی رہائی کا کوئی چارہ نہ تھا کہ جھوٹی سچی تہمتوں اور مخبری کے پیشہ سے
سرکاری خیر خواہ اپنے کو ظاہر کریں انھوں نے اپنا رنگ جمایا اور ان گوشہ نشین حضرات (مولوی رشید
احمد گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی) پر بغاوت کا الزام لگایا۔ (تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۷۳)
بیشک بیشک جن پیشہ ور بزدل دہابیوں نے برطانیہ کے دلی خیر خواہ مولوی رشید احمد گنگوہی
اور انگریزوں کے جاں نثار مولوی قاسم نانوتوی پر باغی ہونے کا الزام لگایا اور اس طرح انگریزوں
کے خیر خواہ بننے کی کوشش کی وہ ضرور غلط راستے پر تھے اس لئے کہ تاریخی حقائق خود ہی گواہ ہیں کہ
پیرمیاں سید احمد رائے بریلوی، مولوی اسماعیل دہلوی، وہابی لیڈر سرشید احمد خاں، مسٹر الطاف
حسین حالی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی دویزہ پیشوایان واپسہ انگریزوں کے وفادار
اور خیر خواہ رہے ہیں۔ انگریزوں کی حمایت میں لڑے ہیں۔ ان پر اپنی جانیں نثار کی ہیں۔ آزادی
کے طلب گاروں کا بے دریغ خون بہایا ہے تو ان حقائق کی موجودگی میں مولوی رشید احمد اور مولوی
قاسم نانوتوی صاحبان کو انگریزی حکومت کا باغی کہنا قطعاً بہتان سراسر الزام ہے۔ کیوں کہ انگریزی
حکومت جب خود دہابیوں کی اپنی ہی حکومت ہے جیسا کہ بانی دہابیت مولوی اسماعیل دہلوی نے
انگریزی حکومت کو اپنی حکومت قرار دیا اور خود مولوی عاشق الہی دیوبندی مصنف تذکرۃ الرشید
نے متعدد جگہوں میں انگریزی حکومت کو اپنی سرکار لکھا ہے تو پھر اپنی ہی حکومت سے بغاوت
کے کیا معنی؟

تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۷۹ میں ہے کہ

www.marfat.com

میں مارے گئے۔

تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۱۰۱ میں ہے۔

۔۔۔۔۔ اور (مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی) سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں (انگریز) سرکار کا فرمانبردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام (بغاوت) سے میرا بال بھی بیگانہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار (انگریز) مالک ہے اُسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔۔۔۔۔
 اللہ اللہ۔ شہنشاہِ دین و دنیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں اکڑ اور سرتابی کا یہ عالم کہ جس کا نام مُحمَّد ہے وہ کسی چیز کا بھی مختار نہیں اور انگریز کے قدم پر سربسود ہوئے تو اس بری طرح کہ آپ ہی اُن داتا ہیں۔ سرکار ہی مالک و مختار ہیں جو چاہیں سو کریں۔ یہ ہے رسول دشمنی اور انگریز دوستی کا جیتا جاگتا مظاہرہ۔

یہ اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار ہے کہ اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے سرتابی کرنے والا انگریز کو اپنا مالک و مختار ٹھہرا کر اس کے دامن میں اپنی زندگی کی پناہ ڈھونڈ رہا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں دیوبندی توحید کے علمبردار ملا رشید احمد صاحب گنگوہی کے عقیدہ توحید کی قلعی بھی کھل گئی کہ انگریز کو اپنی زندگی اور موت کا مالک تسلیم کر لیا حالانکہ اس موقع پر ایک مردِ مومن کی بولی یہ ہوتی ہے کہ انگریز اگر دشمن ہے تو ہوا کرے میں اپنے رب تبارک و تعالیٰ کا فرمانبردار ہوں۔ مرضی مولیٰ ازہم اڈلی جو میرے رب کو منظور ہوگا وہی ہوگا میرا سر نیازِ رضائے الہی پر خم ہے۔ اس کی بارگاہِ احدیت سے سرتابی کی مجال نہیں مگر جناب گنگوہی صاحب فرماتے ہیں میں تو اپنے سرکار انگریز کا فرمانبردار رہا ہوں اور انگریز بہادر ہی میرے مالک و مختار ہیں میری موت اور زندگی انھیں کے ہاتھ ہے فاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

یہی مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب ہیں جنھوں نے انگریزوں کی خواہش کے مطابق اپنی مہرِ سرکار کے سائے میں بے خوف ہو کر عقائدِ کفریہ اور خیالاتِ باطلہ کا خوب پرچار کیا ہے اور دل کھول کر اللہ وس سخیول کی جناب میں گالیاں لکھی ہیں اور ہندوستان میں وہابیت اور دیوبندیت پھیلا کر اختلاف و انتشار، فتنہ و فساد لڑائی اور جھگڑے کا ایک نہ کٹنے والا سلسلہ

قائم کر دیا ہے اور اس طرح مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر اپنے مالک و مختار انگریزوں کی خوفناک سازش کو خوب کامیاب بنایا ہے۔ انہوں نے پہلے تو یہ عقیدہ گڑھ کر پھیلایا کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹا ہونا ممکن ہے (براہین قاطعہ ص ۱۲) پھر اپنے دستخطی مہری فتویٰ میں یہ لکھا کہ ”وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے“ یعنی یہ بات ٹھیک ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ جھوٹا ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔

رسالہ تقدیس القدر جس کو جاں نثار برطانیہ مولوی رشید احمد صاحب نے خود لکھا اور اپنے معتبر شاگرد محمد حسین مراد آبادی کے نام سے شائع کیا۔ اس کے صفحہ ۸ پر لکھا ہے کہ

_____ جوازِ وقوئی میں بحث ہے۔ (تقدیس القدر ص ۱۲) _____

یعنی اب گفتگو اس بات میں ہے کہ خدا جھوٹ بولا _____ نعوذ باللہ من ذالک۔

یہی مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب تقدیس القدر ص ۹ میں لکھتے ہیں کہ گفتگو جوازِ وقوئی میں ہے نہ جوازِ امکانی میں۔

یعنی خدائے تعالیٰ کا جھوٹ ہونا ممکن تو ہے ہی لیکن اب گفتگو اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولا اس سے جھوٹ واقع ہو چکا۔ نعوذ باللہ تعالیٰ۔

یہی مولوی رشید احمد صاحب جو زندگی بھر انگریزوں کے دلی بیخوار رہے انہوں نے پیشوائے انبیاء سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ پاک میں کھلم کھلا گستاخی کرتے ہوئے براہین قاطعہ ص ۵ میں ظاہر کیا کہ۔

_____ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم ہے۔

انہیں مولوی رشید احمد گنگوہی نے گستاخوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے براہین قاطعہ ص ۲ میں بیان کیا کہ

_____ بیخبر عالم سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھائی کہنا قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ _____

عہ تقدیس القدر کے تمام حواشی و شواہد کتابت و منقول ہیں۔

یہی حضرت گنگوہی صاحب ہیں جنہوں نے ایک جعلی جھوٹی گمراہ کن ایمان سوز حدیث گڑھ کر گستاخ
وہابیوں کو بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گستاخی و بے ادبی کرنے کی تعلیم دی ہے جیسا کہ
وہ اپنے فتاویٰ رشیدیہ محبوب مطبوعہ کراچی ص ۵۵ میں لکھتے ہیں کہ
————— چونکہ حدیث میں آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ

مجھ کو بھائی کہو یاں رعایت تقویٰ الایمان میں اس لفظ کو لکھا ہے —————
محترم ناظرین! ”مجھ کو بھائی کہو“ یہ سرکار اعظم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں بلکہ
خود مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب نے اپنی طرف سے اپنے مقتدا اسماعیل دہلوی کی اتدھی محبت
میں ڈوب کر اس جعلی قول کو گرٹھا اور اسے حدیث رسول ٹھہرا دیا ہے۔ آج سے آٹھ سال پیشتر میں
نے بڑھیا ضلع بستی سے دارالعلوم دیوبند، کنز العلوم ٹانڈہ ضلع فیض آباد، ایچارالعلوم مبارک پور
ضلع اعظم گڑھ، غیر مقلد محدث عبد السلام بستوی دہلی کے نام اکنالہ جمنٹ کے ساتھ رجسٹرڈ پیاں مع
جوابی لغافہ روانہ کیں۔ اور مذکور بالا جعلی حدیث گنگوہی کا پتہ دریافت کیا۔ آخر اللہ کر کے علاوہ سب
دس گناہوں سے جواب آیا کہ ہمیں اس حدیث کا پتہ نہیں معلوم غیر مقلد محدث صاحب نے بار بار ذریعہ پوسٹ
کا رڈیا دوہانی کے باوجود اب تک کوئی جواب نہیں دیا اور جواب کیلئے میرا بھیجا ہوا لغافہ انھوں نے واپس نہ کیا۔
مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند جنہوں نے مولوی گنگوہی صاحب کی ہمراہی میں
اپنے آقا انگریز پر جاں نثاری کرتے ہوئے جنگ آنا دی والوں سے اٹل پہاڑ کی طرح جم کر جنگ کی کانٹوں
نے بھی نئے کفری عقائد پھیلا کر مسلمانوں کو دین و ایمان جگاڑنا اور انھیں دیوبندی بنانا شروع کیا اور اس طرح
انگریزوں کی خطرناک سازش کو بھرپور قوت پہنچائی۔ انھیں مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے قادیانی
مذہب کو سہارا دیتے ہوئے کتاب تحفۃ الاناس لکھی جس میں انھوں نے حضور خاتم الانبیاء سرکار
مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننے سے انکار کیا ہے اور مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی
کوشش کی ہے کہ خاتم النبیین کا معنی نبی آخر الزمان سمجھنے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے لئے کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی چنانچہ وہ اپنی کتاب تہذیر الناس ص ۵۵ میں لکھتے ہیں کہ
————— حوام (جاہلوں) کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے

کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم (سمجھ دار لوگوں) پر روشن ہو گا کہ تقدّم یا تاخّر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

پھر تحذیر الناس ص ۲۱ میں لکھتے ہیں کہ

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمت

محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

تحذیر الناس کی ان دونوں کفری عبارتوں نے خوب واضح کر دیا کہ مولوی نانوتوی کے نزدیک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی آخر الزماں نہیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مثلاً نانوتوی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی نئے نبی پیدا ہونے کو جائز مانا۔ یہ تحذیر الناس وہی کتاب ہے جس نے گمراہی اور بیدینی پھیلا کر یکڑوں مسلمانوں کا ایمان برباد کر دیا۔ یہ کتاب اسلامی عقائد کے کس قدر مخالف ہے اس کا اندازہ کرنے کے لئے حوالہ ذیل ملاحظہ کیجئے۔

الافاضات الیومیہ حصہ چہارم ص ۵۵ زیر ملاحظہ ۹۲ میں ہے کہ دیوبندیوں کے پیشوا جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے فرمایا کہ

جس وقت مولانا (قاسم نانوتوی صاحب) نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی

نے ہندوستان بھر میں مولانا کی ساتھ موافقت نہیں کی بجز مولانا جلالی صاحب کے۔

مولوی تھانوی صاحب کے اس واضح بیان نے کھلم کھلا ثابت کر دیا کہ بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کی لکھی ہوئی کتاب تحذیر الناس ایسی باطل اور ایمان سوز ہے کہ خود مثلاً نانوتوی کے ہم مذہب دیوبندی مولویوں نے بھی ان کے ساتھ موافقت نہ کی۔ یہ اور بات ہے کہ سادہ لوح نادان عوام مسلمانوں کو دھوکا اور فریب دینے کے لئے مولوی اشرف علی تھانوی اور دیگر دیوبندی عالموں نے اٹھکھٹند میں تحذیر الناس کی تصدیق کر دی ہے کہا جاتا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی نے مدرسہ دیوبند جاری کر کے مسلمانوں پر بڑا بھاری احسان کیا ہے میری طرف سے گزارش

صلعم لکھنا حرام ہے۔ ہم لوگ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھتے ہیں عہد افاضات یومیہ میں یوں ہی ہے۔ ۱۲

ہے کہ ملا قاسم نانوتوی نے مدرسہ دیوبند جاری کر کے مسلمانوں کا دین و ایمان تباہ کیا۔ اسلامی عقائد کو کچلا۔ مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر انگریزی سازش کو کامیاب بنایا تو ان کا احسان ایمان والوں پر نہیں بلکہ وہابیوں کے سرپرست انگریزوں پر ہے۔

برٹش گورنمنٹ کا سالانہ وظیفہ

انگریزوں کی خوش قسمتی سے ان کو ایک ایسے مولوی صاحب علی گئے جو بلیک میں حافظہ قاری، حاجی، مدرس، مفتی، پیر و مرشد، قادری اور چشتی کے نام سے مشہور کئے گئے تھے اور وہ میں وہابیوں کے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی۔ انگریز تو پہلے ہی سے مطمئن تھے کہ وہابی مولوی پیدائشی طور پر انگریزی راج کے وفادار۔ جہاں نثار اور دلی خیر خواہ رہے اور یہی بس انھوں نے طے کر لیا کہ اگر مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو برطانوی پالیسی کا خصوصی آلہ کار بنالیا جائے تو ہماری اسکیم کو امید سے زیادہ کامیابی حاصل ہوگی کیونکہ مولوی تھانوی صاحب اپنے فتویٰ کے ذریعہ گمراہی اور بیدینی کا سیلاب بہا سکتے ہیں۔ پیری مریدی کی آڑ میں مسلمانوں کے درمیان فتنہ، فساد اور اختلافات کی آگ اس طرح بھڑکا سکتے ہیں کہ شہر و دیہات اور قصبہ جنگ و جدال کا اکھاڑ بن جائے گا۔ پھر تو برطانوی حکومت نے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو فرائض منصبی سپرد کر کے ان کے لئے چھ روپے ماہوار کا وظیفہ مقرر کر دیا لیکن یہ سب معاملات بڑی رازداری کے ساتھ طے کئے گئے تاکہ پبلک کو کانوں کان خبر نہ ہو سکے چنانچہ دیوبندیوں کے شاہد عادل مستند فاضل مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی نے جمعیتہ العلماء ہند کے وفد کے سامنے یہ بیان دیا کہ

..... دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اور آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت (برطانیہ) کی جانب سے ملتا تھا۔ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی

رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپے (انگریزی) حکومت دیتی ہے مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہ بھی نہ گزرتا تھا۔ (مکالمۃ الصدرین ص ۹)

یہاں ہمیں برٹش حکومت کے رازدارانہ عنوان سے کوئی بحث نہیں بلکہ یہ ثابت کرنا ہے کہ وہابیوں کی اپنی انگریزی سرکار جناب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کو سالانہ سات ہزار دوسو روپے کی لمبی رقم دیتی تھی۔ اب قابل غور امر یہ ہے کہ کیا مولوی تھانوی صاحب عیسائی برطانوی حکومت کے سرکاری پیر و مرشد تھے؟ کیا مولوی تھانوی صاحب انگریزوں کے سرکاری پیشوا تھے؟ آخر مولوی تھانوی صاحب سے انگریزی حکومت کو ایسی کون سی خصوصی عقیدت تھی کہ جس کے پیش نظر وہ ماہوار رقم حاضر خدمت کیا کرتی تھی۔ جو لوگ برطانوی پالیسی اور انگریز کی چاب بازی سے آگاہ ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ تھانوی صاحب نہ تو برطانیہ کے پیر و مرشد تھے نہ انگریزی حکومت کو ان سے کوئی عقیدت تھی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مولوی تھانوی صاحب انگریزی حکومت کے آلہ کار تھے۔ مسلمانوں میں بدعقیدگی اور وہابیت پھیلا کر پھوٹ ڈالنے کا کام محسن و خوبی انجام دیتے تھے اور پھوٹ ڈلوانا ہی انگریزوں کا مقصد تھا جس کے لئے وہ سات ہزار دوسو روپے کی لمبی رقم ادا کرتے تھے۔ واضح رہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی انگریزوں کے بڑے ڈلارے ایجنٹ (کارندہ) تھے۔ انگریز مولوی تھانوی صاحب کو ماہوار وظیفہ دینے کے ساتھ ساتھ ان کے آرام و آسائش کا بھی بڑا خیال رکھتے تھے چنانچہ الاقاصات الیومیہ حصہ چہارم ص ۶۹۷ زیر ملاحظہ ۱۱۳۶ میں ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے بیان کیا کہ

..... ایک شخص نے مجھ (اشرف علی) سے دریافت کیا تھا کہ اگر تمہاری حکومت ہو جائے تو انگریزوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرو گے میں نے کہا محکوم بنا کر رکھیں گے کیوں کہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم بنا کر ہی رکھیں گے مگر ساتھ ہی اس کے (انگریزوں کو) نہایت راحت و آرام سے رکھا جائے گا۔ اس لئے کہ انھوں نے (یعنی انگریزوں نے) ہمیں (مولوی اشرف علی تھانوی کو) آرام پہنچایا ہے۔

عہ رابع الوقت سکھ سے تقریباً دو لاکھ سولہ ہزار روپے
 Marfat.com

یہی مولوی اشرف علی تھانوی صاحب ہیں جن کے پاس ان کے ایک مرید نے خط بھیجا جو ماہنامہ الامداد ص ۲۳ و صفحہ ۲۵۵ شمارہ ۵ جلد ۵ بابت ماہ صفر ۱۳۳۹ ہجری مطابق ۱۹۱۶ء عیسوی مطبوعہ مطبع امداد المطابع تھانہ بھون سے ذیل میں حرف بحرف نقل کیا جاتا ہے۔

_____ ایک روز کا ذکر ہے کہ (میں ماہنامہ) حسن العزیز دیکھ رہا تھا اور دو پہر کا وقت

تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا ارادہ کیا۔ رسالہ حسن العزیز کو ایک طرف رکھ دیا لیکن بندہ نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دل میں خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہو گئی اس لئے رسالہ حسن العزیز کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام (اشرف علی رسول اللہ) لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں۔ اس کو صحیح پڑھنا چاہئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے میا ختمہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ (یعنی اشرف علی رسول اللہ) نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہ صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجھ اس کے کہ برکت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر نا طاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے بدارک میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پرورد شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى بَيْتِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا أَشْرَفَ عَلَيَّ۔ حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے

روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

محترم ناظرین! تھانوی صاحب کے مرید کے اس خط کو پڑھ کر آپ حضرات تو یہی گمان کریں گے کہ تھانوی صاحب نے اپنے مرید کے خواب کو القائے شیطانی قرار دیا ہو گا اور بیداری والے کفری جملہ سے توبہ کی تلقین کی ہو گی اور رہا زبان کے بے قابو ہو جانے کا جھوٹا بہانہ تو اسے شیطانی فریب ٹھہرایا ہو گا مگر ان باتوں کے برخلاف تھانوی صاحب نے اشرف علی رسول اللہ اور نبینا اشرف علیٰ نبیینہ ولے مرید کی پیٹھ ٹھونکی اور ان صریح کفری جملوں کے بولنے سے مرید کو جو برائے نام کھٹک تھی اسے دغ کرتے ہوئے اس کی حوصلہ افزائی کی اور اسے اطمینان دلایا کہ خواب و بیداری کے جو واقعات تمہیں پیش آئے وہ صرف اس لئے تھے کہ خود تم مطمئن ہو جاؤ کہ تمہارا پیر تھانوی پیر و سنت ہے اب تھانوی صاحب کا اصل جواب ملاحظہ ہو لکھتے ہیں

جواب۔ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس (پیر) کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ۲۳، ۲۴ سوال ۱۳۲۵۔ (مذکور بالا الامداد ص ۳۵)

تھانوی صاحب نے مرید کا خط اور اپنا جواب رسالہ الامداد میں شائع کر کے اپنے مریدوں کو یہ تاثر دیا کہ جس مرید کی زبان سے بلا دریغ اشرف علی رسول اللہ ادا ہو جایا کرے وہ اطمینان رکھے کہ میں پیر کی محبت میں پکا ہوں اور میرا پیر تھانوی واقعی متبع سنت ہے اور جس کی زبان قابو میں ہو اور اشرف علی رسول اللہ کا کلمہ پڑھنے پر تیار نہ ہو وہ سمجھ لے کہ میں تھانوی کا کچا مرید ہوں۔ اور اگر یہ تاثر نہ دینا ہوتا تو تھانوی صاحب، مرید کے خط اور اپنے جواب کو کتاب میں شائع نہ کرتے انگریزی حکومت کی ٹھنڈی چھاؤں میں رہنے کا فائدہ تھانوی صاحب نے خوب حاصل کیا کہ جس گمراہی کو چاہا اسے بے خوف ہو کر پھیلایا۔

یہی مولوی اشرف علی تھانوی صاحب ہیں جنہوں نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام کے پیشوا سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں، جانوروں اور چوپایوں کے علم غیب کی طرح قرار دے کر حضور کی شان میں کھلی ہوئی گالی دی ہے جیسا کہ وہ اپنی کتاب حفظ الایمان ص ۹ میں لکھتے ہیں۔

۔۔۔۔۔ پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو غیب جاننے والا ماننا) اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہوں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو، بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔۔۔۔۔

شان رسالت میں بھی وہ گھنونی گالی ہے جس پر پوری ملت اسلامیہ رنج و غم سے سوگوار ہے لیکن انگریز کے پروردہ مولوی تھانوی صاحب "سیاں بھٹے کو تو اب ڈر کہ ہے کا" کے مطابق اپنی اخیر عمر تک اس گستاخی پراڑے رہے۔ پھر اس نجس گستاخ عبارت کی طرف داری کرتے ہوئے علمائے دیوبند کا اس کی حقانیت پر مضامین اور کتابیں لکھنا نیز بحث و مناظرہ کرنا روشن ثبوت ہے کہ انگریز سالانہ سات ہزار دو سو پچھترے خرچ کر کے بہت فائدے میں رہے اس سودا میں انھیں گھٹانا نہ رہا۔

اب لگے ہاتھوں دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت کے بارے میں بھی ایک ضروری حوالہ ملاحظہ کرتے لیجئے

کاملۃ الصدرین مرتبہ طاہر احمد قاسمی ص ۱۱ میں ہے کہ

۔۔۔۔۔ مولانا حفظ الرحمن صاحب (سیو ہاروی ناظم اعلیٰ جمیعۃ العلماء ہند) نے کہا ایاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تبلیغی تحریک کو ابتداء (شروع شروع میں) حکومت برطانیہ کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔۔۔۔۔

مولوی ایاں سکاندھلوی دیوبندی کی قائم کردہ تبلیغی جماعت کے متعلق دہائیوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ وہ خالص اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں گھوم گھوم کر مسلمانوں کو کلمہ توحید لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ پڑھاتی اور نماز وغیرہ سکھاتی ہے اسی تبلیغی جماعت کے بارے میں دیوبندی دہائیوں کے مستند عالم مولوی حفظ الرحمن ناظم جمیعۃ العلماء ہند شہادت دے رہے ہیں کہ نصرانیوں کی انگریز گورنمنٹ تبلیغی جماعت کو حاجی رشید احمد کی معرفت روپیہ دیتی تھی۔ تو کیا کوئی بھی مسلمان یہ باور کر سکتا ہے کہ مثلیٹ پرستوں کی انگریز گورنمنٹ کلمہ توحید لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تبلیغ، نماز، روزہ وغیرہ کی اشاعت

صلى الله تعالى عليه وسلم ۱۲

marfat.com

Marfat.com

کے لئے تبلیغی جماعت کو روپیہ دیگی؟ ہرگز نہیں تو واضح ہو گیا کہ کلمہ اور نماز وغیرہ کی نائشی تبلیغ کی آرٹیں اسلام کے خلاف کوئی گہری سازش ضرور درہ کلمہ طیبہ کی تبلیغ، نماز وغیرہ کی اشاعت کے لئے انگریز گورنمنٹ کا روپیہ خرچ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ انگریزوں نے وہابی مولویوں سے رازدارانہ معاہدہ کر رکھا ہے کہ تم مجھ سے روپیہ لے کر مسلمانوں کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لو اور جب ان پر قابو پاؤ تو اپنے ٹکڑوں اور اتباع شریعت کا ڈھونگ رچ کر مسلمانوں میں نئے نئے عقیدے پھیلاؤ۔ اولیائے کرام کی قبروں پر جانے والوں کو بدعتی کہو۔ یا غوث، یا رسول اللہ پکارنے والوں کو مشرک کہو، میلاد و قیام کرنے والوں پر پھبتی کسو، تو مسلمانوں میں خود ہی پھوٹ پڑ جائے گی۔ اس طرح سے ہمارا اور تمہارا دونوں کا مقصد حاصل ہوتا رہے گا۔ تم ایک ٹولی کے قائد و پیشوا بن جاؤ گے اور ہم بھی مسلمانوں کو اختلاف و انتشار کی آگ میں جلتے ہوئے دیکھ کر چین و سکون کی بانسری بجائیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انگریزوں کے مقرر کردہ مولوی اور لیڈر جو بھارتی حکومت کے دلی خیر خواہ، وفادار اور جاں نثار بن چکے تھے انھوں نے ساڑھے تیرہ سو برس سے زیادہ قدیم اور پرانے اسلام کی صورت بگاڑنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی اور اپنے آقا انگریز کی خوفناک سازش کو قوت پہنچانے اور انگریزی حکومت کو مستحکم و مضبوط بنانے کے لئے اختلاف و انتشار، فتنہ و فساد کا ہولناک آتش کدہ تیار کر کے اس میں مسلمانوں کو نہایت بے دردی کے ساتھ جھونک دیا اور اس طرح ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھیر کر مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

ملا فسادى شاہ جناب خلیل احمد بہرائچى دیوبندى اپنی مایہ ناز کتاب فسادى ملا صفحہ ۱۰
سطر ۳۴ میں لکھتے ہیں کہ

_____ انگریزوں نے علمائے حق کے مقابلے کے لئے شکم پرست بندگانِ زر

بدعتی ملاؤں کو اپنا آلہ کار بنایا۔

ملا فسادى شاہ جناب خلیل احمد بہرائچى دیوبندى کی نگاہ میں وہابی مولوی ہی علمائے حق اور سنی علماء انگریزوں کے آلہ کار تھے چنانچہ وہ اپنے اس مضمون بالا میں علمائے اہلسنت ہی کو شکم پرست اور بدعتی ملا کہہ رہے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ملا خلیل احمد صاحب بہرائچى اپنی دیوبند

کے باعث مولویان و ہابریہ کی بیجا حمایت اور ناحق طرف داری میں بُری طرح اندھے ہو چکے ہیں ورنہ حیات طیبہ تاریخ مجیدہ اور تذکرۃ المرشدین وغیرہ کتابوں نے کھلم کھلا بیان کر دیا ہے کہ ہر میاں سید احمد، مولوی اسماعیل دہلوی، وہابی لیڈر سر سید علی گڑھی، الطاف حسین حالی، میرٹھیاں و ہابریہ مولوی رشید احمد، مولوی قاسم بانی مدرسہ دیوبند، مولوی ایلاس کاندھلوی بانی تبلیغی جماعت، مولوی اشرف علی صاحب تھانوی وغیرہ انگریزوں کے آلہ کار، جاں نثار، وفادار برطانوی پولیسکل ایجنٹ تھے لہذا شکم پرست، بندگان زر، بدعتی مٹا اور علمائے سیدھی وہابی مولوی اور لیڈر ہیں لیکن فتنہ پروروں اور فساد یوں کو حق سوجھائی نہیں دیتا۔ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَاٰلِهْمَا اِتِّبَاعَهُ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَاَرِ زُقْنَا اجْتِنَابَهُ۔

حسین احمد ٹانڈوی کے نام کے آگے مدنی ہونے کی وجہ۔ آپ ہندوؤں کے زرخیز، پاکستان کے مخالف اور کانگریسی جماعت کے اہم افسر تھے۔ آخر عمر تک رہے۔ آپ کو مدنی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ضلع فیض آباد تحصیل ٹانڈہ کے محلے مدن پورہ میں کچھ عرصہ قیام رہا۔ آپ کی تصنیف گالی نامہ شہاب الثقب، جس میں چھ سو پالیس گالیاں عاشق رسول امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کو لکھی گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اس کارنامے پر گستاخ رسول دیوبندی و ذریت نے آپ کو مٹوئی، پیر، شیخ الاسلام وغیرہ کے خطابات سے مشہور کیا۔ آپ کی اسی کاوش اور پاکستان دشمنی، فانی کانگریسی کو سراہتے ہوئے گستاخ رسول اپنے مدارس کا نام دارالعلوم مدنیہ، مدینۃ العلوم وغیرہ اور مساجد کا نام "مدنی مسجد" اسی طرح دیگر اداروں، دکانوں کے نام رکھتے ہیں۔ عوام خوش فہمی میں ان مدارس، مساجد، دکانوں کے نام کی نسبت و تعلق اللہ تعالیٰ کے محبوب کے محبوب شہر سے جگتے ہیں جب کہ نام رکھنے والے بار بار، طرح طرح سے بار آور کرتے ہیں کہ اس مدرسے، اس مسجد کا تعلق حسین احمد مدنی سے ہے۔ چنانچہ یہاں سکھر میں مدنی مسجد کا افتتاح کسی سال بلین کی شکل میں شاہی بازاریں آویزاں رہا کہ مدنی مسجد یادگار (دوسطروں میں القابات لکھ کر) حسین احمد مدنی سے ہے۔ کتے ہیں ایک تیرے دو شکار یا بھیک کی بھیک مایوں کے دیدار۔

گستاخ رسول دیوبندیوں کو پاکستان دشمنی اتنی پیاری اور محبوب ہے کہ اسعد مدنی جو کہ اپنے باپ کی طرح کانگریسی جماعت کا زور و زلف ہے۔ جب مسلمانوں کی قاتل اندرا گاندھی نے مدرسہ دیوبند کا صد سالہ جشن اسی کانگریسی سہوت سے کسی خاص سازش سے کرایا تو صدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو کامیاب کرانے کی غرض سے ارجنٹ ویزے اور بھارت سے لئے ہوئے مال پریکس معاف کالالچ بھی دیا۔ چونکہ اندرا گاندھی کا جشن میں مہمان خصوصی ہوتا مشہور تھا اور چندہ، انرجیات، انتظامات وغیرہ اور دیوبندی عالم اعتشام الحق تھانوی کے ایچ باقہ روم میں موت سے قبل کے بیان سے یہی ثابت ہوا کہ یہ جشن اندرا گاندھی ہی کر رہی ہے۔ بیسکی بیٹی روپے کو پانی کی طرح کیوں بہا رہی ہے؟ وہ صد سالہ جشن کے چند ماہ بعد مرزا آباد کے مسلمانوں کے قتل عام، سوروں کو عید گاہ میں جھونکے، دکانوں، مکانوں کو آگ لگا کر مسلمانوں کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کرنے پر تمام دیوبندیوں، وہابیوں خصوصاً ضیاء الحق کے غاموس پہنے سے بھی ظاہر ہوا۔

پاکستان دشمنوں سے محبت یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ایشیائی مسلم کانفرنس اور خصوصاً نظریہ پاکستان کانفرنس میں پاکستان کے دشمنوں کو جمع کرنا اور خصوصی مہمان خصوصی

مجدد اعظم کی آمد

اور الحاد و بے دینی کی کالی گھٹاؤں کا خاتمہ



مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کے زمانے سے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے زمانے تک ہندوستان کے مشہور رفیقاً مروج، مصلحوں، لیڈروں اور مولویوں کے مختصر حالات اور ان کے الحاد و بیدینی کا ایک ہلکا پھلکا خاکہ ہم مستند کتابوں کے حوالے سے پیش کر چکے جس سے آپ کو خوب اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اس طویل دور میں اسلام پر کتنے شدید حملے ہوتے رہے۔ سب سے پہلے مولوی اسماعیل صاحب اسلام پر حملہ کرتے ہوئے آواز بلند کرتے ہیں کہ تمام اولیاء اور انبیاء اللہ کے سامنے ایک ذرہ نہیز سے بھی کم تر ہیں (تقویت الایمان ص ۱۷) ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا (یعنی نبی ہو یا ولی) وہ اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی زیادہ ذلیل ہے (تقویت الایمان ص ۱۸) رسول اللہ کو غیب کی کیا خبر (تقویت الایمان ص ۱۹) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی چیز کے بھی مختار نہیں (تقویت الایمان ص ۲۰) معاذ اللہ تعالیٰ من ہذہ الاقوال الباطلہ۔

سرسید خاں علی گڑھی کا اعلان ہوتا ہے کہ جنت و دوزخ، جزا و سزا، اور وحی ربانی کوئی چیز نہیں، جبریل، میکائیل اور دیگر فرشتوں کا کوئی وجود نہیں (تفسیر القرآن مصنفہ سرسید) حالی

پانی تپا شوریکہ سید المرسلین افضل الانبیاء سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہم پر صرف اتنی بڑائی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایچ پی ہیں اور ہم ایچ پی نہیں (مسدس حاکمی) مرزا غلام احمد قادیانی ایک طرف حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں مے رہا ہے اور دوسری طرف اپنی جھوٹی بناوٹی نبوت کا نفاذ پھیل رہا ہے۔

مولوی شبلی صاحب ندویت اور صلح کلیت کا آزادانہ بے دھڑک پرچار کر رہے ہیں اور دہریوں کے عقائد باطلہ کو اسلامی تعلیمات میں ٹھونسے جا رہے ہیں۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بلا روک ٹوک دیوبندیت کی اشاعت کر رہے ہیں یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم غیب کے برابر قرار دے رہے ہیں۔ بہشتی زیور حصہ اول کے ہونا ک دہانے سے مسلمانوں کے اوپر کفر و شرک کے گولے برس رہے ہیں۔ مولوی قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی نئے نبی پیدا ہو سکنے کا صور پھونک رہے ہیں۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی خدائے تعالیٰ کے متعلق جھوٹ بولنے کا گندہ عقیدہ پھیلا رہے ہیں۔ ملک الموت اور ابلیس لعین کے علم سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کے کم ہونے کا شور مچا رہے ہیں۔ وہابیت، دہریت، لاندہ بیت، نیچریت، مرزائیت، دیوبندیت، ندویت اور صلح کلیت کی کالی کالی گٹھائیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں۔ الحاد و بیدینی کا دور دورہ تھا۔ دیوبندیت کا قانون اتنا سخت تھا کہ ادھر یا رسول اللہ کہا ادھر کفر و شرک کی توپ دم ہوئی۔ وہابیت کے دبدبہ کا عالم یہ تھا کہ جس نے یا غوث پکارا وہ مشرک، جس نے اپنے لڑکے کا نام عبد البنی یا عبد الرسول نبی بخش یا امام بخش، غلام محی الدین یا غلام معین الدین رکھ دیا وہ مشرک۔ میلاد شریف کی مجلس قائم کرنے والا مشرک کھڑے ہو کر سلام پڑھنے والا مشرک۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب داں مانتے والا مشرک حد یہ کہ دولہا کے سر پر پہرہ باندھنے والا مشرک، حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر سمجھنا کفر، اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے مدد مانگنا کفر، اولیائے کرام کو پکارنا کفر، نیاز و فاتحہ جرم، قبر پر اذان دینا جرم، عرس کرنا جرم، انبیاء عظام اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری کے لئے سفر کرنا جرم۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سبیل کرنا جرم۔ الغرض ساڑھے تیرہ سو برس سے زیادہ قدیم اور پرانے مقدس اسلام کی صورت بگاڑنے میں ان لوگوں نے کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا اور انگریزی حکومت کی وفاداری میں مسلمانوں کو متعدد فرقوں اور مختلف محلوں میں بانٹ

کران کو تباہی کے غار میں پہونچا دیا۔

اب جب کہ پورے ہندوستان کی فضا نچریت 'دہریت' و ہابیت و دیوبندیت کی تیز و تند آنڈھیروں سے غبار آلود ہو چکی تھی۔ الحاد و بیدینی کی گھٹا ٹوپ تاریکی چاروں طرف چھا چکی تھی۔ بد مذہبی اور بد عقیدگی کی کالی کالی گھٹاؤں نے ایمان و ہدایت کی روشنی کو ڈھانپ کر رکھا تھا۔ خود ساختہ مفکرین اسلام اپنی تاویلات سے اسلامی مسائل اور شرعی احکام کی اصلی شکلیں بگاڑ چکے تھے۔ محدث اور مولوی کہلانے والے اللہ قلدوس و مسبوح کی ردائے عظمت پر جھوٹ کا دھبہ لگا رہے تھے۔ مولانا اور مفتی بننے والے حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن اقدس پر بے ادبی اور گستاخی کا کینچہ چرسانا رہے تھے۔ دین کے ڈاکو مسلمانوں کا متاع ایمان لوٹتے جا رہے تھے۔ مذہب کے بھیڑیے مصطفیٰ پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑوں پر مسلسل حملے کئے جا رہے تھے۔ تو ان حالات میں مقدس اسلام کو ایک ایسے مجدد اعظم کی ضرورت تھی۔

○ جو حضور سراپا نور سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سچا وارث بن کر اپنی نورانی کرنوں سے بد مذہبی کی کالی گھٹاؤں کو تتر بتر کر دے۔

○ جو جلالِ موسیٰ علیہ التحیۃ و التنا کا پرتو بن کر اللہ تعالیٰ کی ردائے عظمت میں جھوٹ کا دھبہ لگانے والوں کو جلا کر راکھ کر دے۔

○ جو حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں پر قہر الہی کی بجلی بن کر گرے۔

○ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نائب بن کر اپنے قلمی تلوار سے تھانوی اور پنجابی مَسِیْلَمَہ کذاب کو موت کے گھاٹ اتار دے۔

○ جو امام اعظم ابو حنیفہ کا آئینہ بن کر اسلامی مسائل اور شرعی احکام کے چہروں سے گرد و غبار صاف کر کے ان کو اپنی اصلی شکل میں پیش کرے۔

○ جو حضور غوث اعظم شہنشاہ بغداد کا منظر بن کر الحاد کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں کو چیر دے۔

○ جو اپنے زمانے کا امام ابو منصور ماتریدی اور امام ابوالحسن اشعری بن کر ڈارون اور نیوٹن کے فلسفے کا شیشہ چکنا چور کر دے اور نچریت کی کھال ادا بھیڑ کر رکھ دے۔

○ جو آفتاب رشد و ہدایت بن کر دہائیت کی تیز و تند آندھیوں کا مقابلہ کرے۔

○ جو دین کا بادشاہ بن کر ایمان کے ڈاکوؤں کا بھیجا نکال کر باہر کر دے۔

○ جو محمدی کچھار کا شیر بن کر مذہبی بھیڑیوں کا قلع قمع کر دے۔

○ جو اپنے تجدیدی کارناموں سے امت مرحومہ کا دین تازہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مردہ سنتوں کو زندہ کر دے۔

چنانچہ پیارے اسلام کے محافظ حقیقی رب تبارک و تعالیٰ نے اپنے مقدس دین کی حفاظت و حمایت کے لئے ایک ایسے بندے کو پیدا فرمایا جو مذکورہ بالا اوصاف میں کامل ہونے کے ساتھ ساتھ اور دوسری بے شمار خصوصیات کا بھی حامل تھا۔ جانتے ہو یہ بندہ کون ہے؟ — اچھا ابھی آگے پڑھو۔

صحیح حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنَّ اللَّهَ يُبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةٍ سَنَةٍ مِّنْ مَّجْدَدٍ لِّهَا دِيْنُهَا (ابوداؤد شریف جلد ثانی ص ۲۴۱) یعنی ہر صدی کے ختم پر اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ ایک مجدد ضرور بھیجے گا جو امت کے لئے اس کا دین تازہ کر دے۔

اسلامی بولی میں مجدد ڈاؤسے کہتے ہیں جو امت کو بھولے ہوئے احکام شریعہ یاد دلانے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مردہ سنتوں کو زندہ فرامانے، فقہ و کلام کے الجھے ہوئے معرکہ الاراء مسائل کو سلجھانے، اپنی علانیہ سلوک کے ذریعہ اَعْلَاءُ کَلِمَۃِ الْحَقِّ فرما کر باطل اور اہل باطل کی جھوٹی شوکت کو مٹا دے۔

حدیث شریف کی رہنمائی کے مطابق جب ہم چودھویں صدی پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں ایک ایسا مجدد نظر آتا ہے جو چودھویں رات کے چاند کی طرح اپنی شان مجددیت میں درخشاں اور تاباں ہے فضل و کمال کیساتھ ہر ایک علم میں اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اپنے دین کے اس مجدد کو وہ بلند مرتبہ عطا فرمایا جس کے سامنے عرب، عجم، ہند و حرم کے بڑے بڑے علماء نے سر نیا زخم کئے جس کے علمی و تبلیغی شیار کے فلاسفہ لڑتے رہے جانتے ہو اس عظیم المرتبت مجدد کا نام کیا ہے؟ — اب ہم سے سنو اس کو یہ اناام محمد المصطفیٰ احمد رضا ہے جو اسلامی دنیا میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے نام سے مشہور ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اعلیٰ حضرت کا نسب



اور خاندانی حالات کا مختصر خاکہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بن حضرت مولانا نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں بن مولانا حافظ کاظم علی خاں بن مولانا شاہ محمد اعظم خاں بن حضرت محمد سعادت یار خاں بن حضرت محمد سعید اللہ خاں رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِمْ اَجْمَعِينَ۔

① حضرت محمد سعید اللہ خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قندھار (ملک افغانستان) کے با عظمت قبیلہ بڑیچ کے پٹھان تھے۔ حکومت مغلیہ کے زمانے میں لاہور تشریف لائے اور معزز عہدوں پر فائز رہے۔ لاہور کا شیش محل انھیں کی جاگیر تھا پھر وہاں سے دہلی تشریف لائے۔ اس وقت آپ شش ہزاری عہدے پر فائز تھے۔ دربار شاہی سے آپ کو شجاعت جنگ کا خطاب ملا

② حضرت محمد سعادت یار خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کو حکومت مغلیہ نے ایک جنگی مہم سر کرنے کے لئے روہیلکھنڈ بھیجا۔ فتحیابی کے بعد فرمان شاہی پہونچا کہ آپ کو اس علاقہ کا صوبہ دار بنایا گیا ہے لیکن اس وقت آپ بستر وصال پر تھے اور سفر آخرت کی تیاری فرما رہے تھے۔

③ حضرت مولانا محمد اعظم خاں علیہ الرحمۃ والرضوان بریلی تشریف فرما ہوئے۔ کچھ دن حکومت کے عہدہ وزارت پر فائز رہے پھر امور سلطنت سے بالکل الگ ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے لگے۔ آپ نے ترک دنیا فرما کر شہر بریلی کے محلہ ہٹاران میں اقامت اختیار

فرمانی۔ وہیں مزار پاک بھی ہے۔ آپ کا شمار صاحب کرامت اولیاء میں ہے۔

(۴) حضرت مولانا حافظ کاظم علی خاں علیہ الرحمۃ والبرضوان شہر بدایوں کے تحصیلدار تھے اس زمانے کا یہ عہدہ آج کل کے ڈی۔ ایم کے منصب کا قائم مقام تھا۔ دو سو سو روپے کی بٹالین آپ کی خدمت میں رہا کرتی تھی آپ کو آٹھ گاؤں معانی جاگیر میں ملے تھے۔

(۵) قَلْبُ الْوَقْتِ مولانا شاہ رضا علی خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانے کے بے مثل عالم اور ولی کامل گزرے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے خاندان میں آپ ہی کے وقت سے حکمرانی کا رنگ ختم ہو کر فقر و درویشی کا رنگ غالب آگیا ورنہ آپ سے پہلے بزرگوں کا یہ عالم تھا کہ شروع میں امور سلطنت کے عہدوں پر فائز رہتے پھر آخر میں اس سے الگ ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے لیکن یہ سلسلہ حضرت مولانا شاہ رضا علی کی ذات سے ختم ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے دنیوی حکومت کا کوئی عہدہ اختیار نہ فرمایا اور ابتداء ہی سے زہد و تقویٰ، فقر و تصوف کی زندگی گزاری۔ آپ کی ذات گرامی سے بہت سی کرامتیں ظہور میں آئی ہیں۔

(۶) حضرت مولانا شاہ نقی علی خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد ماجد شاہ رضا علی خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے آپ اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم بے مثل مناظر بے نظیر مصنف گزرے ہیں آپ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی و خدمت اور حضور انور کے دشمنوں پر غلظت و شدت کے لئے پیدا فرمایا تھا۔



اعلیٰ حضرت سر کی ولادت باسعادت

اعلیٰ حضرت کی ولادت باسعادت (پیدائش) دس شوال ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۴۶ء مطابق ۱۱ جیٹھ سدی ۱۹۱۲ھ سمیت روز شنبہ ظہر کے وقت شہر بریلی شریف محلہ جسولی میں ہوئی۔ پیدائشی نام ”محمدؑ“ اور تارخی نام المختارؑ ہے۔ خدایا مجد مولنا رضا علی نے آپ کا اسم شریف احمدؑ رضاؑ رکھا۔ خود اعلیٰ حضرت نے اپنی ولادت کا سن ہجری اس آیت کریمہ سے نکالا ہے۔

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ

۱۲

۱۳

۱۴

یعنی یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۚ

یعنی تو نہ پائے گا انہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ ان کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنہوں نے خدا اور رسول سے مخالفت کی ہے چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی۔

آیت کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دشمنوں سے نفرت کرے گا۔ ان سے بیزار ہو کر نکلا توڑ الگ رہے گا۔ ان سے میل جول دوستی

پڑھتے گئے جب لا (لام الف) کی نوبت آئی۔ استاذ نے فرمایا کہ لا م الف تو علیحضرت خاموش ہو گئے اور لا م الف نہیں پڑھا۔ استاذ نے دوبارہ کہا۔ میاں صاحب زادے! کہو لا م الف حضور نے فرمایا یہ دونوں حرف تو میں پڑھ چکا ہوں مالف بھی پڑھا اور لام بھی پڑھ چکا ہوں۔ اب دوبارہ کیوں پڑھایا جا رہا ہے؟ محفل بسم اللہ خوانی میں حضور کے جَدِّ اَفْحَدُ حضرت مولانا شاہ رضا علی خاں قدس سرہی نے بستر کا اَعَزِّیز موجود تھے فرمایا بیٹا! استاذ کا کہا مانو۔ جو کہتے ہیں۔ پڑھو۔ علیحضرت نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لا م الف پڑھا لیکن حضرت جد امجد کے چہرہ کی طرف مُسْتَفْہِرانہ نگاہ ڈالی۔ حضرت جد امجد نے اپنے فرست ایبانی سے بھانپ لیا کہ گویا یہ ننھا بچہ کہہ رہا ہے کہ آج کے سبق میں تو حُرُوفِ مُفْرَدَہ کا بیان ہے پھر ان کے درمیان ایک مرکب لفظ کیسے آگیا۔ اگرچہ بچے کی ننھی عمر کے اعتبار سے لام کے ساتھ الف ملانے کی وجہ بیان کرنا قبل از وقت بات تھی مگر حضرت جد امجد نے نور باطنی سے ملاحظہ کیا کہ یہ لڑکا فضل ربانی سے تعلیم علم و فن کا تاجدار ہونے والا ہے اس وقت بچہ کی عمر تو ضرور ننھی ہے مگر اس کا ادراک و شعور بفضلہ تعالیٰ ننھا نہیں اس لئے آپ نے علیحضرت سے فرمایا بیٹا! شروع میں سب سے پہلا حرف جو تم نے پڑھا ہے وہ حقیقت میں ہمزہ ہے الف نہیں اور اب لام کے ساتھ جو حرف ملا کر تم پڑھ رہے ہو وہ الف ہے لیکن چونکہ الف ہمیشہ ساکن رہتا ہے اور ننھا ساکن حرف کو کسی طرح پڑھا نہیں جاسکتا اس لئے لام کے ساتھ الف کو ملا کر اس کا بھی تلفظ کرا دیا گیا۔ علیحضرت نے فرمایا کہ اگر یہی مقصود تھا کہ الف کا تلفظ کرایا جائے۔ تو اسے کسی بھی حرف کے ساتھ ملا سکتے تھے مثلاً ب یا جیم یا طال کے ساتھ بھی ملا کر الف کا تلفظ کرایا جاسکتا تھا لیکن ان سارے حرفوں کو چھوڑ کر لام کے ساتھ الف ملا کر اس کی ادائیگی کرائی گئی۔ ایسا کیوں ہوا؟ لام سے الف کا خاص رشتہ کیسا ہے؟ علیحضرت کا یہ سوال سن کر حضرت جد امجد نے جوشِ محبت میں آپ کو گلے لگایا اور دل سے دعائیں دیں پھر فرمایا بیٹا! لام اور الف کے درمیان صُورۃ اور سیرۃ بڑا گہرا تعلق ہے۔ لکھنے میں دونوں کی صورت اور شکل ایک دوسرے کی طرح ہے دیکھو لا۔ لا۔ لا۔ اور سیرۃ یوں تعلق ہے کہ لا مرقہ قلب

الف ہے اور الف کا قلب لام ہے یعنی لۡ ا ف کے یچ میں الف اور ا ل ف کے یچ میں لام ہے گویا

من تو شدم تو من شدي من تن شدم تو جاں شدي
ما کس نگوید بعد ازیں من دیگر م تو دیگر می ۔

یعنی (اے مرشد تجھ میں فنا ہو کر) میں تو ہوا تو میں ہوا میں جسم بنا اور تو روح ہوا تاکہ کوئی شخص اس کے بعد یہ نہ کہے کہ میں اور ہوں تو اور ہے۔

ظاہری نگاہ میں تو حضرت جدا مجد نے اس الف لام کے مرکب لانے کی وجہ بیان فرمائی مگر باتوں ہی باتوں میں اسرار و حقائق رموز و اشارات کے دریافت و ادراک کی صلاحیت اعظم حضرت کے قلب و دماغ میں بچپن ہی سے پیدا فرمادی جس کا اثر بعد میں سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اعلیٰ حضرت اگر شریعت میں بیٹا نا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم بقدم ہیں تو طریقت میں سرکارِ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب اکرم ہیں۔

رسم بسم اللہ خوانی کے بعد اعلیٰ حضرت کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہو گیا آپ نے اپنی چار برس کی ننھی سی عمر میں جب کہ عموماً دوسرے بچے اس عمر میں اپنے وجود سے بھی بے خبر رہتے ہیں قرآن مجید ناظرہ ختم کر لیا۔ چھ سال کی عمر میں ماہ مبارک ربیع الاول شریف کی تقریب میں منبر پر رونق افروز ہو کر بہت بڑے مجمع کی موجودگی میں ذکر میلاد شریف پڑھا۔ اردو فارسی کی کتابیں پڑھنے کے بعد حضرت مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ سے میزان منشعب و غیرہ کی تعلیم حاصل کی پھر آپ نے اپنے والد ماجد تاج العلماء سند المتحققین حضرت مولانا شاہ نعمتی علی خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مندرجہ ذیل اکیس علوم پڑھے۔

(۱) علم قرآن (۲) علم تفسیر (۳) علم حدیث (۴) اصول حدیث (۵) کتب فقہ حنفی (۶) کتب فقہ شافعی و مالکی و حنبلی (۷) اصول فقہ (۸) جہل مہذب (۹) علم العقائد و الکلام (جو مذاہب باطلہ کی تردید کے لئے ایجاد ہوا) (۱۰) علم نحو (۱۱) علم صرف (۱۲) علم معانی (۱۳) علم بیان

(۱۳) علم بدیع (۱۶)، علم منطق (۱۶)، علم مناظرہ (۱۷)، علم فلسفہ مدلسہ (۱۸)، ابتدائی علم تکبیر (۱۹)، ابتدائی علم ہیئت (۲۰)، علم حساب جامع، تفریق، ضرب، تقسیم (۲۱)، ابتدائی علم ہندسہ۔

تیرہ برس دس مہینے پانچ دن کی عمر شریف میں ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ ہجری مطابق ۱۹ نومبر ۱۸۶۹ء عیسوی کو آپ فارغ التحصیل ہوئے اور دستار فیضیت سے نوازے گئے۔ اسی دن مسئلہ رضاعت سے متعلق ایک فتویٰ لکھ کر اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا۔ جواب بالکل صحیح تھا۔ والد ماجد نے ذہن نقاد و طبع وقاد دیکھ کر اسی وقت سے فتویٰ نویسی کی جلیل الشان خدمت آپ کے سپرد کر دی۔

آپ نے تعلیم طریقت حضرت مرشد برحق اساتذہ العارفین مولانا سید آل رسول مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کی مرشد برحق کے وصال کے بعد بعض تعلیم طریقت نیز ابتدائی علم تکبیر و ابتدائی علم جفر وغیرہ اساتذہ السالکین حضرت مولانا سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل فرمایا۔ شرح چغینی کا بعض حصہ حضرت مولانا جہد العلوی رام پوری علیہ الرحمہ سے پڑھا پھر فضل ربانی و فیض نبوی نے آپ پر عنایت کی خصوصی نگاہ ڈالی جس کے نتیجہ میں آپ نے کسی اتاذ سے بغیر پڑھے محض خدا داد بصیرت نورانی سے حسب ذیل علوم و فنون میں دسترس حاصل کی اور ان کے شیخ و امام ہوئے (۲۲) قرأت (۲۳) تجوید (۲۴) تہذیب (۲۵) سلوک (۲۶) علم اخلاق (۲۷) اسماء الرجال (۲۸) سیر (۲۹) تواریخ (۳۰) لغت (۳۱) ادب مع جملہ فنون (۳۲) ارثا طبعی (۳۳) جبر و مقابلہ (۳۴) حساب ستینی (۳۵) لغات ثنائت (لوگورٹم) (۳۶) علم التوقیت (۳۷) مناظرہ (۳۸) علم الاکر (۳۹) زیجات (۴۰) مثلث کروی (۴۱) مثلث مسطح (۴۲) ہیئت جدیدہ (انگریزی فلسفہ) (۴۳) مربعات (۴۴) منتہی علم جفر (۴۵) علم زائریہ (۴۶) علم فرائض (۴۷) نظم عربی (۴۸) نظم فارسی (۴۹) نظم ہندی (۵۰) انشاء نثر عربی (۵۱) انشاء نثر فارسی (۵۲) انشاء نثر ہندی (۵۳) خط نسخ (۵۴) خط نستعلیق (۵۵) منتہی علم حساب (۵۶) منتہی علم ہیئت (۵۷) منتہی علم ہندسہ (۵۸) منتہی علم تکبیر (۵۹) علم رسم خط قرآن مجید۔

الانتباہ :- اعلیٰ حضرت کے مذکور بالا علوم کی تفصیل میں نے از نمبر ایک تا نمبر ۵۸ خود اعلیٰ حضرت کی تحریر جو الاجازات المتنبہہ مطبوعہ مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور ص ۲، ص ۳، ص ۴، ص ۵

ص ۳۱۳، ص ۳۱۵ میں ہے اس سے اخذ کی ہے اور آخر الذکر نمبر حضرت مولانا سید ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کی تصنیف **المجمل المعداد للتالیفات الطیبہ** مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۳۲ سے نقل کیا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے اساتذہ کی فہرست تو بہت مختصر ہے لیکن اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے فضل سے آپکا سینہ علوم کا گنجینہ بنا دیا تھا آپ نے پچاس فنون میں کتابیں لکھیں حضرت مولانا ملک العلماء سید ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے ۱۳۲۶ھ ہجری مطابق ۱۹۰۹ء عیسوی میں سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیفات کی ایک فہرست بنام **المجمل المعداد للتالیفات** المجدد مرتب فرمائی اور آخر میں ایک جدول پیش کی جس میں ان پچاس علوم و فنون کا نام ہے جن میں ۱۳۲۶ھ تک اعلیٰ حضرت نے کتابیں تصنیف فرمائی ہیں یہم ذیل میں **المجمل المعداد** ص ۳۲ سے وہ جدول نقل کرتے ہیں جس کے ہر خانہ میں فن کا نام اور اس کے نیچے فن سے متعلق اعلیٰ حضرت کی تصنیف کا شمار ہوگا۔

اولن پچاس علوم و فنون کی فہرست جن میں ایشی حضرت کی تصانیف ہیں



عقائد ۳۱	کلام ۱۷	تفسیر ۷	تجوید ۲	رم خط قرآن مجید
حدیث ۱۱	اصول حدیث ۲	فہائل و مناقب ۳۱	اذکار ۵	ترغیب و ترہیب
سیر ۳	فقہ ۱۵۰	اصول فقہ ۹	تصوف ۳	سلوک ۲
اخلاق ۲	ادب ۶	لغت ۲	تاریخ ۳	مناظرہ ۱۸
تکسیر ۱	علم الوفی ۱	جفر ۳	توقیت ۶	ریاضی و ہندسہ ۶
ہیت ۱۱	زیجات ۱	حساب ۱	ارٹھا طیقی ۳	جبر و مقابلہ ۱
تنجیم ۱	رد ہنود ۱	رد آریہ ۲	رد نصاریٰ ۳	رد نیچریہ ۷
رد ہندوہ ۱۷	رد قادیانیہ ۶	رد اسمعیل دہلوی ۱۰	رد نالوتوی ۱۱	رد گنگوہی ۲۵
رد تھانوی ۹	رد ندیر حسین ۶	رد غیر مقلدین ۲۶	رد و بابیہ ۷۶	رد و افض ۳
رد نواسب ۱۱	رد مفسقہ ۷	رد تفضیلیہ ۷	رد متعصبہ فہ باطلہ ۲	شتی ۵

(مندرجہ بالا اعداد و شمار اعلیٰ حضرت کے اول دور کے ترتیب دیئے گئے۔ جگہ اندراج ہیں) ناشر

ایلیہ حضرت کے وہی علوم

ایلیہ حضرت نے بہت سے مردہ فنون مثلاً علم جفر، تحسیر، ہیئت اور نجوم کو نئی زندگی عطا فرمائی۔ علم توقیت میں آپ کمال، ایجاد کے درجہ پر تھا۔ ذیل میں چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں جن سے ناظرین کو خوب اندازہ ہو جائے گا کہ ایلیہ حضرت کے وہی علوم کبھی علوم پر غالب ہیں۔

① آپ نے آٹھ برس کی عمر میں فن نحو کی مشہور کتاب "ہدایۃ النحو" پر مضمون اور خدا داد علم کے زور کا یہ عالم تھا کہ اسی نغمی عمر میں ہدایۃ النحو کی شرح عربی زبان میں لکھ ڈالی۔ (ترجمان اہلسنت شمارہ پنجم تا دہم ص ۹)

② مولوی عرفان علی صاحب بیسپوری علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور ایلیہ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی ایک صاحب عربی لباس پہنے ہوئے تشریف لائے دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں انھوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی میں نے فصیح عربی میں ان سے گفتگو کی پھر اس بزرگ، مستی کو کبھی نہ دیکھا۔ (حیات ایلیہ حضرت)

③ نواب وحید احمد خاں صاحب بریلوی بیان کرتے ہیں کہ مولوی احسان حسین صاحب مرحوم جو نہایت نیک، خلیق، بے لوث اور حد درجہ دیندار تھے جامع مسجد بریلی میں بعد نماز ظہر محض لَوْحِبَّ اللہ تعالیٰ درس حدیث دیتے تھے اور اپنا زیادہ وقت جامع مسجد ہی میں مطالعہ حدیث شریف و اُوراد و وظائف میں صرف کرتے تھے۔ انھوں نے مجھے جامع مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے کی نہ صرف تلقین کی بلکہ شوق دلایا چنانچہ بفضلہ تعالیٰ میں جامع مسجد میں نماز پنجگانہ ادا کرنے لگا جب میں انگریزی اسکول کی جماعت ششم میں تعلیم حاصل کرتا تھا تو یہی مولوی احسان حسین صاحب فارسی زبان کی تعلیم کے لئے

وہاں مقرر کئے گئے تھے۔ ایک دن میں نے مولوی صاحب موصوف سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے اعلیٰ حضرت کے علم و فضل کی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ میں عربی کی ابتدائی تعلیم میں اعلیٰ حضرت قبلہ کا ہم سبق رہا ہوں۔ اعلیٰ حضرت کی خداداد ذہانت کا حال یہ تھا کہ استاد سے کبھی چوتھائی کتاب سے زیادہ نہیں پڑھا۔ کتاب کا ایک چوتھائی حصہ استاد سے پڑھ لینے کے بعد بقیہ پوری کتاب از خود پڑھتے اور یاد کر کے سنا دیا کرتے تھے۔ (حیات اعلیٰ حضرت)

ڈاکٹر رضی الدین یار گاہ رضوی میں

جناب مولوی سید ایوب علی صاحب بریلوی کا بیان ہے کہ "کسورل عشار یہ متوالیہ" میں انگریزی درس گاہوں کے فاضل تیسری قوت سے زیادہ کا سوال حل کرنے سے قاصر ہیں اور مجھے بھی صرف تیسری ہی قوت تک واقفیت تھی لیکن حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جس قوت کا سوال دیا جائے بغور اللہ تعالیٰ اسے حل کر دوں گا۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے مجھے اور سید قناعت علی کو چند قاعدے ایسے بتا دیئے جن سے ہم لوگ بھی ہر قوت کے سوالات حل کرنے لگے۔ ایک مرتبہ مولینا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری (پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج) نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اس مضمون کا خط لکھا کہ

ڈاکٹر رضی الدین صاحب جو علم ریاضی میں تقریباً ہر ولایت کی ڈگریاں اور تمغہ جات حاصل کئے ہوئے ہیں عرصہ سے حضور کی ملاقات کے مشتاق ہیں پھر چونکہ وہ ایک جنرل مین انگریزی وضع قطع کے آدمی ہیں اس لئے آپ کی خدمت میں آتے

۱۰ حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۵

ہوئے جھجک محسوس کرتے ہیں لیکن اب میرے کہنے اور اپنے اشتیاق ملاقات کے سبب حاضر ہونے کے لئے آمادہ ہو چکے ہیں لہذا اگر وہ پہونچیں تو انھیں باریابی کا موقع دیا جائے۔

اعلیٰ حضرت نے حضرت مولینا کو جواب بھیجا کہ وہ بلا تکلف آئیں چنانچہ دو چار روز کے بعد ڈاکٹر سر ضیاء الدین بریلی پہونچ کر اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اس وقت عصر کی نماز ہونے والی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے وضو کرتے ہوئے اپنے موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھنے کے وقت موزے اتار ڈالے تو اعلیٰ حضرت نے ان سے پھر پیروں کو دھلوا دیا۔

نماز کے بعد دوران گفتگو میں اعلیٰ حضرت نے اپنا ایک قلمی رسالہ جس میں مثلث اور دوائر کے اشکال بنے تھے ڈاکٹر صاحب کے سامنے پیش کیا جس کو دیکھتے ہی ڈاکٹر صاحب حیرت و استعجاب میں ہو گئے اور بولے کہ میں نے اس علم کو حاصل کرنے کے لئے بارہا غیر ممالک کے سفر کئے مگر یہ باتیں کہیں بھی حاصل نہ ہوئیں میں تو اپنے آپ کو اس وقت بالکل طفل مکتب سمجھ رہا ہوں مہربانی فرما کر یہ بتائیں کہ اس فن میں کچا استاد کون ہے اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میرا کوئی استاد میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے جمیع تفصیلات مضبوط تقسیم کے محض چار قاعدے صرف اس لئے سیکھ لئے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ شرح چغینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کہ اس میں اپنا وقت کیوں صرف کرتے ہو مصطفیٰ پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں مکان کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں یہ سب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم ہے۔ اس کے بعد کسور عشریہ متوالیہ کا ذکر چل پڑا ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بس صرف تیسری قوت تک کا سوال حل کیا جاسکتا ہے اس پر اعلیٰ حضرت نے سید قناعت علی اور میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے ان دونوں بچوں کو کچھ قاعدے سکھا دیئے ہیں آپ انھیں جس قوت کا سوال دیدیں انشاء اللہ تعالیٰ یہ بچے حل کر دیں گے

ڈاکٹر صاحب جو حیرت ہو کر ہم دونوں کا منہ تھکنے لگے۔

اس مقام پر یہ بات بھی بالکل واضح ہو رہی ہے کہ یورپ کے سائنسداں حضرات کو اصل علم سے واسطہ نہیں ہے وہ صرف اپنی صنعت و تجارت کی بدولت دنیا کو مرحوم کئے ہوئے ہیں۔ بس صرف اتنا سمجھ لیجئے کہ یورپ کے لوہار، برٹھنی، راج گیر، جراح وغیرہ جب اپنے پیشے میں حد کمال کو پہنچ جائیں تو وہی لوگ یورپ کے سائنس داں ہیں۔ باقی رہے علم کے جواہر تو ان سے یورپ کا دامن خالی ہے اور یہی وجہ ہے کہ یورپ کے لوہار دنیا کو تباہ و غارت کرنے کے لئے طرح طرح کے بم تو تیار کر چکے لیکن اب تک انسانوں جیسی زندگی گزارنے کا سلیقہ وہ معلوم نہ کر سکے۔ سمندر کے سینے کو چیرتے ہوئے اتنا تیز دوڑے کہ پھلیاں بھی ان کا پیچھا کرنے سے تھک گئیں فضا میں اڑتے ہوئے اتنا آگے بڑھ گئے کہ ہواؤں نے بھی ان کی تیز رفتاری کا لوہمان لیا۔ حد یہ کہ آسمان چھونے کی بھی تیاری ہے لیکن اتنی تیز دوڑ کے باوجود انسانی اخلاق و شرافت کا دامن وہ اب تک چھو نہ سکے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ کنواری عورتوں کے بچے اپنے ہی ساتھیوں کو روشن خیال سمجھتے ہیں یہی ڈاکٹر سر ضیاء الدین صاحب جو یورپ کی درس گاہوں سے اپنے علم و سائنس کی بیسیوں ڈگریاں حاصل کر چکے تھے جب اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں پہنچے تو علم کی صرف چند شعاعیں ہی دیکھ کر چکا چوندہ ہو گئے جس کے نتیجے میں وہ بھی خوب سمجھ گئے ہوں گے کہ یورپ میں محض صنعت ہے اور یہاں علم ہے۔



امریکی پروفیسر البرٹ کی ہولناک پیشین گوئی

② پٹنہ کے انگریزی اخبار اکسپریس مورخہ ۲۲، محرم ۱۳۳۸ھ بمطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء میں امریکہ کے ایک سائنس دان پروفیسر البرٹ کی جانب سے ایک ہولناک مضمون شائع ہوا کہ

۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل، اور نیپچون قزاق میں ہوں گے اور سورج ان چھ ستاروں کے مقابل میں آٹا جائے گا اور یہ ستارے سورج کو اپنی قوت سے کھینچیں گے۔ ان ستاروں کی مقناطیسی لہریں سورج میں بڑے بجالے کی طرح سو رانج کر دیں گی۔ سورج کا یہ داغ ۱۷ دسمبر کو ظاہر ہوگا جس کو ہر خاص و عام اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

پروفیسر البرٹ نے پیشین گوئی کرتے ہوئے بیان کیا کہ سورج کا وہ داغ مکروہ ہوا میں تزلزل ڈالے گا۔ طوفان، بجلیاں، سخت بارش اور بڑے زلزلے ہوں گے زمین کئی ہفتوں میں اپنی اصلی حالت پر آئے گی۔

اس دہشت ناک پیشین گوئی کے شائع ہوتے ہی لوگوں میں نیچینی پھیل گئی۔ دوسری قوموں کے ساتھ بعض ضعیف الایمان مسلمان بھی گھبرا اٹھے۔ شمس لہدیٰ کالج کے پرنسپل مولانا سید ظفر الدین صاحب بہاری نے البرٹ کی پیشین گوئی سے اعلیٰ حضرت کو مطلع کیا تو اعلیٰ حضرت کی جانب سے اس مضمون کا اعلان شائع ہوا کہ مسلمانو! اپنے اعمال کے سبب اپنے رب سے ڈرو۔ ۱۷ دسمبر کی بے اصل بے ہودہ پیشین گوئی کا خوف نہ کرو۔ البرٹ کی پیشین گوئی

ایک باطل وہم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی تم لوگوں کو اس کی طرف توجہ کرنا ہرگز جائز نہیں البرٹ نے اپنی پیشین گوئی کی بنیاد کو اکب کے طول و سلی پر رکھی

ہے جسے ہیئت جدیدہ میں طول بغرض مرکزیت شمس کہتے ہیں اس میں وہ چھ کواکب
 باہم ۲۶ درجے ۲۲ دقیقے کے فصل میں ہوں گے مگر یہ فرض خود فرض باطل و مطرود اور
 قرآن مجید کے ارشادات سے مردود ہے نہ شمس مرکز ہے نہ کواکب اس کے گرد متحرک
 بلکہ زمین کا مرکز ثقل مرکز عالم اور سب کواکب اور خود شمس اس کے گرد دائر ہیں۔ اللہ
 تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ط سورج اور چاند کی چال حساب سے ہے
 اور فرماتا ہے وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ط
 سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔ اور
 فرماتا ہے كُلٌّ فِي فُلٍّ مُّبِينٍ ط چاند اور سورج سب ایک گھیرے میں تیر رہے ہیں اور
 فرماتا ہے وَسَخَّرْنَا لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ذَاتَ بَيْنٍ ط اللہ نے سورج اور چاند تمہارے
 لئے مسخر کئے کہ دونوں باقاعدہ چل رہے ہیں۔

(۱) یہ جسے طول بغرض مرکزیت شمس کہتے ہیں حقیقتہً کواکب کے اوساط معدلہ بتعدیل اول ہیں جیسا
 کہ واقف علم زیبات پر واضح ہے اور اوساط کواکب کے حقیقی مقامات نہیں ہوتے بلکہ فرضی
 اور اعتبار حقیقی کا ہے۔ ۱۹۱۹ء کو کواکب کے حقیقی مقامات یہ ہوں گے :-

تقویم

کواکب	برج	درجہ	دقیقہ
نیپچون	اسد	۱۱	۱۵
مشتری	اسد	۱۷	۵۴
زحل	سنبلہ	۱۱	۳۹
مریخ	میزان	۹	۱۰
زہرہ	عقرب	۹	۱۹
عطارد	قوس	۳	۳۰
شمس	قوس	۲۴	۲۰

ظاہر ہے کہ ان ۶ کا باہمی فاصلہ ۲۶ درجہ میں محدود نہیں بلکہ ۱۱۲ درجے تک ہے تقویم مذکور بالا ۱۷ ارب ستمبر ۱۹۱۹ء کو تمام ہندوستان میں ریوے وقت سے ۵ بجے شام اور نیویارک نیز ممالک متحدہ امریکہ کے دوسرے حصوں میں ۷ بجے صبح اور لندن میں دوپہر کے ۱۲ بجے ہوگی یہ فاصلہ ان کی تقویات کا ہے۔ باہمی بُعد ان سے قلیل مختلف ہوگا کہ عرض کی تو سیں چھوٹی ہیں اس کے استخراج کی حاجت نہیں کہ کہاں ۲۶ اور کہاں ۱۱۲ (۲) کیا ان سب کو اکب نے آپس میں صلح کر کے آزار آفتاب پر اتفاق کر لیا ہے۔ یہ تو باطل محض ہے بلکہ مسئلہ جاذبیت اگر صحیح ہے تو اس کا اثر سب پر ہے اور قریب تر پر قوی تر اور ضعیف تر پر شدید تر۔ ۱۷ ارب ستمبر ۱۹۱۹ء کو واسطہ کو اکب کا نقشہ یوں ہے۔

کوکب وسط

دقیقہ	درجہ	مشتوری
۲۰	۱۲۹	پنچپون
۵۲	۱۲۹	زہرہ
۴۲	۱۴۲	عطارد
۵۰	۱۵۳	مریخ
۱۷	۱۵۴	زحل
۴۲	۱۵۵	یورنیس
۵۷	۲۳۰	

ظاہر ہے کہ آفتاب ان سب سے ہزاروں درجہ بڑا ہے جب اتنے بڑے پر ۶ ستاروں کی گھنچ تان اس کا منہ زخمی کرنے میں کامیاب ہوگی تو زحل کہ آفتاب سے نہایت صغیر و حقیر ہے پانچ کی کشاکش اور ادھر سے یورنیس کی مار مار یقیناً اس

کو فنا کر دینے کو کافی ہوگی اور اس کے اعتبار سے اُن کا فاصلہ بھی اور تنگ صرف ۲۵ درجے۔

(۳) موٹائی زحل سے بہت چھوٹا ہے اور اس کے لحاظ سے فاصلہ اور بھی کم ہے۔ یعنی فقط $\frac{1}{4}$ درجے تو یہ چار ہی مل کر اسے پاش پاش کر دیں گے۔

(۴) عطارد سب میں چھوٹا ہے اور اس کے حساب سے باقی ۱۳ ہی درجے کے فاصلہ میں ہیں اور یہ درجہ تو ۲۶ کا آدھا ہے تو یہ تین عظیم ہاتھی مع یورفیس اس چھوٹی سی چڑیا کے ریزہ ریزہ کر دینے کو بہت ہیں اور اگر یہ سب نہ ہوگا تو کیوں۔ حالانکہ آفتاب پر اثر ضرب شدید کا مقتضی یہی ہے اور ہوگا تو غنیمت ہے کہ آفتاب کی جان بچی وہ تارے آپس ہی میں کٹ کر فنا ہوں گے نہ آفتاب کے مقابل ۶ رہیں گے نہ اس میں زخم پیدا ہوگا۔ حاصل گفتگو یہ ہے کہ البرٹ کی پیشگوئی محض باطل ہے۔ عیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔ اللہ عزوجل اپنے خلق میں جو کچھ چاہے اور جب چاہے کرے۔ اگر اتفاقاً مشیت الہی سے معاذ اللہ ان میں سے بعض یا فرض کیجئے سب باتیں واقع ہو جائیں جب بھی پیشگوئی قطعاً یقیناً جھوٹی ہے کہ وہ جن اوضاع کو اکب پر مبنی ہے وہ اصول محض بے اصل منکر و محض ہیں جن کا ٹھہل و بے اثر ہونا خود اسی اجتماع نے روشن کر دیا۔ اگر جاذبیت صحیح ہے تو یہ اجتماع نہ چاہئے اور اگر اجتماع قائم ہے تو جاذبیت کا اثر غلط ہے۔

(۵) ان دلائل کے علاوہ اعلیٰ حضرت نے خود سائنس جدیدہ کے اصول سے البرٹ کی پیشگوئی کی دجھی اڑادی جیسا کہ اس کی تفصیل حیات اعلیٰ حضرت ص ۹۵ تا ۹۹ میں ہے اور جب ۱۷ دسمبر کا دن بفضلہ تعالیٰ خیر و عافیت کے ساتھ گزر گیا۔ زمین میں نہ تو زلزلہ آیا اور نہ سورج میں کوئی سوراخ ہوا تو دوسری قوموں پر بھی واضح ہو گیا کہ البرٹ کی پیشگوئی باطل اور غلط تھی۔

(۶) حضرات مشایخ کرام میں بیس فی صدی ایسے ہیں جو نقش مثلث یا مربع مشہور قاعدہ سے بھرنا جانتے ہیں لیکن پوری حالی سے نقوش کی خانہ پری کرنے

پر تو شاید چار پانچ سو میں دو چار حضرات کو عبور ہو گا۔ اعلیٰ حضرت کے شاگرد حضرت مولینا سید ظفر الدین صاحب بہاری علیہ الرحمہ کو ایک شاہ صاحب ملے۔ جن کا خیال تھا کہ فنِ نکسیر کا علم صرف مجھ کو ہے۔ دورانِ گفتگو میں مولینا بہاری نے ان سے دریافت کیا کہ جتنا نقشِ مربع کتنے طریقے سے بھرتے ہیں۔ شاہ صاحب مذکور نے بڑے فخر یہ انداز میں جواب دیا کہ سولہ طریقے سے پھر انھوں نے مولینا بہاری سے پوچھا کہ آپ کتنے طریقے سے بھرتے ہیں۔ مولینا نے بتایا کہ الحمد للہ میں نقشِ مربع کو گیارہ سو باون طریقے سے بھرتا ہوں شاہ صاحب سُن کر مخیرت ہو گئے اور پوچھا کہ مولینا! آپ نے فنِ تکسیر کس سے سیکھا ہے۔ مولینا بہاری نے فرمایا حضور پر نور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقشِ مربع کتنے طریقوں سے بھرتے تھے۔ مولینا بہاری نے جواب دیا دو ہزار تین سو طریقے سے۔

۷۔ علمِ ریاضی، ہیئت اور نجوم میں کمال کے ساتھ ساتھ علمِ توقیت میں اعلیٰ حضرت کا کمال درجہ ایجاد میں تھا۔ فنِ توقیت میں علمائے متقدمین کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے جب حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی، مولانا سید غلام محمد بہاری، مولانا حکیم سید عزیز غوث بریلوی اور مولانا سید ظفر الدین بہاری وغیرہ نے اعلیٰ حضرت سے فنِ توقیت حاصل کرنا شروع کیا تو اس فن میں کوئی کتاب نہ ہونے کے باعث اعلیٰ حضرت اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے اور یہ حضرات ان کو لکھ لیتے اور انہیں قواعد کے مطابق نصفِ اذکار، طلوع، غروب، صبح صادق، ضحیٰ کبریٰ، عشاء اور عصر کے اوقات نکالتے مولانا سید ظفر الدین بہاری نے اعلیٰ حضرت کے ان بتائے ہوئے قواعد کو ایک کتاب میں جمع کیا اور اپنی طرف سے تشریح اور مثالوں کا اضافہ کر کے، الجواہر والیواقیت فی علمِ التوقیت کے نام سے اس کو شائع بھی کر دیا ہے فنِ توقیت میں اعلیٰ حضرت کے کمال کا یہ عالم تھا کہ سورج آج کب نکلے گا۔ اور کس وقت ڈوبے گا۔

اس کو بلا تکلف معلوم کر لیتے ستاروں کی معرفت اور ان کی چال کی شناخت پر اس قدر عبور تھا کہ رات میں تارا اور دن میں سورج دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے اور وقت بالکل صحیح ہوتا ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑتا۔۔۔۔۔ مولوی برکات احمد علی بھتی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت بدایوں تشریف لے گئے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مہمان تھے۔ مدرسہ قادریہ مسجد خرمہ میں خود حضرت مولانا بدایونی امارت فرماتے جب فجر کی تکبیر شروع ہوئی تو حضرت مولانا نے اعلیٰ حضرت کو نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے نماز میں قرائت اتنی طویل فرمائی کہ حضرت مولانا بدایونی کو بعد سلام شک ہوا کہ آفتاب تو طلوع نہیں ہو گیا۔ دوسرے لوگ مسجد سے نکل نکل کر پورب کی طرف تاکنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آفتاب نکلنے میں ابھی تین منٹ اڑتالیس سیکنڈ باقی ہیں۔ یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے۔۔۔۔۔

وائس چانسلر علیگڑھ یونیورسٹی کا سفر بریمنی غصہ

(۸) مولانا محمد حسین صاحب میرٹھی بانی طلسمی پریس بیان کرتے ہیں کہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے وائس چانسلر جنھوں نے ہندوستان کے علاوہ یورپ کے ممالک میں تعلیم پائی تھی اور ریاضی میں کمال حاصل کیا تھا۔ اور ہندوستان میں کافی شہرت رکھتے تھے اتفاق سے ان کو ریاضی کے کسی مسئلہ میں اشتباہ ہوا۔ ہرچند کوشش کی مگر وہ مسئلہ حل نہ ہوا۔ چونکہ صاحب میثیت تھے۔ اور علم کے شائق اس لئے قصہ کیا کہ جرمن جا کر اس کو حل کریں۔ جن اتفاق سے انہوں نے حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہارہ می پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی سے اس کا ذکر کیا۔ مولانا نے مشورہ دیا کہ آپ بریلی جا کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے دریافت کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ وہ ضرور حل کر دیں گے وائس

چانسلمصاحب نے کہا کہ مولینا یہ آپ کیا فرما رہے ہیں کہ اس کہاں تعلیم پا کر میں آیا ہوں اور اس نہ کر سکا اور آپ ان صاحب کا نام لیتے ہیں جنہوں نے غیر ممالک تو کجا اپنے شہر کے کالج میں بھی تعلیم حاصل نہ کی بھلا وہ کیا حل کر سکتے ہیں۔ دو چار روز کی بعد مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے ان کو پریشان دیکھ کر دوبارہ یہی شورہ دیا لیکن وائس چانسلمصاحب نے کہا وہ کیا حل کر سکتے ہیں۔ اور یوروپ جانے کا سامان شروع کر دیا۔ مولانا موصوف نے جب تیسری بار بریلی جانے کو فرمایا تو وہ غصہ بھرے لہجے میں بولے کہ مولانا عقل بھی کوئی چیز ہے۔ آپ مجھے کیسی رائے دے رہے ہیں۔ اس پر مولانا نے فرمایا آخر اس میں حرج ہی کیا ہے۔ اتنے بڑے سفر کے مقابلہ میں بریلی جانا تو کوئی چیز نہیں۔ علی گڑھ سے سیدھی گاڑی جاتی ہے چند گھنٹے کا سفر ہے۔ آپ وہاں ہو تو آئیے۔ پھر تو اتنی سمجھ میں بھی بات آگئی۔ چنانچہ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کو لے کر مارہرہ شریف پہنچے۔ اور وہاں سے اعلیٰ حضرت کے پیرزادہ والا درجت حضرت سید مہدی حسن صاحب سجادہ نشین کو لے کر بریلی شریف اعلیٰ حضرت کے دولت کدہ پر پہنچے اور اندر اطلاع بھی ان دنوں اعلیٰ حضرت کی طبیعت ناساز تھی اس لئے حضرت سید مہدی حسن صاحب قبلہ نے کہلا بھیجا کہ میں آپ کو دیکھنے کو آیا ہوں فوراً پردہ کرایا گیا اور یہ تینوں حضرات اعلیٰ حضرت کے پاس پہنچے اعلیٰ حضرت نے حضرت سید مہدی حسن صاحب کی تعظیم و توقیر شایان شان فرمائی اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کی بھی بوجہ سیادت تعظیم کی۔ جناب وائس چانسلمصاحب سے بھی مزاج پر سی فرمائی اور آنے کی غرض دریافت کی وائس چانسلمصاحب نے بتایا کہ میں ریاضی کا ایک مسئلہ پوچھنے آیا ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا پوچھئے وائس چانسلمصاحب نے کہا کہ وہ ایسی بات نہیں ہے جسے میں اتنی جلدی عرض کر دوں اعلیٰ حضرت نے فرمایا آخر کچھ تو فرمائیے غرض وائس چانسلمصاحب نے سوال پیش کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نے سنتے ہی فرمایا کہ اس کا جواب یہ ہے۔ یہ سن کر ان کو حیرت ہو گئی اور گویا آنکھ سے پردہ اٹھ گیا۔ بے اختیار بول اٹھے کہ میں سن کر تاتھا کہ علم لدنی کبھی کوئی چیز ہے۔ آج آنکھ سے دیکھ لیا میں تو اس مسئلہ کے حل کے لئے جبرن جاتا تھا مگر اب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ فیہ صاحب مناسب مولانا

کا تحریر کیا ہوا اعتراض و جواب نظر سے گزرا آپ نے کتاب مذکور کے حاشیہ پر اپنا ایک مضمون تحریر فرمایا جس میں متن کی ایسی تحقیق فرمائی کہ سرے سے اعتراض وارد ہی نہ تھا پھر جب پڑھنے کے لئے حضرت والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت مولانا کی نگاہ اعلیٰ حضرت کے حاشیہ پر پڑی دیکھ کر ان کو اتنی مسرت ہوئی کہ اٹھ کر سینے سے لگالیا اور فرمایا "احمد بن حنا" تم مجھ سے پڑھتے نہیں ہو بلکہ مجھ کو پڑھاتے ہو۔

۱۰۔ ایک مرتبہ شہر بریلی میں ۱۲ ربیع الاول شریف کے عظیم الشان جلسہ میں اعلیٰ حضرت نے صرف بسم اللہ کے بار بار جاریہ اور اسم اللہ پر مسلسل کئی گھنٹے ایسی تقریر فرمائی جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو دونوں جاہ و جلال اور حسن و جمال کے دریا منڈ نے لگے آپ نے انہیں دو لفظوں بار بار جاریہ اور اسم اللہ سے خالص علمی روش پر فضائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی ایسی باتیں بیان فرمائیں جن سے اہل علم کے بھی کان آشنائے تھے۔ مولانا سید ظفر الدین سابق پرنسپل "شمس الہدیٰ پٹنہ" نے آپ کی یہ تقریر اپنی کتاب حیات اعلیٰ حضرت ص ۹۱ میں درج کر دی ہے۔ جو چودہ صفحات پوری ہوئی ہے اس بار بار جاریہ اور اسم اللہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو فضل و کمال محفوظ ہیں ان سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت کی اس تقریر کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔

۱۱۔ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ کے عرس میں بدایوں تشریف لے گئے اور آپ نے صرف سورۃ النبی پر ص ۹ بجے سے ۲ بجے تک مسلسل چھ گھنٹے تقریر فرمائی یہ واضح رہے کہ اعلیٰ حضرت کی تقریر خاص علمی تحقیقی مضامین پر مشتمل ہوتی تھی آپ کا وہ فطری بیان آج کل کے مقررہوں اور واعظوں کی طرح نہیں ہوتا تھا۔ کہ جس میں خوشنواں الفاظ کی بھرمار ہوتی ہے۔ اور لچھے دار قصے کہانیوں کا بیان ہوتا ہے۔ اور بس اس طرح

یہ لوگ اپنے وقت کو پورا کر دیتے ہیں۔

پھر اسی مجلس عرس میں اعلیٰ حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ سورۃ واقعی کی چند آیتوں کی تفسیر میں انہی جہتوں کو لکھ کر چھوڑ دیا کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں۔ کہ پورے قرآن مجید کی تفسیر لکھ سکوں۔ (حیات اعلیٰ حضرت) ص ۹۷

حقیقت یہ ہے کہ دین کے مجدد کے لئے قرآن و حدیث کے علوم میں جس قدر عبور کی ضرورت ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ و رسول و جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلیٰ حضرت کو قرآن و حدیث میں عبور عطا فرمایا تھا۔ الغرض اعلیٰ حضرت کا علمی پایہ اتنا بلند ہے کہ جلیل القدر علماء فرماتے تھے کہ گزشتہ دو صدی ۱۲۰۰ء و ۱۳۰۰ء کے اندر کوئی ایسا جامع عالم نظر نہیں آیا موافق کا تو کہنا کیا خود منیٰ لغین بھی اعلیٰ حضرت کا علمی و باسلیم کرتے تھے حضرت شیرینہ سنت مناظر اسلام مولانا حسرت علی خاں لکھنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے کہ آپ پیشوایان و ہابیہ مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی عبدالشکور، کاکوروی وغیرہ کے معتقد تھے اور مدار سندہ فقہ قاضیہ لکھنوی میں علماء و ہابیہ سے تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اسی زمانہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ۔

۔۔۔ اعلیٰ حضرت کی تدقیقات فقہیہ و تحقیقات حدیثیہ اس بلند پایے کی تھیں کہ میں نے خود دیکھا کہ میرے وہابی استادوں کے سامنے جب فقہ یا حدیث کا کوئی نامنقح مسئلہ آجاتا تو حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بسا اہل مبارک کی طرف رجوع کر کے انہیں میں دیکھ دیکھ کر اپنی مشکلات آسان کرتے میری بد نصیبی کہ میں بھی اس وقت دیوبندی وہابیوں میں رہ کر وہابی گرد گھنٹالوں رشید احمد گنگوہی قاسم نانوتوی خلیل احمد بیٹھی اشرف علی تھانوی کا معتقد ہو گیا تھا۔ اور حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزت و عظمت میرے دل میں قطعاً نہ تھی۔ مجھے میرے نصیبت وہابی استادوں نے یہ ذہن نشین کرادیا تھا کہ گنگوہی، نانوتوی، بیٹھی اور تھانوی یہ چاروں خٹا پیشوایان اہل اسلام ہیں۔ اور حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ، محض براہ بغض و حسد ان چاروں کو اور ان چاروں کے مریدین و معتقدین کو کافر و مرتد کہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ سبحانہ و تعالیٰ ان طوائف اربعہ دیوبندیت قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انیسوی اور اشرف علی تھانوی کے اقوال کفریہ قطعیہ یقینیہ کی مجھے میرے وہابی استادوں نے مطلقاً خبر نہ دی تھی بہر حال وہ ملایان دیوبندیہ اکثر و بیشتر حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب مبارکہ سے مدد لیا کرتے تھے ایک مرتبہ میں نے اپنے ان خبیث اساتذہ لعنہم اللہ تعالیٰ سے کہا کہ آپ لوگوں کے کہنے کے مطابق تو یہ شخص یعنی امام احمد رضا بدعتیوں کا سردار ہے اور دیوبندی جالوں کو کافر کہتا ہے اور اپنے مریدوں کے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتا پھر آپ لوگ ایسے شخص کی کتابیں کس لئے دیکھتے ہیں۔ تو ان بے ایمانوں نے جواب دیا کہ اس شخص میں صرف اتنا ہی عیب ہے کہ ہمارے اکابر گنگوہی، نانوتوی، تھانوی وغیرہ کو کافر کہتا ہے در نہ فقہ و حدیث وغیرہ تمام علوم دینیہ میں ہندوستان بھر کے اندر اس کے برابر اور اس کے جوڑ کا کوئی شخص نہیں ہم لوگ اگرچہ اس شخص کے مخالف ہیں لیکن پھر بھی اس کے علمی دلائل و تحقیقات کے محتاج ہیں۔

(ترجمان اہلسنت پنجم تا دہم ص ۸۶)

بچپن کے حالات

علی حضرت بچپن ہی میں تقویٰ، طہارت، ارتباط طہ سنت، پاکیزہ اخلاق اور حسن و سیرت کے اوصاف سے مزین ہو چکے تھے تقریباً ساڑھے تین سال کی عمر ہی کہ صرف ایک نیچا کرتہ پہنے ہوئے باہر سے دولت خانہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ سڑک پر ایک گاڑی میں کچھ طوائفیں بیٹھی ہوئی کسی رئیس کی تقریب میں گانے بجانے کے لئے جارہی تھیں۔ ان کا سامنا ہوتے ہی فوراً آپ نے کرتے کا دامن اٹھا کر آنکھوں پر

رکھ لیا یہ واقعہ دیکھ کر وہ طوائفیں ہنستے لگیں پھر ان میں سے ایک بولی واہ میاں صاحبزادے آنکھوں کو چھپا لیا اور ستر کھول دیا۔ آپ نے برجستہ جواب دیا کہ جب نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے۔ اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔ یہ جواب سن کر وہ کہہ سکتے کے عالم میں ہو گئی۔

آپ کے اس مبارک عمل اور حیرت انگیز جواب کے پیش نظر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ بھی سی عمر میں اس قدر فکر و شعور رکھتے تھے تو پھر دامن کی بجائے اپنے ہاتھوں ہی سے کیوں نہ آنکھیں چھپا لیں کہ اس صورت میں اپنا ستر بے پردہ نہ ہوتا اور مقصد بھی حاصل رہتا لیکن تھوڑی سی توجہ کے بعد یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اگر آپ ہاتھوں ہی سے آنکھیں چھپا لیتے تو اس طوائف کا مسخرہ آمیز سوال نہ ہوتا۔ اور نہ اس کو وہ نصیحت آموز جواب ملتا جو آپ نے دیا اور نہ گزرنے والے دوسرے سامعین کو وہ سبق ملتا جو بصیرت افزا ہے۔ پھر آپ نے بالقصد وہ طریقہ اختیار نہ فرمایا بلکہ منجانب اللہ غیر ارادی طور پر آپ نے دامن سے آنکھیں چھپائیں کہ بچنے کی ادایوں ہی ہو ا کرتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس بھی ادائیں علم النفس کے حقائق پوشیدہ تھے ذالک فضل اللہ یوتیہ منیشاء علیحضرت کے بچپن کے زمانہ میں جو مولوی صاحب آپ کو پڑھایا کرتے تھے ایک دن بچوں نے ان کو سلام کیا مولوی صاحب نے جواب دیا جیتے رہو۔ اس پر علیحضرت نے مولوی صاحب سے فرمایا یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا۔ وعلیکم السلام کہنا چاہیے تھا مولوی صاحب سن کر بہت خوش ہوئے اور آپ کو بہت دعائیں دیں۔

چھ برس ہی کی عمر میں آپ نے معلوم کر لیا تھا کہ بغداد شریف کدھر ہے۔

پھر اس وقت سے دم آخر تک بغداد شریف کی جانب پاؤں نہیں پھیلایا۔

بالائے سرش زہو شمند می

می تافت سبتارہ بلندی

زندگی مبارک کے عام حالات

۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں جب کہ عمر شریف صرف تیرہ سال دس ماہ کی تھی آپ جلیل الشان عالم عظیم المرتبت فاضل ہو گئے۔ اور اس وقت سے صفر ۱۲۳۳ھ یعنی چوٹن برس تک مسلسل دینی علمی خدمات انجام دیتے رہے آپ کا ظاہر باطن ایک تھا جو کچھ آپ کے دل میں ہوتا وہی زبان پاک سے ادا فرماتے اور جو کچھ زبان سے فرماتے اس پر آپ کا عمل ہوتا کوئی شخص کیسا ہی سہارا ہو کتنا ہی معزز ہو کبھی اسکی رعایت سے کوئی بات شرط کے خلاف نہ زبان سے نکالتے نہ تحریر کرتے رعایت مصلحت کا وہاں گزر ہی نہ تھا۔ اشدّ اَوْ عَلٰی الْكُفَّارِ رَحْمًا وَ نَبِيَّهُمْ کے مضمون کے مطابق جس قدر کافروں مرتدوں ملحدوں اور بے دینوں پر سخت تھے یوں ہی سنی مسلمانوں اور علماء حق کے لئے ابر کرم تھے جب کسی سنی عالم سے ملاقات ہوتی دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے اور اس کی ایسی عزت و قدر کرتے جس کے لائق وہ اپنے کو نہ سمجھتا۔ جب کوئی صاحب حج بیت اللہ شریف کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان سے پہلے ہی پوچھتے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پناہ میں بھی حاضری دی؟ اگر وہ ہاں کہتے تو فوراً ان کے قدم چوم لیتے اور اگر کہتے کہ نہیں تو پھر ان کی جانب بالکل توجہ نہ فرماتے کاشانہ اقدس سے کوئی سائل خالی واپس نہ ہوتا۔ بیوگان کی امداد اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی کیلئے آپکی جانب سے ماہوار رقمیں مقرر تھیں اور یہ امداد صرف مقامی لوگوں کیلئے نہ تھی بلکہ بیرونجات میں ذریعہ معاشی آرڈر امدادی رقم روانہ فرمایا کرتے۔ آپ کے سب کام محض اللہ تعالیٰ کے لئے تھے نہ کسی کی تعریف سے مطلب نہ کسی کی لامت کا خوف کرتے حدیث شریف مِنْ أَحَبِّ إِلَهِ وَأَبْغَضَ إِلَهِ وَأَعْطَى إِلَهِ وَفَنَعَ إِلَهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ کے مطابق آپ کسی سے محبت کرتے تو اللہ ہی کے لئے مخالفت کرتے تو اللہ ہی کے لئے کسی کو دیتے تو اللہ ہی کے لئے اور نہ دیتے تو اللہ ہی کے لئے

عہ مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان صفحہ ۱۲ - ۱۳

marfat.com

Marfat.com

ہفتہ میں دوبار جمعہ اور منگل کو لباس تبدیل فرمایا کرتے تھے۔ ہاں اگر عید یا بقر عید یا میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی بارہویں ربیع الاول کا دن جمعرات یا سینچہ کو پڑتا تو دونوں دن لباس تبدیل فرماتے۔

آپ ہمیشہ بشکلِ نامِ اقدس محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سویا کرتے اس طرح کہ دونوں ہاتھ ملا کر سر کے نیچے رکھتے اور پاؤں سمیٹ لیتے جس سے سر سیم کہنیاں ”ح“ کمرم پاؤں وال بن کر گویا نامِ پاک محمدؐ کا نقشہ بن جاتا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

کتب احادیث پر دوسری کتاب نہ رکھتے اگر کسی حدیث شریف کی ترجمانی فرما رہے ہیں اور درمیان میں کوئی شخص بات کاٹتا تو سخت کبیدہ اور ناراض ہوتے۔ مجلس میلاد شریف میں ذکر ولادت شریف کے وقت صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے باقی شروع سے آخر تک ادباً و زانو بیٹھے رہتے۔

ہنسنے میں کبھی ٹھٹھانہ لگاتے جاہلی آنے پر دانتوں میں انگلی دبالیے جس کی وجہ سے کوئی آواز نہ ہوتی قبلہ کی طرف منہ کر کے کبھی نہ تھوکتے۔ نہ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلاتے بغیر صوف پٹری دوات سے نفرت کرتے یونہی لوہے کے قلم سے پرہیز کرتے۔ خط بنواتے وقت اپنا کنگھا اور شیشہ استعمال فرماتے۔

تصنیف و تالیف، کتب بینی، فتویٰ نویسی اور اوراد و اشغال کے خیال سے خلوت میں تشریف رکھتے۔ پانچوں نمازوں کے وقت مسجد میں حاضر ہوتے اور ہمیشہ نماز باجماعت ادا فرمایا کرتے اور باوجودیکہ بے حد حار مزاج تھے، مگر کیسی گرمی کیوں نہ ہو۔ ہمیشہ عمامہ اور انگڑے کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے خصوصاً فرض تو کبھی صرف ٹوپی اور کرتے کے ساتھ ادا نہ کیا۔ اکثر مکان ہی سے وضو کر کے مسجد میں تشریف لاتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مسجد میں آکر مٹی کے لوٹے سے اتر جانب کی فصیل پر بیٹھ کر وضو فرماتے۔ آپ وضو اور غسل میں بہت احتیاط فرمایا کرتے۔ آپ کے وضو کے لیے عموماً دو لوٹے پانی رکھا جاتا۔ نماز سے فارغ ہو کر مکان تشریف لے جایا کرتے لیکن عصر کی نماز پڑھ کر چار بج تک میں چار پائی پر تشریف رکھتے اور چاروں طرف کرسیاں بچادی جاتیں۔ شیشہ کا اشتیاق۔

رکھنے والے حضرات کریں۔ اور اپنی حاجتیں پیش کرتے ان کی حاجتیں پوری کی جائیں اگر کسی شخص کو کوئی چیز دیتے اور وہ بایاں ہاتھ بڑھاتا تو فوراً دست مبارک روک لیتے اور فرماتے کہ واسطے ہاتھ میں لو بایں ہاتھ میں شیطان لیتا ہے۔ بسم اللہ شریف کا عدد ۷۸۶ لکھنے کا عام دستور یہ ہے کہ پہلے سات لکھتے ہیں پھر ۱۸ اس کے بعد ۶ لکھتے ہیں لیکن آپ پہلے ۶ پھر آٹھ تب ۷ تحریر فرماتے یعنی اعداد کو بھی دائرہ جانب سے لکھتے۔

سستی اور وہابی کی پہچان

علمائے حق کے نزدیک آپ سے محبت رکھنا سنت کی علامت ہے اور آپ سے جلنا اور بغض رکھنا بد دین ہونے کی پہچان ہے حضرت مولانا قاضی بخش صاحب سہسرامی جو ایک بہت بڑے مشہور عالم اور زبردست مقرر تھے ایک مرتبہ رحمت دھوبہ بہار کے سنی مسلمانوں نے حضرت مولانا سہسرامی کو اپنے یہاں تقریر کے لئے بلایا تقریر کے بعد کھانا کھانے کے لئے جب حضرت مولانا بیٹھے تو کسی نے پوچھا کہ حضرت سنی وہابی کی کیا پہچان ہے ایسی بات بتائیے کہ جس کے ذریعہ ہم لوگ بھی سنی اور وہابی کو پہچان سکیں کوئی بڑی علمی بات نہ ہو۔ مولانا سہسرامی نے فرمایا کہ ایسا آسان عمدہ اور کھرا قاعدہ آپ لوگوں کو بتا دیتا ہوں کہ اس سے اچھا مثل شکل ہے۔ آپ لوگ جب کسی کے بارے میں معلوم کرنا چاہیں کہ سنی ہے یا وہابی تو اس کے سامنے اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا بریلوی کا تذکرہ چھڑ دیکھئے اور اس کے چہرے کو بغور دیکھئے اگر چہرے پر لبثا شت اور خوشی کے آثار دیکھائی پڑیں تو سمجھ لیجئے کہ سنی ہے۔ اور اگر چہرے پر پشیمردگی اور کدورت دیکھئے تو سمجھ جائیے کہ وہابی

ہے اور اگر وہابی نہیں جب بھی اس میں کسی قسم کی بے دینی ضرور ہے۔

آپ کی ذات الحب فی اللہ والبعض فی اللہ کی زندہ تصویر تھی اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والے کو اپنا عزیز سمجھتے اور اللہ و رسول جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن کو اپنا دشمن جانتے اپنے مخالف سے کبھی کج خلقی سے پیش نہ آئے۔ خوش اخلاقی کا یہ عالم تھا کہ جس سے ایک بار کلام فرمایا اس کے دل کو گرویدہ بنا لیا کبھی دشمن سے بھی سخت کلامی نہ فرمائی ہمیشہ حلم سے کام لیا لیکن دین کے دشمن سے کبھی نرمی نہ برتی چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ننھے میاں بولانا محمد رضا نے عصر کے بعد آپ کی خدمت میں عرض کی کہ حیدر آباد دکن سے ایک رافضی صرف آپ کی زیارت کے لئے آیا ہے اور ابھی حاضر خدمت ہو گا۔ تالیف قلب کے لئے اس سے بات چیت کر لیجئے گا۔ دوران گفتگو میں ہی وہ رافضی بھی آگیا حاضرین مجلس کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت اس کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ننھے میاں صاحب نے اس کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گیا۔ اعلیٰ حضرت کے گفتگو نہ فرمانے سے اس کو بھی کچھ بولنے کی جرات نہ ہوئی تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ چلا گیا اس کے جانے کے بعد ننھے میاں نے اعلیٰ حضرت کو سنا تے ہوئے کہا کہ اتنی دور سے وہ صرف ملاقات کے لئے آیا تھا اخلاقاً توجہ فرالینے میں کیا حرج تھا حضور اعلیٰ حضرت نے جلال کی حالت میں ارشاد فرمایا۔ کہ میرے اکابر پیشواؤں نے مجھے یہی اخلاق بتایا ہے پھر آپ نے بیان فرمایا کہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی شریف سے تشریف لائے ہیں راہ میں ایک مسافر ملتا ہے اور سوال کرتا ہے کہ میں بھوکا ہوں آپ ساتھ چلنے کا اشارہ فرماتے ہیں وہ پیچھے پیچھے کا شانہ اقدس تک پہنچتا ہے امیر المومنین خادم کو کھانا لانے کے لئے حکم دیتے ہیں خادم کھانا لاتا ہے اور ستر خوان بچھا کر سامنے رکھتا ہے کھانا کھانے میں وہ مسافر مذہبی کے کچھ الفاظ زبان سے نکالتا ہے۔ امیر المومنین خادم کو حکم فرماتے ہیں کہ کھانا لے کر سامنے

قُرْا اُٹھاؤ اور اس کا کان پکڑ کر باہر کر دو خادم اسی دم حکم بجالاتا ہے۔۔۔۔۔ خود حضور
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی شریف سے نام لے لے کر منافقین کو نکلوا دیا۔ اُخْرُجْ
يَا فُلَانٌ فَاِنَّكَ مُنَافِقٌ۔ اے فلاں مسجد سے نکل جا اس لیے کہ تو منافق ہے۔

آج کل کے نام نہاد مسلمان جو صلح کلیت کے پجاری ہیں وہ اعلیٰ حضرت کا یہ واقعہ
سن کر بہت کچھ تملائیں گے اور خود ساختہ اخلاق و تہذیب کا حوالہ دے کر سادہ لوح مسلمانوں
کو اعلیٰ حضرت سے بدظن کرانے کی پوری کوشش کریں گے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
اس مقام پر حضور اقدس سرکار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مقدسہ و صحابہ کرام
وغیرہم کے اقوال مبارکہ مسلمانوں کی بصیرت اور صلح کلیوں کی عبرت کے لیے نقل کیے
جائیں اور ساتھ ہی ساتھ چند واقعات بھی سنا دئے جائیں جن سے واضح ہو جائے کہ
زمانہ گزشتہ میں بے دینوں، بد مذہبوں اور فاسقوں کے ساتھ سلف صالحین
علماء دین کا کیا برتاؤ رہا ہے۔

۱۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ سیکون فی اخر امتی
اناس یحدا ثونکم بما لہ تسمعوا انتم ولا اباؤکم فایاکم فلیاہم (مسلم شریف ص ۱۹)
یعنی (اے مسلمانو!) میری امت کے آخر میں کچھ (بد مذہب) لوگ پیدا ہوں گے جو تم
سے وہ باتیں بیان کریں گے جنکو نہ تم نے سنا اور نہ تمہارے باپ دادا نے سنا ہے تو (جب ایسے
بد مذہب ظاہر ہو جائیں تو) تم لوگ ان سے بچتے رہنا اور اپنے کو ان سے دُور رکھنا۔
۲۔ دوسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں یكون فی اخر الزما
د جالون کذابون یا تو نکر من الاحادیث بما لہ تسمعوا انتم ولا اباؤکم فایاکم
وایاہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم (مسلم شریف ص ۱۹) یعنی آخر زمانے میں بہت بڑے مکرر
کذاب پیدا ہوں گے وہ تمہارے سامنے ایسے عقائد و خیالات گڑھ کر پیش کریں گے جن
کو نہ تم نے سنا اور نہ تمہارے باپ دادا نے سنا (جب) ایسے مکار لوگ

۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

خواہ وہ مولوی کہلاتے ہوں یا صوفی، مسٹر کہلاتے ہوں یا مثلاً ظاہر ہو جائیں تو تم اسے مسلمانوں
ان سے الگ رہنا اپنے سے ان کو الگ رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں حق سے بہکا دیں کہیں
ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں بد مذہبی اور فتنے میں مبتلا کر دیں۔

۳:- تیسری حدیث میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ مَنْ وَقَّعَ
صاحب بدعتہ فقد اعان علی حد ما لا سلام (مشکوٰۃ شریف ص ۳) یعنی جس نے
کسی بد مذہب کی توفیر کی اس نے اسلام ڈھانے پر مدد دی۔

صلح کلیت کے پرستار صاف کھل کر بتائیں کہ حضور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے ان ارشادات مقدسہ کے مطابق مسلمانوں پر مرتدوں بد مذہبوں اور گمراہوں سے
الگ رہنا فرض ہے یا نہیں اور جو شخص زمانہ حاضریہ کے مرتدوں بد مذہبوں کی تعظیم نہ کرے
ان سے میل جول نہ رکھے وہ اپنے اسلام پر مضبوطی سے قائم ہے یا نہیں۔

۴:- یعنی شرح بخاری جلد یازدہم ص ۱۴ میں ہے کان عبد اللہ بن عمرو ابن
عباس وابن ابی اوفی وجابر و انس بن مالک وابو ہریرۃ وعقبہ بن
عامر واقترانہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم یوصون الی اخلافہم بان لا یسلمو
علی القدریۃ ولا یعود وہم ولا یصلوا خلفہم ولا یصلوا علیہم اذ اما تقوا۔
اربعمین شذت یعنی عبد اللہ بن عمر عبد اللہ بن عباس، ابن ابی اوفی، جابر، انس بن مالک
ابو ہریرہ، عقبہ بن عامر وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے زمانے کے مسلمان کہلانے
والے قدری بد مذہبوں کے بارے میں، اپنی نسلوں کو سخت تاکید فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں
کو سلام نہ کرنا ان کی بیمار پرسی کو نہ جانا ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنا اور ان میں جو مرجائیں۔
انکی نماز جنازہ نہ پڑھنا۔

صلح کلیت کے متوالو! حضرات صحابہ کرام نے اپنی نسلوں کو اپنے دور کے مسلمان
کہلانے والے بد مذہبوں سے بالکل دور و نفور رہنے کی جو وصیت فرمائی تو وہ
تعلیم نبوی کے عین مطابق ہے یا نہیں۔ اسی طرح آج کے اہل حق سنی مسلمانوں
کو دور حاضریہ کے بد مذہبوں سے الگ رہنے کی جو تلقین فرماتے رہتے ہیں وہ بھی اسلامی

تعلیم کے عین مطابق ہے یا نہیں۔

۵:- ہر وہ شخص جو تاریخ و سیرے واقف ہے اس پر خوب روشن ہے کہ شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اپنے زمانے کے مسلمان کہلانے والے بد مذہب خارجوں کی نماز قرآن خوانی روزہ اور دیگر عبادات کا پاس و لحاظ نہ فرمایا ان کے آگے یا راندہ دوستانہ کا ہاتھ نہ بڑھایا ان کو اپنا دینی اسلامی بھائی قرار نہ دیا ان سے میل جول روانہ رکھا۔ بلکہ ان کے فتنہ و فساد ان کی بد مذہبی کے باعث ان پر قتال و جہاد فرمایا۔ مسلمانوں کو بحسب فی اللہ والبقض فی اللہ کا سبق پڑھاتے ہوئے آپ نے اور آپ کی فوج نے پانچ ہزار خارجی غیر مقلدوں کو قتل کیا جن میں مولوی، عالم، قاری سب ہی طرح کے لوگ تھے۔

صلح کلیت کے شیعہ ائی بتائیں کہ سیدنا مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خارجیوں کے ساتھ یہ برتاؤ تعلیم نبوی کے عین مطابق ہے یا نہیں۔

۶:- دارمی شریف میں ہے۔ دَخَلَ رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ الْاَهْوَاءِ عَلَى ابْنِ سِيرِينَ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ نَحْنُ نَحَدِّثُكَ بِحَدِيثٍ فَقَالَ لَا قَالَا تَقْرَأُ عَلَيْكَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللَّهِ قَالَ لَا لَتَقُومَ بَيْنَ عَنِي اَدِلَا قَوْمٍ قَالَ الرَّاوى فَنُخْرِجُكَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ يَا اَبَا بَكْرٍ وَمَا عَلَيْكَ اَنْ يَقْرَأَ عَلَيْكَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللَّهِ قَالَ اِنِّي خَشِيتُ اَنْ يَقْرَأَ عَلَيَّ آيَةً فَجَرَفَ مَا فِي قُرْآنِي لَكَ فِي قَلْبِي (اربعین شنت ۳۴) یعنی جلیل الشان تابعی حضرت امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں دو بد مذہبوں نے آکر عرض کی کہ حضرت اہم آپ کے سامنے ایک حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں آپ نے جواب دیا کہ میں سننے کے لئے تیار نہیں ہوں ہاں دونوں نے عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو اہم قرآن شریف کی کوئی آیت پڑھیں آپ نے فرمایا نہیں تم لوگ یا تو میرے پاس سے چلے جاؤ ورنہ میں یہاں سے اٹھتا ہوں۔ تب وہ دونوں چلے گئے پھر حاضرین مجلس میں کسی نے کہا حضرت! اگر وہ قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھتے تو سنے میں آپ کا کیا بگڑتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے خوف ہوا کہ وہ آیت کریمہ پڑھ کر اس کے معنی میں کچھ

تحریف کریں پھر وہی معنی میرے دل میں جم جائے (اور معاذ اللہ تعالیٰ میرا عقیدہ بگڑ جائے)
 مسلمانو! یہ عبرت کا مقام ہے کہ جب سیدنا محمد بن سیرین جیسا علوم دینیہ کا امام اپنے دین
 و ایمان کی حفاظت کی خاطر بد مذہب مسلمان کی زبان سے قرآن و حدیث سننے کے لئے
 تیار نہیں تو تمہارے لئے یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ تم عہد حاضر کے بد مذہبوں، مرتدوں،
 گمراہوں مثلاً ندویوں، مودودیوں، وہابیوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں، رافضیوں، چکرائیوں
 پیچروں، قادیانیوں کی کتابیں پڑھو۔ ان کے لکچر سنو کیا تمہارا دین و ایمان سیدنا امام محمد
 بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دین و ایمان سے زیادہ مضبوط اور کھٹوس ہے۔

۷:- اسی سند دارمی شریف میں ہے۔ ان ساجدہ من اهل الاهواء
 قال لا یوب یا ابابکر اسئل عن کلمۃ قال (الراوی) فولی دھوئیر باصبعة
 ولا نصف کلمۃ۔ (اربعمین شذت ص ۵۲) یعنی ایک بد مذہب شخص نے حضرت ابوبکر
 سختیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں آپ سے ایک لفظ کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتا ہوں
 آپ فوراً منہ پھیر کر حل پڑے اور انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہارا ادھا
 لفظ بھی سننا نہیں چاہتا۔

۸:- اسی سند دارمی شریف میں ہے۔ ان ساجدہ من اهل الاهواء
 شیء فله عجبہ فقیل لہ ان ایشان داربعین شذت ص ۵۲) یعنی ایک بد مذہب نے حضرت
 سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی بات پوچھی آپ نے جواب نہ دیا پھر کسی نے
 آپ سے خاموشی رہنے کا سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا یہ آدمی منہم یعنی بد مذہب
 ہے (اس لئے میں نے خاموشی اختیار کی اور اس سے کلام نہ کیا)۔

۹:- غنیۃ الطالبین شریف میں ہے قال فضیل بن عیاض واذا رأیت مبتدعاً
 فی طریق فخذ طریقاً آخر (اربعمین ص ۵۲) یعنی جب تم کسی بد مذہب کو راستے
 میں آتا دیکھو تو تم دوسری راہ پر ہو جاؤ۔

صلح کلیت کے فدائی نور کریں کہ ہمارے اسلاف کرام بد مذہبوں کی صحبت
 اور ان کے ساتھ میل جول رکھنے سے کتنا سخت پرہیز کرتے تھے۔

مزید بصیرت و عبرت کے لئے دو واقعہ علمائے متاخرین کا بھی سناتا ہوں تاکہ مسلمانوں اور صلح کیوں سب پر واضح رہے کہ بد مذہبوں سے نفرت کرنے کا حکم شرعی ہر دور میں جاری ہے۔

مولانا نور فرنگی محلی اور علی بخش وزیر

حضرت ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبد العلی فرنگی محلی بکھنوی کے شاگرد حضرت مولانا نور فرنگی محلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت مولینا شاہ فضل رسول بدایونی و حضرت مولانا سید آل رسول سجادہ نشین آستانہ عالیہ مارہرہ شریف کے استاد تھے۔ ایک دن کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ سامنے سے بادشاہ اودھ کا وزیر علی بخش جو بادشاہ کی ناک کا بال ہو رہا تھا ہاتھی پر چلا آ رہا تھا جب اس نے حضرت مولینا نور رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو ادب کے مارے ہاتھی کو بٹھا دیا اور اتر کر حضرت کے سامنے آیا اور سلام عرض کیا۔ حضرت نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور سلام کا جواب نہ دیا کیونکہ وہ راہی تھا اور اس کی داڑھی منڈی تھی اس نے سمجھا کہ شاید حضرت نے مجھے نہیں دیکھا دوسری طرف جا کر سلام کیا حضرت نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا۔ اور سلام قبول نہ فرمایا اس نے تیسری دفعہ پھر سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا اس کو غصہ آیا اور ہاتھی پر چڑھ کر کہتا ہوا گیا کہ فرنگی محل کے مردوں کی داڑھیاں اور غورتوں کا سر نہ منڈوا دیا تو علی بخش نام نہیں حضرت جب مکان تشریف لائے تو ایک طالب علم نے علی بخش کا وہ جملہ یاد دلایا آپ فوراً باہر تشریف لائے آستانہ پر اس وقت مولانا آل رسول مارہروی و مولانا فضیل رسول بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہما موجود تھے۔ ان دونوں حضرات نے

پوچھا کہ حضور کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا پچو انور کی حماقتے تو ہے
 رافضی آیا تھا سلام کیا تھا جواب دے دیا ہوتا اب کسی کی داڑھی مونڑے ہے کسی کا
 مونڑ مونڑے ہے نور کی حماقتے تو ہے آپ کی زبان پوربی تھی مطلب یہ ہے کہ
 اس رافضی وزیر کے سلام کا جواب میں نے نہیں دیا وہ اپنا بخارا تارنے کے لئے مروں
 کی داڑھیاں اور عورتوں کا سر منڈوانے پر آمادہ ہے۔ لہذا وزیر کو اس کے
 ارادہ بد سے روکنا ضروری ہے) پھر آپ سیدھے بادشاہ اودھ کے محل کی طرف
 روانہ ہو گئے اس سے پہلے کبھی نہ گئے تھے پیچھے یہ دونوں حضرات بھی چل پڑے
 نوروز کا دن تھا بادشاہ کے محل میں جشن منایا جا رہا تھا۔ شراب و کباب گانے
 بجانے کے سامان موجود تھے جب شاہی دربان نے آپ کو تشریف لاتے دیکھا
 گھبرا کر دوڑتا ہوا گیا اور بادشاہ کو خبر دی بادشاہ سن کر گھبرا گیا اور حکم دیا کہ تمام
 منہیات شریعت یعنی شراب و کباب نیز گانے بجانے کے سامان ہٹا دیے جائیں اور
 خود دروازے تک استقبال کر کے حضرت کو اندر لے گیا۔ اور باعزاز تمام ہٹایا علی بنحس
 کھڑا ہوا یہ واقعہ دیکھ رہا تھا اس پر ایسا خوف طاری ہوا کہ کاٹو تو جسم میں خون نہیں
 وہ سمجھ رہا ہے کہ اب یہ شکایت فرمائیں گے۔ اور خراجا جانے بادشاہ کیا کچھ کر بیٹھے مگر
 آپ وسیع النظر اس ہلکے ظرف والے کے قیاس سے وراہ تھے آپ شکایت کرنے
 نہ گئے تھے بلکہ اسے اپنی عظمت دکھانے کے لئے تشریف لے گئے تھے تاکہ وہ
 ایذا رسانی کے خیال سے باز رہے بادشاہ نے عرض کی حضرت نے کیسے تکلیف
 فرمائی آپ نے ارشاد فرمایا تیری زمین میں رہت ہیں ہم نے کہا ہوائیں یعنی ہم تیری
 سلطنت میں رہتے ہیں سو چاکر تجھ سے مل لیں بادشاہ نے وہ شیرینی جو نوروز کے لئے
 آئی تھی پیش کی حضرت نے فرمایا ہمارے دونکے بھی باہر ہیں چنانچہ ان حضرات کو بلایا
 گیا پھر آپ کھوڑی دیر ٹھہر کر واپس تشریف لائے۔



حضرت شاہ ولی اللہ اور بادشاہ دہلی

بادشاہ دہلی ایک روز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلی کی خدمت میں آیا آپ نے اس کی تعظیم فرمائی مٹھوڑی دیر کے بعد بادشاہ کا وزیر آیا تو اس کی کچھ تعظیم نہ کی پھر بادشاہ کا چوبدار آیا اس کی تعظیم فرمائی جب بادشاہ نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا تم اولا مر ہو تمہاری تعظیم لازم ہے اور تمہارا یہ وزیر افسہی ہے لہذا قابل تعظیم نہیں اور تمہارا چوبدار حافظ قرآن ہے۔ اس لئے اس کی بھی تعظیم کی۔

حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: **مَنْ أَحَبَّ الْأَعْمَالَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى أَحَبَّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ رُخْوةٌ شَرِيفَةٌ** یعنی بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پیارا کام یہ ہے کہ اللہ ہی کے لئے دوستی اور محبت ہو اور اللہ ہی کے لئے دشمنی اور عداوت ہو حدیث مذکورہ بالا کا خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ اللہ و رسول جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چاہنے والوں سے محبت رکھنا اور اللہ و رسول کے دشمنوں سے بغض رکھنا اور ان سے بیزار رہنا یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی پیارا کام اور پسندیدہ عمل ہے۔ **بِظَاهِرِ الْحُبِّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضِ فِي اللَّهِ** پر عمل کرنا بہت آسان معلوم ہوتا ہے لیکن عمل کرنے والوں سے پوچھئے وہ بتائیں گے کہ سال بسال روزہ رکھنا رات بھر سجدے میں پڑا رہنا دن بھر وظیفہ اور قرآن مجید پڑھنا آسان ہے مگر اپنی زندگی کو **الْحُبِّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضِ فِي اللَّهِ** کے سانچے میں ڈھال لینا صرف دشوار نہیں بلکہ بہت دشوار ہے چنانچہ آپ کو بڑے بڑے نام نہاد مشائخ و صوفی عبادت و ریاضت ذکر و فکر، مجاہدہ و اشراق

اور چاشت وغیرہ اعمال میں بہت چاق و چوبند نظر آئیں گے لیکن جب ان کو الخبیثے
 فِي اللَّهِ فَاَبْغَضَ فِي اللَّهِ ————— کی کوئی پرس دیا جائے تو صاف معلوم ہو جائے
 گا کہ یہ نرے جوگی ہیں اور باقی دھونس ہی دھونس ہے۔

یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کے معیار کے
 مطابق حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت اسی وقت ممکن ہے
 جب حضور کے دشمنوں و ہابیوں، دیوبندیوں، چکرا لویوں، نیچریوں، قادیانیوں،
 اورندیوں سے نفرت کی جائے انہیں اپنا دشمن قرار دیا جائے حضرت مجدد الف
 ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ اپنے مکتوبات جلد اول ص ۳۲۵ مکتوب ص ۳۶۶
 میں تحریر فرماتے ہیں کہ محبت خدا کے عزوجل و محبت رسول او علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ و
 التحیات بے دشمنی و دشمنان اور صورت نہ بند و ع۔

”تو لالے تیرا نیست ممکن“ ————— دریں جا صادق است
 یعنی اللہ و رسول جلّ جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دشمنی کئے
 بغیر اللہ و رسول کی محبت و جو دہیں نہیں آتی (جلّ شفاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ مثل
 اس جگہ کے متعلق ہے کہ دوست کے دشمن سے علیحدگی و بیزاری کے بغیر دوست
 کی محبت ممکن نہیں۔

اسی طرح حضرات اہل بیت خصوصاً سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز حضرت
 مولائے کائنات جناب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ محبت و الفت اسی وقت
 صحیح ہے۔ جب خارجیوں، ناصبیوں، یزیدی و ہابیوں سے عداوت رکھی جائے۔
 یونہی حضرات صحابہ کرام خصوصاً سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی
 سیدہ طاہرہ عائشہ صدیقہ، سیدنا عمرو بن عاص، سیدنا ابوسفیان، سیدنا امیر معاویہ وغیرہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے محبت و عقیدت اسی وقت درست ہے جب رافضیوں
 نفرت کی جائے انھیں دشمنان دین سمجھا جائے۔ اسی طرح حضرات ائمہ اسلام سیدنا
 امام اعظم ابو حنیفہ، سیدنا امام شافعی، سیدنا امام مالک، سیدنا امام احمد بن حنبل، سیدنا عوف

اعظم شہنشاہ بغداد وغیرہ اولیاء کرام سے محبت و عقیدت اسی وقت درست ہے جب ان کے دشمن غیر مقلد و ہابیوں سے نفرت کی جائے۔ ان سے نکالوڑا لگا رہا جائے یہیں سے یہ بات بھی بالکل واضح ہو گئی کہ اگرچہ عشق رسول کا نقارہ پیٹنے والے تو بہت ہیں لیکن سچا عاشق رسول وہی ہے جو الْحُبِّ فِي اللَّهِ وَالْبَغْضِ فِي اللَّهِ کے کائنات پر پورا اترائے۔

نیچری اور صلح گلی حضرات جہاں اور دوسرے اسلامی نقوش اور ایمانی آثار کے مٹانے کی فکر میں تھے وہیں اپنے قول و فعل سے الحب فی اللہ والبغض فی اللہ جو اسلام کی بنیادی تعلیم اور صالحین علماء کی روشن سیرت ہے اس کو بھی بالکل مٹا دینا چاہتے تھے لیکن اعلیٰ حضرت نے الْحُبِّ فِي اللَّهِ وَالْبَغْضِ فِي اللَّهِ پر سختی کے ساتھ خود عمل کر کے اور مسلمانوں سے عمل کرا کے اس بنیادی تعلیم کو زندہ رکھا اور دنیا والوں کو بتا دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیز صحابہ عظام و اولیائے کرام کے دشمنوں سے ایمان والوں کا ہرگز ملاپ نہیں ہو سکتا۔

اعلیٰ حضرت کی زندگی کا ہر گوشہ اتباع سنت کے انوار سے منور ہے آپ کی ذات اتباع سنت میں حضرات صحابہ کرام کا نمونہ تھی آپ نے بہت ہی مردہ سنتوں کو زندہ فرمایا انھیں زندہ سنتوں میں نہاد جموع کی اذان ثانی ہے جس کو آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی سنت کے مطابق خطیب کے سامنے خارج مسجد دلوانے کا رواج قائم کیا۔ آج ہندوستان پاکستان، افریقہ، کابل اور کاشغر وغیرہ ممالک میں جہاں جہاں جموع کی اذان ثانی خارج مسجد دی جا رہی ہے وہ آپ ہی کی مبارک کوشش کا نتیجہ ہے۔

اعلیٰ حضرت کا شمار ان چند عظیم القدر شہیدانِ محبت میں ہوتا ہے جنہوں نے عظمتِ مصطفیٰ علیہ السلام والثناء کے پرچم کو بلند رکھنے کے لئے اپنے سروہٹ کی بازی لگا دی۔ اور اٹل پہاڑ کی طرح جم کر دشمنانِ رسول کا مقابلہ کیا چنانچہ جب ہند کے نام نہاد بے دین علماء نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں گالیاں لکھ کر

عظمت رسول گھٹانے کا ہونا ک فتنہ کھڑا کیا تو آپ نے کوہ استقامت بن کر اس فتنہ عظیم کی
 بیخ کنی فرمائی پھر تو ان دشمنان دین نے جل بھن کر اپنے رسالوں، اخباروں اور
 کتابوں میں آپ پر گالیوں کی پوچھا کر دی اور طرح طرح کی آپ کو دھمکیاں دینے
 لگے مگر کچھار محمدی کے اس شیر نے ان کی گالیوں سے بے نیاز ہو کر اپنی ذات کو عظمت
 مصطفیٰ علیہ التخت والشار کے لئے سہی بنائے رکھا اور ان کی دھمکیوں اور بتدر
 بھیکوں کی کوئی پرواہ نہ کی۔ ایک بار حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب
 مراد آبادی علیہ الرحمہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور کی کتابوں میں وہابیوں
 دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے عقائد باطلہ کا رد ایسے سخت الفاظ میں ہوا کرتا ہے کہ آج
 کل جو تہذیب کے مدعی ہیں وہ چند سطریں دیکھتے ہی حضور کی کتابوں کو پھینک
 دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں تو گالیاں بھری ہیں اور اس طرح وہ حضور
 کے دلائل و براہین کو بھی نہیں دیکھتے اور ہدایت سے محروم رہ جاتے ہیں لہذا اگر
 حضور نرمی اور خوش بیانی کے ساتھ وہابیوں دیوبندیوں کا رد فرمائیں تو نئی روشنی
 کے دلدادہ جو اخلاق و تہذیب و اے کہلاتے ہیں وہ بھی حضور کی کتابوں کے
 مطالعہ سے مشرف ہوں اور حضور کے لاجواب دلائل دیکھ کر ہدایت پائیں۔ حضرت
 صدر الافاضل مراد آبادی کی یہ گفتگو سن کر اعلیٰ حضرت ابدیدہ ہو گئے۔ اور فرمایا مولانا
 تمنا تو یہ تھی کہ احمد رضا کے ہاتھ میں تلوار ہوتی اور احمد رضا کے اسقا و مولیٰ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی گردنیں ہوتیں اور اپنے ہاتھ
 سے ان گستاخوں کا سر قلم کرتا اور اس طرح گستاخی اور توہین کا سد باب کرتا۔ لیکن
 تلوار سے کام لینا تو اپنے اختیار میں نہیں ہاں اللہ تعالیٰ نے قلم عطا فرمایا ہے۔ تو میں قلم
 سے سختی اور شدت کے ساتھ ان بے دینوں کا رد اس لئے کرتا ہوں تاکہ حضور اقدس
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بدزبانی کرنے والوں کو اپنے خلاف شدید

رو دیکھ کر مجھ پر غصہ آئے پھر جل بھن کر مجھے گالیاں دینے لگیں اور میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گالیاں بکنا بھول جائیں اس طرح میری اور میرے آباؤ اجداد کی عزت و آبرو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت جلیل کے لئے سپر بوجھنے

کہاں میں عاشقانِ مصطفیٰ جو پہاڑوں کی کھوہ اور سمندروں کے ٹاپو میں منزلِ عشق کو تلاش کرنا چاہتے ہیں وہ آئیں اور اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں عشق و محبت کا درس حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت کو عشق و محبت کا مجسمہ بنایا تھا۔ آپ کے سوزشِ عشق کی آہ جس طالب پر پڑ جاتی اس کا دل مجتہدِ رسول کا مہینہ بن جاتا استادِ المحدثین حضرت مولانا دہلوی احمد صاحبِ محدث سورتی سے ایک مرتبہ ان کے شاگرد حضرت مولانا سید محمد صاحبِ محدث کچھو چھوئی علیہ الرحمہ نے عرض کی کہ حضرت! آپ تو مولانا شاہ فضل الرحمن صاحبِ گنج مراد آبادی علیہ الرحمہ سے مرید ہیں لیکن آپ کو جتنی محبت و عقیدت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے ہے اتنی اور کسی سے نہیں اعلیٰ حضرت کی یاد ان کا تذکرہ ان کے علم و فضل کا خطبہ آپ کی زندگی کے لئے روح کا مقام رکھتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے حضرت محدث سورتی نے فرمایا سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں ہے جو میں نے مولوی اکبر صاحب محشی بخاری سے پائی سب سے بڑی نعمت وہ بیعت نہیں ہے جو مجھے حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب سے حاصل ہوئی بلکہ سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑی نعمت وہ ایمان ہے جس میں نے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا میرے سینے میں پوری عظمت کے ساتھ مدینہ کے بسانے والے اعلیٰ حضرت ہی ہیں اس لئے ان کے تذکرہ سے میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے میں ان کے ایک ایک کلمہ کو اپنے لئے مشعلِ ہدایت جانتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت اور آپ کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی ماہرہ شریف ہیں حضور پر نور

سید شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دستِ حق پرست پر ۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۷ء میں سلسلہ عالیہ قادریہ بکاتیمہ میں بیعت ہوئے اسی وقت مرشد برحق مولانا سید آل رسول نے آپ دونوں حضرات کو خلافت نامہ عطا فرما کر فرقہ مقدسہ سے بھی سرفراز فرمایا حضرت مولانا سید ابوالحسن نوری عرف میاں صاحب نے حضرت سید آل رسول سے عرض کی کہ حضور آپ کے یہاں تو طویل بامشقت مجاہدات و ریاضات کے بعد خلافت و اجازت دیجاتی ہے تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ان دونوں حضرات کو بیعت کرتے ہی خلافت بھی دے دی گئی حضرت مرشد برحق نے فرمایا ————— میاں صاحب اور لوگ رنگ آلود میلہ کچیلاد لے کر آتے ہیں اس کی صفائی اور پاکیزگی کے لئے مجاہدات طویلہ ریاضات شاقہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور یہ دونوں حضرات صاف ستھرا پاکیزہ دل لے کر ہمارے پاس آئے۔ ان کو صرف اتصالِ نسبت کی ضرورت تھی اور وہ مرید ہوتے ہی حاصل ہو گئی — پھر مزید آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کی بہت بڑی فکر رہتی تھی کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے آل رسول! تو میرے لئے کیا لایا ہے۔ تو میں بارگاہِ الہی میں کون سی چیز پیش کروں گا۔ لیکن آج وہ فکر میرے دل سے دور ہو گئی۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ آل رسول تو میرے لئے کیا لایا تو میں عرض کروں گا کہ الہی تیرے لئے احمد رضا لایا ہوں۔

لیکھ حضرت نے پہلی بار ۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں اپنے والدین کریمین کے ہمراہ فرج ادا فرمایا ایک دن آپ نے مقامِ ابراہیم میں نماز پڑھی امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح صبل لیں نے جب آپ کا چہرہ انور دیکھا تو بغیر کسی جان پہچان کے آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے دولت خانہ پر لائے اور بہت دیر تک آپ کی پیشانی مقدس پر نگاہ جمائے رہے پھر انھوں نے فرمایا۔ اِنِّیْ لَا اَجِدُ دُوْمًا اِلَّا فِيْ هٰذَا الْجَبِيْنِ۔ یعنی بیشک میں اس پیشانی میں اللہ کا نور دیکھ رہا ہوں۔ بعد کا صحاح ستہ اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت اپنے

مبارک ہاتھوں سے لکھ کر آپ کو عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ انہماک ضیاء الدین احمدؒ
 تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔ پھر اعلیٰ حضرت نے ادائے حج سے فارغ ہو کر حضور اکرم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضری دی اور بارگاہِ رسالت
 سے ہزاروں نعمتوں اور برکتوں سے نوازے گئے۔ پھر آپ نے دوسرا حج ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ
 مطابق فروری ۱۹۰۶ء میں ادا کیا۔ ۲۲ صفر ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۸ اپریل ۱۹۰۶ء
 تک مکہ معظمہ میں آپ کا قیام رہا۔ زمانہ قیام مکہ میں بڑے بڑے اہم واقعات پیش
 آئے جن کا تفصیلی بیان انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے۔
 اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت کو قوتِ یادداشت میں بڑا کمال دیا تھا یوں تو قرآن
 مجید کا اکثر و بیشتر حصہ آپ کو زبانِ یاد تھا لیکن پورے قرآن مجید کے آپ حافظانہ تھے
 ایک مرتبہ کسی ناواقف شخص نے اپنے ایک عریفہ میں آپ کے القاب کے ساتھ
 حافظ کا لفظ بھی لکھ دیا جن اتفاق سے اس کا وہ عریفہ ۲۹ شعبان کو آپ کی خدمت
 میں پہنچا دوسرے ہی دن سے آپ نے قرآن مجید حفظ کرنا شروع فرما دیا اور ہر روز ایک
 پارہ حفظ کر کے تراویح کی نماز میں آپ سنا دیتے یہاں تک کہ رمضان شریف کی
 ستائیسویں تاریخ کو مغرب سے پہلے حفظ قرآن مجید پورا کر لیا اور صرف ایک مہینے کی مختصر
 مدت میں آپ حافظ ہو گئے۔ پھر بڑی خوبی تو تھی کہ روزانہ ایک پارہ زبانِ حفظ کرنے سے
 باوجود فتاویٰ مبارکہ لکھنے، مسائل شریعت و احکام دینیہ کی بحث فرماتے اور وقت
 معین پر مسند نشین ہدایت ہو کر اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کے فرامینِ مقدسہ سنانے وغیرہ مشاغلِ دینیہ میں کسی طرح کا کوئی فرق آنے نہ پایا
 جس طرح آپ قلم کے دھنی تھے اسی طرح میدانِ بیان کے شہسوار بھی تھے
 اگر آپ کی تحریر تحقیقات و تدقیقات کے دریا بہاتی تو آپ کی تقریر حقائق و عرفان کے
 انوار برساتی تھی لیکن چونکہ بقا و دوام صرف تحریر کو حاصل ہے اس لئے آپ کی مقدس زندگی

کے بیشتر اوقات تصنیفات کتب میں صرف ہوئے مگر تاہم خود شہر بریلی میں ہر سال آپ کے تین زبردست وعظ تو پابندی کے ساتھ ہوا کرتے تھے ایک وعظ طلبہ فارغ التحصیل کے سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر ہوتا تھا دوسرا بیان جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہر بار ہونے کے ساتھ مع الاصل شریف کو آپ کی طرف سے حضرت مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمہ کے دو لکڑہ پر منعقد ہوتا تھا جس میں شہر بھر کے عمائد و معززین مطبوعہ دعوت نامہ کے ذریعہ مدعو کئے جاتے اس مبارک جلسہ کی اہمیت پورے شہر میں ایسی تھی کہ اس تاریخ کو کسی دوسری جگہ اہتمام و انتظام کے ساتھ مجلس نہیں ہوتی تھی جس میں شائقین ہمیں اگر اس جلیل الشان جلسہ میں شریک ہوتے تیسرا بیان مرشد برحق حضرت مولانا سید آل رسول صاحب مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس شریف کے موقع پر جو ہر سال ۱۸ ذوالحجہ کو آپ کے کاشانہ اقدس پر منعقد ہوتا تھا۔ ان کے علاوہ مسلمانوں کی مرض و تنہا پر شہر اور بیرونجات میں بھی آپ کے بیانات ہوتے تھے۔

آپ کی تقریروں و تحریروں اور تمام تصنیفوں کا خلاصہ سب ذیل تین باتیں ہیں۔
۱۔ دنیا بھر کی ہر ایک لائق محبت و مستحق تعظیم چیز سے زیادہ اللہ و رسول کی محبت و تعظیم (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

۲۔ اللہ و رسول ہی کی رضا کے لئے اللہ و رسول کے دوستوں سے دوستی و محبت (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔)

۳۔ اللہ و رسول ہی کی خوشی کے لئے اللہ و رسول کے دشمنوں سے نفرت و عداوت (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔)

آپ اپنی ساری عمر دنیا کو یہی بتاتے رہے کہ جس مسلمان نے دل میں ان تین باتوں میں سے ایک بات بھی کامل نہیں تو اس کا ایمان بھی کامل نہیں۔ الغرض آپ نے مسلمانان عالم کو شان الہی کا سچا ادب سکھایا پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا سبق پڑھایا حضرات انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عزت و حرمت کا گن گانا بتایا۔ صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی محبت و عقیدت کا درس دیا حضرات

اولیاءِ قَدِّ سُنَّتِ اُمِّ الْاَوْدِیَّہ کے احترام و اکرام کا چراغ روشن کیا محبوبانِ بارگاہِ الہی کے دشمنوں سے دور و نفور رہنے کا شرعی حکم سنایا شریعت و طریقت کی سچی تعلیم سے آگاہ کیا جھوٹے تصوف و فقیری کا پردہ چاک کیا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں پر خود عامل رہے۔ اور اپنے مخلصین سے عمل کراتے رہے اور دوسرے مسلمانوں کو تلقین کرتے رہے اب ہم ذیل میں تبرکاتِ علیہ السلام کی ایک رباعی نقل کرتے ہیں۔ جو آپ کی مقدس زندگی کی عکاس ہے

نہ مرا نوشِ زنجیں نہ مرا نیشِ ز طعن ۔ نہ مرا گوشِ بدمعہ نہ مرا ہوشِ ذمے
منم و کج خموی کہ نگجد دروے ۔ جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

مجدد کی شناخت و مجددین کی فہرست

علمائے اسلام نے بیان فرمایا ہے کہ مجدد کے لئے ضروری ہے کہ ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے اول میں اس کے علم و فضل کی شہرت رہی ہو۔ علماء کے درمیان اس کے ”احیاءِ سنت“ اذالہ بدعت اور دیگر دینی خدمات کا چرچا کیا جاتا ہو۔ لہذا جس عالم کو آخری صدی کا زمانہ نہ ملایا ملا لیکن وہ دینی خدمات انجام دینے میں مشہور نہ ہوا تو وہ مجددین کی فہرست میں شمار نہ ہوگا۔ علماء دین کی تصریح کے مطابق ذیل میں مجددین کی فہرست پیش کی جاتی ہے۔

پہلی صدی کے مجدد خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں آپ کی پیدائش سنیہ میں اور وصال سنیہ میں ہوا اس اعتبار سے آپ کو دوسری صدی کا مجدد کہنا چاہئے لیکن تمام علماء کا اسی بات پر اتفاق ہے کہ آپ پہلی صدی کے

۱۔ پاسبانِ مارج واپریل ۱۹۹۲ء میں علامہ سید ظفر الدین فاضل بہاری کا مسئلہ تجدید پر ایک تحقیقی مقالہ شائع ہوا ہے۔ مجددین کی فہرست اسی سے ماخوذ ہے۔

مجتہد ہیں۔ دوسری صدی کے مجدد سیدنا امام شافعی و سیدنا امام حسن بن زیاد ہیں تیسری صدی کے مجدد قاضی ابو العباس بن شریح شافعی، امام ابو الحسن اشعری اور محمد بن جریر طبری ہیں چوتھی صدی کے مجدد امام ابو بکر بن باقلانی و امام ابو حامد اسفہانی ہیں پانچویں صدی کے مجدد قاضی فخر الدین حنفی و امام محمد بن غزالی ہیں چھٹی صدی کے مجدد امام فخر الدین رازی ہیں۔ ساتویں صدی کے مجدد امام تقی الدین بن دقیق العید ہیں آٹھویں صدی کے مجدد امام زین الدین عراقی، علامہ شمس الدین جزری اور علامہ سراج الدین بلقینی ہیں نویں صدی کے مجدد امام جلال الدین سیوطی اور علامہ شمس الدین سخاوی ہیں دسویں صدی کے مجدد امام شہاب الدین رملی اور ملا علی قاری ہیں گیارہویں صدی کے مجدد امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی، حضرت شیخ محقق مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت علامہ میر عبد الواحد بلگرامی مصنف سبع سنابل شریف ہیں، بارہویں صدی کے مجدد شہنشاہ ہند وستان ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی حضرت سیدی شاہ کلیم اللہ چشتی دہلوی، حضرت شیخ غلام نقش بند کھنوی اور حضرت قاضی محبت اللہ بہاروی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعیں بعض لوگوں نے اپنی خوش اعتقادگی کے باعث شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کو بھی بارہویں صدی کا مجدد کہا ہے مگر تہریکات علماء اسلام کے مطابق ان کا شمار مجددین میں نہیں ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب موصوف کی پیدائش ۱۱۴۷ھ میں اور وفات ۱۲۱۹ھ میں ہوئی ہے تو صاحب علم و فضل ہونے کے باوجود انھوں نے نہ تو کسی صدی کا آخر پایا اور نہ کسی صدی کا آغاز پایا۔

بعض دہائیوں نے سید احمد رائے بریلوی اور ان کے مرید مولوی اسماعیل دہلوی کو بھی مجدد قرار دیا ہے۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ ان دونوں پر مرید نے اصلاح کے نام پر امت میں فتنہ و فساد کا بیج بویا اور مسلمانوں کے پرانے اسلامی عقائد بگاڑ کر ان کو دہابیت کی طرف موڑا ہے۔ تو بھلا یہ دونوں مجدد کیسے ہو سکتے ہیں۔ پھر ان باتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے قابل غور امر یہ ہے کہ سید احمد رائے بریلوی کی پہلا

۱۲۱۰ھ میں اور اسماعیل دہلوی کی پیدائش ۱۲۹۳ھ میں اور دونوں کی موت ۱۲۴۶ھ میں ہوئی ہے جس سے ظاہر ہوا کہ سید احمد نے بارہویں صدی کا زمانہ ہی نہیں پایا اور مولوی اسماعیل نے پایا بھی تو اس طرح کہ وہ صرف سات برس کے بچے تھے اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہابیوں کے بھی مستند مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی کا فیصلہ بھی سینا دیا جائے جناب فاضل لکھنوی اپنے مجموعہ فتاویٰ عبدالحی جلد دوم صفحہ ۱۵۱ میں شیخ الاسلام بدر الدین و امام جلال الدین سیوطی کی عبارات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

— از یہ عبارات واضح شد کہ سید احمد بریلوی کہ ولادت شان ۱۲۰۱ھ بود و مرید شان مولوی اسماعیل دہلوی وغیرہ در مصداقی حدیث۔ ان الله يبعث لهذا الامّة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها۔ داخل نیستند یعنی علماء اسلام کی ان عبارتوں سے صاف صاف واضح ہو گیا کہ سید احمد بریلوی جن کی پیدائش ۱۲۱۰ھ میں تھی اور ان کے مرید مولوی اسماعیل دہلوی وغیرہ حدیث شریف ان الله يبعث لهذا الامّة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها امر دينها۔ کے مصداق میں داخل نہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات مجدد نہیں۔

تیرہویں صدی کے مجدد شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے فرزند و لبند حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی متولد ۱۲۵۹ھ متوفی ۱۲۳۹ھ ہیں آپ بارہویں صدی کے آخر میں علم و فضل زہد و تقویٰ میں مشہور دیار و اطراف تھے اور تیرہویں صدی کے آغاز میں آپ کے فضل و کمال کا طوطی پورے ہندوستان میں بولتا تھا آپ کی ساری عمر دینی خدمت درس و تدریس افتاء و تصنیف میں گزری سنیت کی حمایت اور بد مذہبوں کا رد و آپ کا خصوصی کارنامہ ہے۔ آپ کے اندر احقاق حق و ابطال باطل کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا جس کا زندہ ثبوت آپ کی ضخیم کتاب تحفہ اثنا عشریہ ہے اس جلیل القدر عظیم الشان کتاب میں آپ نے دلائل کے بھڑوٹوں

اور براہین کی شمشیروں سے را فضی مذہب کی کھال ادھڑ کر اس کی ہڈیوں
کا سرمہ اور گوشت کا قیر بنا دیا ہے فالحمید للہ رب العلمین والصلوة والسلام
علی سید المرسلین والہ الطہیین وصحبہ الطاہرین۔

چودھویں صدی کا جلیل لقدر مجدد

علمائے اسلام کے بیان کے فرمودہ اصول کے مطابق اگر اہل حق موجودہ صدی
کی فضائے اسلام پر نگاہ ڈالیں تو انہیں مجددیت کا ایک درخشاں آفتاب اپنی نورانی
شعاعوں سے بدعت و ردت کی تاریک دبیرتہوں کو چیرتا ہوا نظر آئے گا۔ جس کی
بے مثل تابانی سے ایک عالم چمک دمک رہا ہے اور وہ فخر و زگار مجدد الاعلیٰ حضرت
عظیم البرکت مولانا الحاج حافظ قاری شاہ محمد احمد رضا بریلوی سنی حنفی قادری
برکاتی ہیں اس لئے کہ آپ کی ولادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ میں اور آپ کا وصال
۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۲ھ میں ہوا۔ آپ نے تیرھویں صدی کا ۲۸ سال و مہینہ بیس دن
پایا۔ جس میں آپ کے علوم و فنون، درس و تدریس، تالیف و تصنیف و عطا و تقریر کا شہسہ
ہندوستان سے عرب شریف تک پہنچا اور چودھویں صدی کا انتالیس سال ایک مہینہ
۲۵ دن پایا جس میں حمایت دین، نکایت مفسدین، احقاق حق و ازہاق باطل، اعانت
سنت و امانت، بدعت کے فرائض منہی کو کچھالسی خوبی اور کمال کے ساتھ آپ نے
انجام دیا جو آپ کے عظیم المرتبت مجدد ہونے پر شاہد عدل ہے۔ آپ تیرہ سال و سب
مہینہ کی عمر ہی میں فارغ التحصیل ہو گئے اور اسی دن سے فتویٰ دینا شروع کر دیا اور یہ
سلسلہ عمر شریف کے آخری حصہ تک جاری رہا۔ افسوس کہ آپ کے بہت سے فتویٰ کی
نقل نہ لی جاسکی مگر پھر بھی جو نقل ہو سکے وہ بڑی تقطیع ۲۶۸۲ پر بارہ جلدوں میں
تقریباً گیارہ ہزار صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں اس مجموعہ فتویٰ کا نام "فتاویٰ رضویہ"

ہے اس میں آپ نے احکام شرعیہ و مسائل دینیہ کی تفصیل و توضیح ایسی تحقیق کے ساتھ کی ہے جو اس کے غیر میں نہ ملے گی فقہی مسائل کے لئے دلائل و براہین کے انبار لگا دیے ہیں فقہ و کلام کے وہ معرکہ الار مسائل جو اپنی پیچیدگی کے باعث برسوں سے اکابر علماء کے درمیان اُلجھے ہوئے رہ گئے تھے ان کا جنجا تلافیہہ کیا ہے۔ آپ کی تصنیفات کا شمار بروایت حضرت شیرازیہ سنت لکھنوی علیہ الرحمہ ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ ائمہ متاخرین میں امام جلال الدین سیوطی مجدد قرن عاشر علیہ الرحمہ کے بعد کسی کے متعلق نہیں سنا گیا کہ وہ کثرت تصنیفات میں اعلیٰ حضرت کا مقابل ہے جس وقت آپ کے درس و تدریس کا غلغلہ بلند ہوا تو سہارنپور اور دیوبند کے مدرسوں کے بھی چند طلبہ حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بریلی تشریف اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ درس گاہ رضویہ کے طلبہ انہیں دیکھ کر سخت تعجب میں ہو گئے۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت اگرچہ علم و فن کے آفتاب فضل و کمال کے ماہتاب تھے۔ لیکن وہابی علماء سے تو یہ امید ہی نہیں کہ وہ اعلیٰ حضرت جیسے وہابیت کا پرچہ اڑانے والے کی علمی خوبیوں کا سیدھے الفاظ میں اس طرح اعتراف کرتے ہوں کہ ان کے طلبہ کو آپ سے علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو چنا۔ چنانچہ درس گاہ رضویہ کے طلبہ نے اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے آنجوائے طالب علموں سے دریافت کیا کہ آپ حضرات دیوبند اور سہارنپور چھوڑ کر بریلی کیسے آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو صحیح ہے کہ مدارس دیوبند وغیرہ میں اعلیٰ حضرت کی مدح و ثنا نہیں ہوتی لیکن جب بھی وہابی علماء کے درمیان اعلیٰ حضرت کا تذکرہ چل پڑتا ہے۔ تو ان کی گفتگو کا حرف آخر یہی ہوتا ہے کہ کچھ بھی ہو مولانا احمد رضا قلم کے بادشاہ ہیں جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا پھر نہ تو موافقی کو ضرورت افواش رہتی ہے اور نہ مخالف کو دم زدن کی گنجائش ہوتی ہے۔ بس اعلیٰ حضرت کا یہی وصف ہے کہ جو ہم لوگوں کو دیوبند و سہارنپور سے کھینچ کر بریلی لایا۔

مجددِ اعظم رزمِ گاہِ حق و باطل میں

حضورِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس زندگی کے کارناموں پر ایک نگاہ ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدائے پاک جل جلالہ نے اپنے اس خاص بندے کو اپنے دین کی حمایت ہی کے لئے پیدا فرمایا تھا دین کی تجدید و تبلیغ، اسلام کی حمایت و نصرت، سنیت کی حفاظت و صیانت ہی آپ کی زندگی تھی مقدس دین کی تجدید و احیاء کے فرض منصبی کو آپ نے جس خوبی کے ساتھ انجام دیا وہ آپ کی تصنیفات مقدسہ سے ظاہر ہے۔ آپ نے ساری زندگی اسلام و سنیت کے احیاء و تجدید پر قربان کر دی اور کفار و مرتدین، مشرکین و مبتدعین کی طرف سے ہونے والے تمام حملوں کا دندان شکن جواب دیا یعنی طور پر آپ اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں میں ہیں جن کا فیض ان کے دنیا سے پر وہ فرما لے کے بعد بھی خدا اور رسول جاری رکھتے ہیں۔ رحل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم۔

آج دنیا میں مشرکین و کفار، مرتدین، اشرار، گمراہان، فجار کا کوئی ایک بھی ایسا مشہور فرقہ نہیں جس کے رو میں اعلیٰ حضرت کی متعدد تصنیفات نہ ہوں۔ دہریے، فلاسفہ، آریہ، سماجی، یہود، نصاریٰ، ہنود، مجوس، قادیانی، پجری و ہانی دیوبندی، ندوی، رافضی، خازجی، فیضی، صلحی وغیرہ بے دینوں، بد مذہبوں کی جس قدر فتنہ گر پارٹیاں ہیں ان سب کے خود ساختہ اصول اور باطل عقائد کو خود انہیں کے مسلمات انہیں کے گڑھے ہوئے قواعد سے اس طرح توڑ پھوڑ کر ان کے دھوکے میں اڑا دیے ہیں کہ تلاش و جستجو کے بعد ان کا کوئی ایک ذرہ سلامت نہیں ملتا۔

اعلیٰ حضرت کا وطن اس صوبہ اور شہر میں ہے۔ جہاں ہندوؤں کی تعداد ستاسی فی صدی اور مسلمانوں کی تعداد تینو فی صدی ہے۔ اور آپ کا دولت خانہ شہر پٹی

شریف کے محلہ سوداگران میں ہے۔ اس محلہ میں آپ کے اور آپ کے رشتہ داروں کے مکانوں کے علاوہ ایک مکان سید مصباح علی اور دوسرا میاں منیر بھشتی کا ہے اور باقی محلہ کے سارے مکان ہندوؤں کے تھے۔ اس لئے آپ نے ہندوؤں کے رد میں کتابیں تحریر فرمائیں انہیں کتابوں میں "الفصل لفقہی قربان البقا" ہے۔

ہندوؤں کے ایک تعلیم یافتہ طبقہ نے جب دیکھا کہ ہندو برابر مسلمان ہو رہے ہیں یا نصرانیت کے جنگل میں پھلتے جا رہے ہیں تو ان کے اگواپڈت دیانند سرتی نے آریہ سماج کے نام سے ایک مذہب جاری کیا اور مسلمانوں پر علمی و صوفی جہانے کے لئے اسلامی تعلیمات کے خلاف اعتراض کرنا شروع کیا اس لئے اعلیٰ حضرت نے آریہ سماج کا بھی رد فرمایا جس کا نمونہ کیفر کردار آریہ ہے۔

آپ کے زمانہ سے پہلے ہی ہندوستان میں اسلامی سلطنت کو مٹا کر انگریزوں نے اپنی حکومت قائم کر لی تھی انگریز اگرچہ اعتقاداً و عملاً نرسے بنیادین ہیں لیکن پھر بھی رومن کیتھولک مذہب کے نام لیوا ہیں اور اسی مذہب کی اشاعت میں طرح طرح کا جال پھیلاتے اور لاکھوں روپے تبلیغ میں خرچ کر کے لوگوں کو نصرانی بنانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں اس لئے اعلیٰ حضرت نے ان کے رد میں تین کتابیں تصنیف فرمائیں۔

یہ تینوں فرقے یعنی ہندو، آریہ سماج اور نصاریٰ غیر مسلم ہیں جو مسلمان ہیں اور نہ اپنے کو مسلمان کہلاتا پسند کرتے ہیں ان کے علاوہ وہ فرقے جو اپنے کو مسلمان کہلاتے ہوئے بھی اسلام کی جڑ کاٹنے میں لگے ہوئے تھے۔ ان کے رد و تردید اعلیٰ حضرت نے خاص توجہ فرمائی انہیں باطل پرست فرقوں میں ایک فرقہ نیچری ہے۔ نیچری حضرات زمانہ کے مطابق رنگ بدلنے اور انگریزی سلطنت کی حمایت و طرفداری کرنے کی

عہد پاسبان مارچ و اپریل ۱۹۹۲ء عہد پاسبان واپریل ۱۹۹۲ء عہد ۲۳

عہد پاسبان مارچ و اپریل ۱۹۹۲ء عہد ۲۳

بدولت و نبوی حیثیت میں بڑھے چڑھے اور مرجع العوام بنے رہتے تھے ان لوگوں نے سلطنت برطانیہ کی خطرناک سازش کو بھرپور قوت پہنچانے کے لئے مسلمانوں کے دین و ایمان لوٹنے اور اسلامی نشانات مٹانے کی پوری کوشش کی اعلیٰ حضرت نے ان کے رد میں سات کتابیں تحریر فرمائیں اور انگریزوں کی خطرناک سازشوں کو کچل کھڑا جب انگریزوں کے خیر خواہ وہابیہ نے کوششیں مثل کاغذ برپا کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت نوح وغیرہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مثل زمین کے باقی طبقوں میں اور بھی محمد، آدم، ابراہیم وغیرہ ہی ہیں تو اعلیٰ حضرت نے ان کے رد میں تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال اور جوابہائے ترکی بہ ترکی ۱۲۹۲ھ میں تصنیف فرما کر شائع کیا جس سے یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے راہی ملک عدم ہو گیا۔

جب انگریزوں کی شہ پاکر مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے اپنے امام مہدی اور مسیح ہونے کا پھر نبی اور رسول ہونے کا اعلان کیا اور حضرات انبیاء عظام کی مقدس شانوں میں گالیاں دینا شروع کیں تو اعلیٰ حضرت نے اس کے رد میں چھ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اور ایک ماہنامہ بنام قہر الدیان علی المرتد بقادیان جاری کیا۔

جب انگریزوں کے دلی خیر خواہ وہابی دیوبندی عالموں نے مسئلہ ختم نبوت کا انکار کیا اللہ سبحانہ و قدوس کے قبوٹ بولنے کو درست بتایا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر میلاد کو کنھیا کا جنم قرار دیا سرکارِ دو عالم مدنیۃ العلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم کی طرح ٹھہرایا۔ اور غیر مقلد وہابیوں نے امام اعظم ابو حنیفہ وغیرہ ائمہ اسلام کی تقلید و اتباع کو شرک و کفر کہا۔ تو اعلیٰ حضرت نے ان وہابیہ و غیر مقلدین کے رد میں دوسو سے زیادہ کتابیں تصنیفات فرمائیں

معیا بیان اپریل ۱۲۹۲ھ معیا بیان اپریل ۱۲۹۲ھ معیا بیان اپریل ۱۲۹۲ھ

مکہ ملاحظہ ہو دولت مکہ ۱۲۹۵ھ

جب فرقہ تفضیلیہ نے شور و غل مچایا اور اکٹھا ہو کر بریلی آئے اور مناظرہ چھڑا تو اعلیٰ حضرت کے سوالات قاہرہ کی پہلی قسط دیکھتے ہی بریلی سے بھاگ کھڑے ہوئے جس کا مفصل بیان ”فتح خیر و ترک مرتضوی میں چھپ چکا ہے۔ اسی طرح جب روافض و نواصب کے فتنوں نے سر اٹھایا اعلیٰ حضرت نے وہیں سر کو بی فرمائی اور ان کے رد میں بھی کتابیں تصنیف فرمائیں۔

مسلمانوں میں افتراق و اختلاف کی لگ بھگ کا بننے کے لئے پرانے شکاریوں نے اپنے خیر خواہوں مولوی محمد علی کانپوری، مولوی شبلی اعظمی وغیرہ سے ۱۳۱۱ھ میں ایک نیا جال بنوایا جس کا نام نذول العلماء ہے۔ مکاروں اور عیاروں نے اس خوبصورت جال میں سلیوں کی کثرت تعداد کو بھانسن لیا انتہایہ کہ بہت سے سنی علماء ندوہ کے دھوکے اور فریب میں آکر اس کے ممبر بن گئے ندوہ کو اگرچہ ایک اسلامی مذہبی درس گاہ ظاہر کیا گیا لیکن اس کے باوجود اس کی بنیادی اینٹ ایک انگریز حکمران کے ہاتھ سے رکھوائی گئی۔ شیخ محمد اکرام ایم۔ اے۔ اپنی کتاب ”شبلی نامہ“ میں لکھتے ہیں کہ۔

۔۔۔۔۔ ندوہ کی تاریخ میں ۱۹۰۸ء کا سال ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اس سال صوبہ یوپی کے گورنر (انگریز لفٹننٹ) نے دارالعلوم کی وسیع عمارت کا سنگ بنیاد رکھا اور (انگریزی) حکومت کی طرف سے ندوہ کو بعض مقاصد کے لئے پانچ سو روپے ماہوار امداد ملنی شروع ہوئی۔

مولوی شبلی اعظمی جو ندوہ کے کرتا و دھرتا تھے انھوں نے اس موقع پر اپنی انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بیان دیا ہے کہ۔

۔۔۔۔۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ترکی ٹوپیاں اور عمامے دوش بدوش نظر آتے تھے۔

یہ پہلا ہی موقع تھا کہ مقدس علماء عیسائی فرمانروا کے سامنے ولی شکر گزاری کے ساتھ ادب سے خم تھے یہ پہلا ہی موقع تھا کہ شیعوں نے ایک مذہبی درس گاہ کی رسم ادا کرنے میں شریک ہوئے۔

کاسنگ بنیاد ایک غیر مذہب دانگریز گورنر کے ہاتھ سے رکھا جا رہا تھا۔ غرض یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک مذہبی سقف کے نیچے نصرانی، مسلمان، شیو، سنی، حنفی، وہابی، رند، زید، صوفی، داعی، فرقہ پوش اور کج کلاہ سب جمع تھے۔ (شہلی نامہ ص ۲۴) مولوی شبلی صاحب ندوہ کی تحریک کے ذریعہ ایک طرف اسلام و سنیت کی روح بچل رہے تھے اور دوسری طرف اپنے ماہوار رسالہ الندوہ میں انگریزوں کی اطاعت و فرمانبرداری کا سبق پڑھا رہے تھے ۱۹۱۴ء میں مولوی شبلی نے مسجد کانپور کے سلسلے میں اپنی لیڈرئی چمکانے کے لئے کچھ نظمیں شائع کرائی تھیں۔ جب لفٹنٹ گورنر یوپی نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا تو انھوں نے اپنے انگریز آقا کو خوش رکھنے کے لئے حسب ذیل بیان شائع کیا۔

• میں مدت العمر بھی انگریز گورنمنٹ کا بدخواہ نہیں رہا ہوں میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مشرق و مغرب (ایشیا و یورپ) کے درمیان یگانگت بڑھے اور ایک دوسرے کی طرف سے جو غلط فہمیاں مدت دراز سے چلی آتی ہیں دور ہوں چنانچہ اس پر میری تمام تصنیفات شاہد ہیں اس سے بڑھ کر یہ کہ ۱۹۰۸ء میں میں نے ماہوار رسالہ الندوہ میں ایک مستقل مضمون کے ذریعہ یہ ثابت کیا کہ مسلمانوں پر انگریزی حکومت کی اطاعت و وفاداری مذہباً فرض ہے۔ (شہلی نامہ ص ۲۴۵)

ندوہ کے اندرونی حالات کا اندازہ کرنے کے لئے مولوی شبلی کے رفیق کار مسٹر ابوالکلام آزاد کا بیان پڑھئے فرماتے ہیں۔

• ندوۃ العلماء کے اجتماع سے مجھے روشن علماء کی جو حالت منکشف ہوئی کیونکہ منتبین ندوہ کی طرف سے میرا ایسا ہی حسن ظن تھا اس سے طبیعت کو اور زیادہ مایوسی اور طبقہ علماء کی طرف سے سخت وحشت پیدا ہو گئی۔ مخالفین ندوہ وہاں جو کچھ کہہ رہے تھے اور کر رہے تھے ان کی نسبت تو خیال تھا کہ یہ روشن خیال نہیں ہیں لیکن جو لوگ ندوہ کے لئے سرگرم تھے ان کی بھی عجیب حالت نظر آتی تھی۔ چونکہ پانچ چھ ہینے تک ان سرگرمیوں کو بالکل قریب سے دیکھا رہا۔ اس لئے اندرونی حالت

بالکل میرے سامنے تھی۔

میں نے دیکھا کہ بالکل چالاک دنیا داروں کی سی کاروائیاں کی جا رہی ہیں اور وہ تمام وسائل بے دریغ عمل میں لائے جاتے ہیں جو اپنی کامیابی کے لئے ایک شاطرے شاطر اور عیار سے عیار جماعت کر سکتی ہے لوگوں کو دندوہ تحریک میں شامل کرنے کے لئے ہر طرح کی عیاریاں کی جاتی تھیں میرے سامنے ایک واعظ نے ندوے کے ایک سرگرم آجمنٹ سے مشورہ کیا کہ مجلس وعظ میں کیونکر ان کو اظہار جوش و خروش کرنا چاہیئے اور کیونکر آخر میں نالہ و بکا دروازہ صونا شروع کر دینا چاہیئے چنانچہ تجویز پختہ ہو گئی اس کے بعد واعظ نے جوہنی مٹنوی کی ایک حکایت شروع کی دوسرے صاحب نے متاکھڑے ہو کر حال بازوؤں کی طرح حرکتیں شروع کر دیں اس سے مجلس میں بڑی رقت طاری ہو گئی۔ اور اس قدر آہ و بکا ہو کہ اس پر وعظ ختم کر دیا گیا اسی طرح کی بیسوں باتیں (مکاری عیاری کی) روز میں دیکھتا تھا اور میرے دل میں اس طبقے دندوہ والوں کی طرف سے وحشت بڑھتی جاتی تھی

— آزاد کی کہانی ص ۲۱۷، ص ۲۱۸

ان سب حوالجات نے دن و دوپہر کی طرح واضح کر دیا کہ برطانوی عیاروں نے مسلمانوں کو بھانسنے اور ان کو بد مذہب بنانے کے لئے ایک خوشنما حال بچایا جس میں عام سنی تو عام سنی ان کے علماء بھی بری طرح پھنس گئے۔ دندوہ سے بڑھ کر کون سا فتنہ سنگین ہو سکتا ہے جس میں رہنما حضرات بھی گھس کر جادہ حق سے پھسل گئے تھے اعلیٰ حضرت کی حق بین نگاہوں نے روناؤل ہی دیکھ لیا تھا کہ دندوہ بے دینوں، بد مذہبوں اور نیچروں کی ایک چکڑی اور حق و باطل کا ایک سمجھون مرکب ہے اس لئے آپ حمایت دین کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور برطانوی وفاداروں کے اس خوشنما حال کا ایک ایک تاگا اڈھیر کر رکھ دیا۔ دندوہ کی گمراہیوں اور بدعتوں کو اپنی تقریر و تحریر کے ذریعہ اس طرح بے نقاب فرمایا کہ مشاہیر علمائے اہل سنت توفیق خداوندی کی بدولت دندوہ سے پھر گئے۔

— امام احمد رضا کا پوربی علیہ الرحمہ

حضرت مولانا محمد حسین آبادی علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا علامہ عبدالسلام جلیپوری علیہ الرحمۃ وغیرہ مشاہیر علماء ہندوہ کی خوبصورت تجویزوں پر فریفتہ ہو کر اس میں شامل ہو گئے تھے لیکن جب اعلیٰ حضرت نے ہندوہ کی سخت کنی فرمائی اور اس کی گمراہیوں کو بے پردہ کر دیا تو یہ حضرات ہندوہ سے متنفر ہو کر اس سے بالکل الگ ہو گئے۔

خدائے تعالیٰ عالم فرید فاضل و حیدر حضرت مولانا قاضی عبدالوحید رئیس پٹنہ، محب الرسول تابع الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی استاذ المحدثین حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی دہلی بھلتی، عالم جلیل فاضل نبیل حضرت مولانا حکیم عبدالقیوم بدایونی، عالم امجد فاضل ارشد حضرت مولانا عبدالصمد حافظ بخاری سہسوانی کسب اللہ المسلمول حضرت مولانا شاہ ہدایت رسول رامپوری لکھنوی علیہم الرحمۃ والرضوان کی قبروں پر قیامت تک اپنی رحمت کے پھول برساتا رہے کہ اول الذکر نے اپنے مال و دولت اور بانی حضرات نے اپنے علم و اثر سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ بٹایا جس سے ہندوہ کا فتنہ عظیم ۱۳۲ھ میں مداس لہج کر ختم ہو گیا۔ حضرت مولانا مفتی ابوالسائین محمد ضیاء الدین دہلی بھلتی علیہ الرحمۃ اپنی تصنیف اعلام ضروری ص ۵

میں تحریر فرماتے ہیں کہ

یہ علمائے کرام نے ہندوہ کے رد میں کوئی بات اٹھانہ رکھی۔ تحریری رد میں بھی کامل جھٹلایا۔ قریب دو سو کے کتابیں اور رسالے تصنیف فرما کر مفت تقسیم کئے ایک ہزار کے قریب اشتہاروں کی اشاعت کی۔ جلسوں کی رودادیں طبع کرا کے شہر و شہر پہنچائیں۔ مصارف کا اندازہ ایک لاکھ روپیہ سے اوپر کا ہے۔ پچاس ہزار روپے سے اوپر تو شخص واحد یعنی حضرت مولانا قاضی عبدالوحید علیہ الرحمۃ رئیس پٹنہ نے خاص اپنی ذات سے خرچ کئے ایسے اہم کار دینی میں مال کی کوئی حقیقت

موصاف مزید طور پر ہندوہ کی گمراہی اور بدینی اور ان کے متعلق شرعی احکام پر مطلع

ہونا چاہیے وہ اعلیٰ حضرت کا مرتب کردہ فتویٰ بنام فتاویٰ الحرمین برجفند و قہرین کو
ملاحظہ فرمائیں جس میں اکابر علمائے مکہ و مدینہ کے بھی فتاویٰ ہیں۔

جب محمد فاسق اور نام نہاد صوفی جھوٹی طریقت کی آڑ لے کر شریعت محمدیہ پر
حملے کرنے لگے اور شریعت کو طریقت کا مخالف بتانے لگے بناوٹی صوفیوں کے
چودھری مسٹر جٹا دھاری نے اپنی کتاب ”مرشد کو سجدہ تعظیم“ میں اعلان کر دیا کہ اپنے
پیر کو سجدہ تعظیم ہی کرنا جائز ہے تو اعلیٰ حضرت نے اپنی تصنیفات کے ذریعہ ملحد صوفیوں
کا قلع قمع فرمایا۔ آپ نے اپنی کتاب ”مقال العرفاء“ میں قرآن و حدیث و اقوال
علماء باطن سے ثابت کیا کہ۔

• — شریعت اصل ہے اور طریقت اس کی فرع شریعت منبغ ہے اور
طریقت اس سے نکلا ہوا اور یا طریقت کی جدائی شریعت سے محال و دشوار ہے شریعت
ہی پر طریقت کا دار مدار ہے شریعت ہی اصل کار اور محکم و معیار ہے شریعت ہی
وہ راہ ہے جس سے وہ دل الی اللہ ہے اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ تعالیٰ
کی راہ سے دور پڑے گا طریقت اس راہ روشن کا ٹکڑا ہے اس کا اس سے جدا ہونا
محال و ناممکن ہے طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت مطہرہ ہی کے ارتباط کا
صدقہ ہے جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ حقیقت نہیں ہے دینی اور زندقہ
ہے۔ — (مقال العرفاء)

اور الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجدۃ التحیہ لکھ کر آپ نے آیات
قرآنیہ و احادیث نبویہ نیز اقوال ائمہ سے روشن آفتاب کی طرح خوب آشکارا کر دیا
کہ ہماری شریعت محمدیہ میں خدا کے تعالیٰ کے سوا کسی کو کسی طرح کا سجدہ جائز نہیں۔
سائنس دان حضرات کا بیان ہے کہ زمین سورج کے گرد گھوم رہی ہے اور آسمان
کوئی چیز نہیں بظاہر اس بیان میں سادہ لوح عوام کو کوئی خرابی نظر نہ آتی ہوگی
لیکن اگر فلاسافہ و فکر سے کام لیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ سائنس دانوں کا یہ
نظریہ دین و مذہب کی بنیاد پر ایک ضرب کاری ہے کیونکہ جب آسمان کوئی چیز

نہیں ہے تو توریت، انجیل، زبور، قرآن، اور دیگر صحائف انبیاء کا آسمان سے نازل ہونا بھی ثابت نہ ہوگا تو پھر سائنس دانوں کا یہ نظریہ تسلیم کر لینے کا معنی یہی ہوگا کہ دین و مذہب کوئی چیز نہیں اور قرآن مجید آسمانی کتاب نہیں نیز مذہب اسلام آسمانی دین نہیں حالانکہ قرآن مجید آسمانی کتاب اور مذہب اسلام آسمانی دین ہے ان حالات میں ضرورت تھی کہ سائنس جدید کے اس باطل نظریے کی بھی بیخ کنی کر دی جائے چنانچہ اعلیٰ حضرت نے اپنی شمشیر خوار اشگاف سے فلاسفہ یورپ کی اس مصنوعی تحقیق کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اپنی تصنیف "فوز مبین در رد حرکت زمین"، نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان میں سائنس دانوں ہی کے خود ساختہ اصول سے کپڑے نیوٹن اور ڈاؤن کے خیالات فاسدہ کی دھجیاں اڑا دیں انہیں کے گڑھے ہوئے قواعد سے ان کے نظریے کو باطل قرار دیا اور مسلمانوں کے اطمینان کے لئے آیات و احادیث سے ثابت کیا کہ آسمان کا وجود قطعی طور پر ہے اور زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں اور چاند، سورج وغیرہ تارے آسمان میں تیر رہے ہیں اور ہمہ وقت ان کی حرکت جاری ہے۔

اخیر زمانہ یعنی ۱۲۲۸ھ، ۱۲۲۹ھ میں علی برادران اور ان کے ہمناؤں نے نہایت زور و شور سے تحریک خلافت کے نام پر ایک ایسا خوفناک فتنہ کھڑا کیا جس نے جملہ بد مذہبوں، منافقوں، مرتدوں اور کھلے کافروں سب کو اپنے اندر سمیٹ لیا اور حتی و باطل اسلام و کفر کا سارا امتیاز مٹا دینا چاہا۔ _____ واقعہ یوں ہے کہ چند دنیا دار غرض پرست ہندوستان کے بادشاہ بننے کی طمع میں اٹھ کھڑے ہوئے اور عام مسلمانوں کا رنج اپنی جانب موڑنے کے لئے اپنی تحریک میں "خلافت"

عہ علی برادران سے مراد مولوی محمد علی صاحب جوہر و مولوی شوکت علی صاحب لیڈران خلافت ہیں ان حضرات نے سیاست کے ہونا ک سیلاب میں بہتے ہوئے مشرک نواز دنیوی و شعا ئر دین کی پامالی میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی تھی نام نہاد خلافت کے نشہ میں اس قدر مغمور تھے کہ مشرکانہ افعال انجام دینے اور کفری اقوال بولنے

کامد، یہی رنگت بھرا جس کی وجہ سے مسلمان آنکھیں بند کر کے ان کی تحریک میں گھس پڑے اور بعض علماء اور مشائخ بھی مصنوعی خلافت کے ہنر باضط پر فریفتہ ہو کر اس فتنہ کا شکار ہو گئے تحریک خلافت کو مضبوط کرنے کے بعد اس کے لیڈروں اور مولویوں نے ایسے ایسے فتنے برپا کئے جن کے بیان سے قلم قاصر ہے۔ ان غرض پرستوں نے اپنی تحریک کا نام تو خلافتِ اسلامیہ رکھا لیکن حصولِ سلطنت کے نشہ میں کچھ اس بُری طرح مد ہوش ہوئے کہ حق و باطل کی تمیز ہی اٹھا دی اسلامی قوانین کے توڑنے، شرعی احکام کے کھلنے اور دینی نشانات کے مٹانے میں کھلے کافروں سے بھی بہت آگے بڑھ گئے اس وقت صرف اعلیٰ حضرت کی ایک ذات گرامی تھی جس نے ان فتنہ گروں کا جم کر مقابلہ کیا ان کے رد و طرد میں اشتہارات پہاشتہارات

حاشیہ پچھلے صفحہ کا۔ میں شرعی حدود کو پار کر چکے تھے لیکن بروایت حکیم مولانا سید غلام معین الدین صاحب نعیمی مولیٰ تعالیٰ نے کرم فرمایا کہ ان دونوں بھائیوں کو ادا عمر میں توبہ نصیب ہو گئی۔ مولانا موصوف نے اپنی مرتبہ کتاب ”حیاتِ صدق والا فاضل“ ص ۳۳ میں ان حضرات کی توبہ کا واقعہ تفصیل سے لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا محمد علی جوہر مرحوم کے سفر لندن سے پہلے حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ اتمامِ حجت اور خوفِ آخرت سے ہوشیار کرنے کے لئے مولانا مرحوم کے مکان پر دہلی تشریف لے گئے ان کو اسلامی احکام سے روشناس کراتے ہوئے آخرت کے عذاب و خسران سے ڈرایا۔ مولانا مرحوم حضرت صدر الافاضل کی تبلیغِ حق سے متاثر ہوئے اور حضرت کو گواہ بنا کر انھوں نے توبہ کی۔ اور مولانا شوکت علی مرحوم نے بھی مراد آباد آ کر حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کے دستِ حق پرست پر توبہ کی اور اپنی آخرت سنواری۔

اور جب ان دونوں کی توبہ کی اطلاع ایک عالم دین دے رہا ہے تو اب دسایہ ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ان کے ضلال و معصیت کو معاف فرمائے لیکن یہ لوگ اپنی خراب و تقریباً جو فحاشات کے درمیان پھیلا گئے ہیں اس کے خلاف جہادِ محتاجِ قیامت کی صبح تک رہے گا۔

شائع فرمائے ان کی خلاف شرط باتوں کو منظر عام پر لا کر مسلمانوں کو اس ہولناک فتنہ سے بچایا یہاں تک کہ آخر میں رسالہ مبارکہ "الھجۃ الموقنۃ فی الدیۃ المسمیۃ" شائع فرما کر دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دکھایا اور ٹھیک دوپہر کے آفتاب کی طرح حق کو واضح اور آشکارا کر دیا جس کے نتیجہ میں بہت سے علمائے کرام تحریک خلافت سے بیزار ہو کر علیحدہ ہو گئے تحریک خلافت کے فتنہ عظیم ہونے کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ فرنگی محل کے مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی نے ایک کھلے غیر مسلم کو اپنا امام و پیشوا محض اس لئے بنا رکھا تھا کہ وہ غیر مسلم اپنی چالاکی سے نام نہاد تحریک خلافت کا حامی بنتا تھا۔ مولوی عبدالباری صاحب نے تحریک خلافت کی حمایت میں جہاں اور بہت سے کفریات لکھے کا وبال اپنے سر لیا تھا۔ وہیں یہ بھی صاف لکھ دیا کہ میں نے تو اس غیر مسلم بُت پرست کو اپنا رہنما بنالیا ہے میں وہی مانتا ہوں جو یہ کہتا ہے۔ میرا حال مردِ سُت اس شعر کے موافق ہے۔

عرے کہ بآیات و احادیث گذشت
رفتہ و نثار بُت پرستے کروے

الحمد للہ تعالیٰ کہ حضرت مولانا مولوی عبدالباری صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے اقوال کفریہ سے توبہ و بیزاری کا اعلان کیا۔ جس سے خلافت والوں کی علمی قوت و شوکت ہانسل جاتی رہی ہاں دنیا کی لالچ میں بہت سے مطلب پرست مسلمان تحریک خلافت سے چمٹے رہے مگر حق تو سب پر واضح ہو کر رہا۔ خلافت کمیٹی کے لیڈروں نے مسلمانوں کا دین و ایمان برباد کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی دنیا کو بھی خوب اچھی طرح لوٹا۔ مسٹر ابوالکلام آزاد جو تحریک خلافت کے سرگرم رکن تھے ان کے واسطے بازو مولوی عبدالرزاق - ملحق آبادی اپنی کتاب ذکرِ آزاد ص ۲۸ میں لکھتے ہیں کہ۔

۔ خلافت تحریک کے سلسلے میں ہندوستان کے غریب مسلمانوں نے قابل فخر جذبہ ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا تھا بے شمار روپیہ خلافت فنڈ میں دیا۔ پر وہ نشین خواتین نے زیور تک اتار کے دیدیے (خلافت کمیٹی کے) خود لیڈروں کا اعتراف تھا کہ چھپن لاکھ روپیہ جمع ہوا ہے۔ لیکن اس مال مال فنڈ کا حشر کیا ہوا؟ ایک قلیل رقم تو ترکوں کو پہنچی باقی روپیہ کو مروے کا مال سمجھ لیا گیا۔ اس زمانے میں خود میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا کہ (خلافت کمیٹی کے) بڑے بڑے لیڈر کس بے دردی سے قومی روپیہ اپنی ذات پر اڑا رہے ہیں۔

والہ مذکورہ بالا نے کیسا صاف واضح کر دیا کہ دنیا دار عرض پرست مولویوں اور لیڈروں نے تحریک خلافت کا ڈھونگ محض دولت و اقتدار حاصل کرنے کے لئے رچایا تھا۔ ان کو حرام و حلال کے فرق سے کوئی مطلب نہ تھا۔

الفدحیٰ جہاں بھی کسی بد مذہب بد دین نے سراٹھایا وہیں اعلیٰ حضرت نے اس کا پُر غرور سر پہل کر رکھ دیا اس کے رد میں کتابیں تصنیف فرمائیں اور مطبع اہل سنت محلہ سوداگران بریلی میں چھپوا کر ہندوستان بھر کے اکابر، مشائخ علماء اور رؤساء کے پاس ٹکٹ چسپاں کر کے روانہ کر دیا اور اس طرح حمایت دین میں اپنی پاک زندگی اپنائیں، من و دھن سب کچھ قربان کر دیا۔ یہ سب دینی مذہبی کارنامے صاف صاف شہادت دے رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا موجودہ صدی کے عظیم المرتبت مجدد ہیں۔

بعض چرب زبان مخالفین جن کو دین و مذہب کے اندر سوئی کی نوک برابر بھی بصیرت نہیں وہ اعلیٰ حضرت کی دینی خدمات پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مولانا احمد رضا جس قابلیت و جامعیت کے عالم تھے اس کے پیش نظر سارا زمانہ ان کی قد موبوسی کرتا اور ان کو پیشوا مانتا مگر انھوں نے عمر بھر سب کا رد کر کے اپنی مقبولیت کو بڑا دھکا پہنچایا۔ ان الفاظوں کے قول میں وہی جھلک ہے جو کفار مکہ کے مطالبہ میں تھے حضور ﷺ نے تمام بت

پرستوں کے خلاف آواز بلند فرمائی تو مشرکین عرب بلبلا اٹھے اور انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گزارش کی کہ اگر آپ ہمارے بتوں کو برا نہ کہیں تو ہم لوگ آپ کو اپنا سردار بنانے کے لئے تیار ہیں اور پھر ہم سب مل کر آپ کے پاس دولت کا انبار لگا دیں گے۔ جس سے آپ سب سے بڑھ کر مالدار ہو جائیں گے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفار کے مطالبہ کو ٹھکرا دیا۔ تو چونکہ اعلیٰ حضرت اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے نائب اور وارث تھے اس لئے آپ نے بھی اپنے زمانے کے باطل پرستوں کا عمر بھر دو کیا۔ اور کسی کی ملامت کی کوئی پرواہ نہ کی اور بفضل تعالیٰ آپ کی مقبولیت کا تو یہ عالم ہے کہ مکہ شریف و مدینہ منورہ کے اکابر علماء نے آپ کو اپنا سردار و پیشوا اور موجودہ صدی کا مجدد تسلیم کیا۔ آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور آپ سے خلافت و اجازت حاصل کی۔

بعض تعصب پرست کہتے ہیں کہ اس قدر تحریر و تقریر، رسائل و اشتہارات کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ لیکن یہ دن و دپہر میں چمکتے سورج کا انکار ہے حدیث شریف میں ہے۔ لان یھدی اللہ علی یدک یجلا واحد اخیوصا طلعت علیہ الشمس یعنی اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت نصیب فرما دے تو یقیناً روئے زمین کی حکومت سے بہتر ہے۔ اور یہاں ہزاروں تو کیا بلکہ لاکھوں اشخاص نے اعلیٰ حضرت کی تقریروں اور تحریروں سے فائدہ اٹھایا مگر اہوں کا طبقہ آپ کی تحریریں پڑھ کر دیندار بنا بد مذہب حضرات آپ کی کتابیں دیکھ کر ایسے راسخ الاعتقاد سنی ہو گئے کہ بد مذہبی کی ہولناکی آندھی بھی ان کو اپنی جگہ سے ہلانہیں سکتی کتنے وہ ہیں جو کفریات باٹ کر مرتد اور بیدین ہو گئے۔ تھے آپ کی رہنمائی سے مخلص مسلمان بن گئے حضرت بشیر پیشہ اہلسنت علامہ لکھنوی علیہ الرحمہ اپنے ماہنامہ ترجمان اہلسنت شمارہ پنجم تا دہم ص ۸۹ میں لکھتے ہیں۔

• — مجھ کو بھی حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس کتاب تمہید
یمنان دیکھنے ہی سے اسلام و سنت کی بے بہا دولت عطا ہوئی ورنہ میں بھی
دیوبندیت کی تاریک کفری گھٹاؤں میں پھنس کر اسلام و سنت کے آفتابِ عالمیت
کے سچے اصلی حقیقی نور سے بہت دور جا پڑا تھا۔

یہ اعلیٰ حضرت کی تحریروں ہی کا صدقہ ہے کہ ایک غریب سُنی کا بچہ ایٹج پرکھڑا
ہو کر زمانہ موجودہ کے فرعون، نرود، ابولہل اور ابولہب جو اپنی جماعت میں
مخدوم الکل، سیخ الاسلام، حکیم الامت، قاسم العلوم کہلاتے ہیں ان کی بدینی
کی دھجیاں اڑاتا ہے ان کے کفر و ارتداد کو بے نقاب کرتا ہے یہ اعلیٰ حضرت
کی مقدس کتابوں ہی کا فیض ہے کہ ہمارا مناظر میدان مناظرہ میں باطل پرست
بھڑیوں سے لڑے کے چنے چواتا ہے۔ وہابی سیٹھوں اور جمیعۃ العلماء دیوبند
نے مناظر اسلام حضرت شیریں بنت سنت لکھنؤی علیہ الرحمہ کے خلاف رد و ہابیست
کے سلسلے میں ہندوستان کی متعدد کورٹوں میں مقدمات اور استدعاے
دائر کئے اور ایڑی سے چوٹی کا زولگوا یا کسی طرح ایک بار بھی دنیائے سنت
کا یہ شیر جیل خانہ کے پنجرے میں بند ہو جائے۔ لیکن یہ اعلیٰ حضرت کی مقدس تصنیفات
ہی کا فیض ہے جس نے ہر کورٹ میں حضرت مولانا لکھنوی علیہ الرحمہ کو سر بلند
رکھا اور دشمنان اسلام کی ساری کوششوں پر پانی پھر دیا۔

دنیا میں ایسے کم ظرف دنی اطیع بہت ہیں جن کے حسب و نسب کا پتہ نہیں
چلتا اور بے حیائی کی باتیں بکنا ہی ان کا شیوہ رہا کرتا ہے ایسے ہی لوگوں
میں بعض وہ حضرات ہیں جو اعلیٰ حضرت کی دینی خدمات سے جل بھن کر یہ باب
دیا کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی انگریزوں کے ایجنٹ تھے
حالانکہ اعلیٰ حضرت ہی کی تنہا وہ فاست ہے جس نے اپنے خدا واد علم و فضل کی
بدولت بکمال ہو شپاری و بیدار مغزی انگریزوں کی خفیہ سازشوں کو
نا کام بنا دیا اور انگریزوں کے مقرر کردہ لٹروں، مولویوں اور پیروں کا

عام چور ہے پر بھانڈا پھوڑا۔ سلطنت برطانیہ کے جان نثاروں اور دلی خیر خواہوں کو اپنے سیف قلم سے موت کے گھاٹ اتارا برٹش گورنمنٹ سے سالانہ سات ہزار دو سو روپیہ وظیفہ پانے والے ایجنٹ کو کیفر کردار تک پہنچایا انگریزی حکومت کی حمایت میں جہاد کا فتویٰ دینے والے کی پھیلائی ہوئی گمراہی اور بے دینی سے مسلمانوں کو بچایا۔ بے شک بے شک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا وہ سچے وارث رسول ہیں جن کی چادر عظمت انگریزی راج نیز دنیا کی ہر سلطنت کی آزاد کاری کے داغ دھبے سے بھرم تعالیٰ ہر طرح پاک و صاف ہے یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے مخالفوں میں اہل قلم، ارباب تاریخ سیاست و اہل حضرات بھی ہیں جنہوں نے مذہبی عداوت کی بنا پر اعلیٰ حضرت کو طرح طرح کی گالیاں دی ہیں لیکن کسی میں یہ جرأت نہ ہو سکی کہ وہ اعلیٰ حضرت کو انگریزی حکومت کا ایجنٹ لکھ دیتا۔

مولوی عبدالرزاق مصلح آبادی اپنی کتاب ذکر آزادوں ص ۱۲ میں لکھتے ہیں

•۔۔۔۔۔ اور وہ (اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا) خلافت تحریک کے اور ہر اس تحریک کے جانی دشمن تھے جو انگریزی راج کے خلاف ہو۔۔۔۔۔

بے شک اعلیٰ حضرت خلافت تحریک کے واقعی سرگرم مخالف تھے جس کی وجہ یہ ہے کہ تحریک خلافت مقدس اسلام کو ڈھا کر اس کی جگہ کفر و شرک نصرانیت و یہودیت کی عمارت کھڑا کرنا چاہتی تھی اور اسی طرح اعلیٰ حضرت ہر اس تحریک کے جانی دشمن تھے جو اسلام کا لباس پہن کر اسلام کی جڑ کھول بیٹھا چاہتی تھی اب رہا مذہب کے نام پر اٹھائی ہوئی کسی تحریک کو انگریزی راج کے موافق بنانا جیسندویوں نے کیا یا مخالف غلط سر کرنا جیسا خلافت کمیٹی نے کیا تو یہ بساط سیاست پر شرط بچھیلنے والوں کا داؤں ہوا کرتا تھا اور سیاست دانوں کے داؤں اور پیسے کو بھانپنا پھر اس کی گہری کاٹ کرنا یہ اعلیٰ حضرت ہی جیسے مرد مومن مؤید من اللہ کام تھا

رہا مصلح آبادی کا دلی دلی بولی میں اعلیٰ حضرت کو انگریزی راج کا موافق کہنا

تو یہ خلافت تحریک کی مخالفت کا پرانا بخارا تارنا ہے ورنہ انگریزی راج کی جیسی گہری مخالفت اعلیٰ حضرت نے کی اس کو کچھ برٹش کے ولی خیر خواہ ہی جان سکتے ہیں مسلح آبادی جیسے سطحی نظروا لے اگر برطانیہ کے سچے جان نثاروں سے معلوم کریں تو وہ بتائیں گے کہ انگریزی سامراج کا توڑ اعلیٰ حضرت نے کیا ہے۔ برطانیہ کے وفاداروں کا سنگین پنجہ اعلیٰ حضرت نے موڑا ہے ہاں یہ کہنا بالکل درست اور حق بجانب ہے کہ لیڈران خلافت کے پیشوائے اعظم سر سید احمد خاں انگریزی راج کے کھلم کھلا وفادار تھے وہ انگریزی راج کے خلاف کسی تحریک کو گوارا نہ کرتے تھے۔ بلکہ ہر اس بولی کے جانی دشمن تھے جو انگریزی راج کے ذرا سا خلاف ہو جاتی۔

اعلیٰ حضرت کے مخالفین تاریخ داں اہل قلم حضرات کو اعلان عام ہے کہ زبانی جمع خرچ سے تو آپ حضرات بہتان طراز قرار پائیں گے اگر آپ لوگوں میں ذرا سا بھی دم خم ہے تو مقابلہ پر آئیے اور اعلیٰ حضرت کو تاریخ و حقائق کے کانٹے پر برٹش گورنمنٹ کا وفادار ہی ثابت کر دیجئے اگر کاروائیجٹ ثابت کرنا تو بہت دور کی بات ہے لیکن بندل بازی افترا پر داری سے پرہیز کرنا شرط مردانگی ہے۔

ہم تو آج ہی کہے دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے اس مجدد کو اسلام و سنیت کی حفاظت اور برطانوی جان نثاروں کی نکایت کے لئے پیدا فرمایا تھا۔ اعلیٰ حضرت تو اعلیٰ حضرت آپ کے غلاموں کا بھی دامن گورنمنٹ برطانیہ کی آلہ کاری سے پاک و صاف ہے۔ اگر دشمنان اسلام کے پاس اعلیٰ حضرت کے خلاف کوئی مسالہ ہوتا تو اب تک کس دن کے لئے رکھ چھوڑتے

الْأَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ ۝



وہابیّت کا ہولناک فتنہ عظیم اور اس کا قلعہ جمع کرنے والے علمائے دین

صحیح بخاری شریف جلد ثانی ص ۱۵۱ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (بارگاہ الہی جل شانہ میں) عرض کی۔ "اللہم بارک لنا فی شامنا اللہم بارک لنا فی یمننا قالوا وفی نجدنا قال اللہم بارک لنا فی شامنا اللہم بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا فآظنہ قال فی الثالثۃ ہنا لک الزلازل والفتن وحبہا یطلع قرن الشیطان۔"

اے اللہ! تو ہماری خاطر ہمارے ملک یمن میں برکت عطا فرما (حاضرین مجلس میں سے) کچھ حضرات نے گذارش کی (حضور) اور یہ دعا بھی کرویں کہ اے اللہ! تو برکت عطا فرما۔ ہمارے ملک (نجد) میں (سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ان حضرات کی گذارش قبول نہ فرمائی اور پھر دوبارہ شام و یمن کے لئے دعا کی اے اللہ! تو ہماری خاطر ہمارے شام میں برکت دے۔ اے اللہ! تو ہماری خاطر ہمارے یمن میں برکت دے ان حضرات نے د پھر عرض کی یا رسول اللہ! اور یہ بھی دعا کریں کہ اے اللہ! تو برکت دے (ہمارے نجد میں) (حضور اقدس سرکار رحمۃ اللعلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے بار بار گذارش کے باوجود سرزمین نجد کے لئے دعا نہ فرمائی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ علم غیب سے حضور کو معلوم ہوتا تھا کہ اسی منحوس سرزمین سے

شیطان کی جماعت نکمے کی جو دنیا میں فتنہ و فساد بیدنی و گمراہی پھیلاتے گی پھر سرکار نے
 دھانہ کرنے کی وجہ پر روشنی ڈالتے ہوئے (تیسری بار فرمایا کہ وہاں یعنی نجد میں زلزلے
 اور فتنے پیدا ہوں گے اور وہیں سے شیطان کی جماعت نکمے کی (حدیث مذکور
 کے بالا کے راوی نقل روایت میں احتیاط بستن کے پیش نظر کہتے ہیں کہ) میرے
 گمان میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (دو مرتبہ شام وین کے لئے وعدہ
 فرمائی اور) تیسری بار سرزمین نجد کی خواست آشکار کرتے ہوئے (ارشاد فرمایا
 هَذَا الزَّلَازِلُ وَافْتِنَ وَبِهَا يُطْلَعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔ یعنی سرزمین
 نجد میں زلزلے اور فتنے ہوں گے۔ اور وہیں سے شیطان کی جماعت پیدا ہوگی
 مخبر غیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ خبر بارہ سو برس کے بعد ظاہر ہوئی اس کی تفصیل
 یوں ہے کہ ۱۲۰۲ء میں سلطان عبدالحمید خاں غازی بادشاہ روم کے انتقال کے
 بعد اس کے بھتیجے سلیم ثالث نے بادشاہ کے لڑکوں کو نظر بند کر دیا اور خود
 زیر دستی سے بادشاہ بن بیٹھا۔ پھر اقتدار کے نشہ میں اس نے بہت سے پاشاؤں
 آفیسروں اور کثیر فوجیوں کو غفلت کی حالت میں قتل کر دیا۔ کہہیں یہ لوگ بادشاہ کی اولاد کی
 حمایت و طرفداری میں کھڑے نہ ہو جائیں مزید برآں رعایا پر بھی ظلم ستم کا آرا چلایا۔ سلیم ثالث کی اس
 تباہ کن روش نے ترکی سلطنت کی چولیں ہلا دیں جس کے نتیجے میں ماتحت حکومتیں اور زیر اثر
 صوبے خود مختار ہو گئے۔ ترکی حکومت کا رعب و دبدبہ جاتا رہا۔ ہر طرف طوائف الملوک شروع ہوئی
 جس کے ساتھ کچھ شورہ پشت فساد کی اکٹھا ہو گئے اس کو بھی حکومت حاصل کرنے اور بادشاہ
 بننے کا حوصلہ پیدا ہو گیا چنانچہ ترکی حکومت کی کمزوری و بد نظمی کو دیکھ کر عبدالوہاب نجدی نے بھی
 سلطنت حاصل کرنے کی جرأت پیدا کی یہ عبدالوہاب نجدی بڑا ہوشیار نہایت چالاک آدمی تھا اس کے
 باپ دادا صوبہ نجد میں عالم اور پیر ہونے کی وجہ سے پیشوا اور مقتدا شمار کئے جاتے تھے۔ عبدالوہاب نجدی
 نے اپنے خاندانی اخراجات اور پیری مریدی سے بھرپور فائدہ اٹھایا جب اس نے اپنے ہمنواؤں کی ایک

کثیر جماعت تیار کر لی تو جمعہ کے دن ایک جلسہ عام کیا اس میں تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ اب ترکی حکومت مرویہ میں چکی ہے۔ شرعی احکام جاری کرنے کے لئے کسی بادشاہ کا ہونا ضروری ہے۔ لہذا تم لوگ کسی کو اپنا بادشاہ بنا لو تاکہ احکام شرعیہ نافذ کیا جاسکے حاضرین نے کہا کہ آپ سے بہتر کون ہے۔ جس کو بادشاہ منتخب کیا جائے پھر تو عبد الوہاب نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اور سب سے بیعت لے کر امیر المومنین بن گیا۔ اور قصبہ ”درعیہ“ کو راجدہانی قرار دیکر اپنی اولاد و اقارب کو مختلف شہروں میں حاکم مقرر کیا۔ اس نے اپنی خفیہ اسکیم کو کامیاب بنانے کے لئے نماز، روزہ کا خوب پرچار کرایا پھر سلطنت کا انتظام اپنے حواریوں کے سپرد کر کے خود ایک نئے مذہب کا سنگ بنیاد رکھا۔ جس کا نام آج وہابی مذہب ہے اس نئے مذہب کی اشاعت کے لئے اس نے کچھ مسئلے خارجوں کے کچھ معتزلہ کے کچھ خیالات محمد بن ظاہریہ کے لئے کر اور کچھ عقائد اپنے دل سے گڑھ کر ایک کتاب بنائی۔ عبد الوہاب کے چھوٹے لڑکے ”محمد“ نے اس کتاب میں اپنا مضمون بڑھا کر اس کتاب کا نام کتاب التوحید رکھا جس میں اعلان کیا کہ تمام جہان کے مسلمان خاص طور پر مکہ مدینہ والے کافر و مشرک ہیں لہذا ان کو قتل کرنا ان کے مالوں کو لوٹ لینا واجب ہے۔ پھر اس کتاب کے چند نسخے بڑے بڑے شہروں میں بھیجے گئے۔ حاکمان شہر نے کتاب کے مضمون سے عوام کو آگاہ کیا۔ بس پھر کیا تھا مسلمانوں کا مال لوٹنے کے لئے تمام وہابیوں کے منہ میں پانی بھر آیا چنانچہ عبد الوہابؒ نجدی کا چیلہ سعودؒ ۱۲۱۱ھ مطابق ۱۸۰۶ء میں اپنے وہابی ڈاکوؤں کو لے کر طائف شریف، مکہ شریف، مدینہ شریف پر حملہ آور ہو گیا۔ پھر تو ان ظالم وہابیوں نے چنگیز خان تاتاری کا رول ادا کرتے ہوئے مسلمانوں کے مال و متاع کو بے دریغ لوٹا۔ مردوں، عورتوں اور بچوں کو شہید کر کے حریم شریفین کی مقدس سرزمین رنگیں کر دی علمائے اہل سنت اور سادات کرام کو تو چن چن کر قتل کیا۔ طائف شریف میں مسجد عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو ڈھا کر زمین سے برابر کر دیا۔ حریم شریفین

سے فارغ ہو کر عراق پر بھی دھاوا بول دیا اور اس طرح لوٹ مار، قتل و غارت کر کے عرب شریف پر اپنی ظالمانہ حکومت قائم کر لی اور بچے کچھے مسلمانوں کو کافر و مرتد قرار دے کر ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے رہے۔

ہندوستانی وہابیوں کے پیشوا مدرسہ دیوبند کے صدر المدرسین مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی اپنی کتاب الشہاب الثاقب منہ میں لکھتے ہیں کہ۔
 _____ صاحبو! محمد بن عبد الوہاب نجدی (وہابیوں کا پہلا امام) ابتداءً تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ و عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت و جماعت سے قتل و قتال کیا ان کو بالآخر اپنے خیالات کی تکلیف دینا اور ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا کیا ان کے دُنیوں کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا اہل حریم (مکہ مدینہ والوں) کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے باکی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ (محمد بن عبد الوہاب) ایک ظالم و باغی، خونخوار و فاسق شخص تھا۔

یہی صدر دیوبند مولوی حسین احمد صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ۔
 _____ محمد بن عبد الوہاب نجدی کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔ (الشہاب الثاقب صفحہ ۵۵)
 یہی مولوی حسین احمد تیسری جگہ لکھتے ہیں کہ۔

_____ شان نبوت و حضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ

و السلام میں وہابیہ نہایت اہمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو

مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت کھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں۔ اور اپنی شقاوت قلبی و ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دعائیں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں۔ ان کے وہابیوں کے بڑوں کا مقولہ ہے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔

• الشہاب الثاقب ص ۵۱ و ص ۵۵

پھر جب سلطان سلیم اور مصطفیٰ رابع کے قتل ہو جانے کے بعد سلطان محمود قازمی ترکی کا بادشاہ ہوا تو اس نے اپنی حکمت عملی اور بیدار مغزی سے ترکی سلطنت کی مردہ رگوں میں روح پھونک کر اسے طاقتور بنایا اور مصر کے والی محمد علی پاشا کے پاس نجدی وہابیوں پر جہاد کرنے کے لئے شاہی فرمان بھیجا محمد علی پاشا نے ابراہیم پاشا کو اسلامی لشکر کا افسر بنا کر عرب میں بھیجا جس نے وہابیوں کے لشکر کو پسپا کر کے ۱۲۲۳ھ میں ان کی نام نہاد حکومت کا خاتمہ کر دیا ملک شام کے جلیل الشان فاضل علامہ سید محمد ابن عابدین علیہ الرحمۃ فقہ حنفی کی معروف و مشہور کتاب شاہی جلد سوم صفحہ ۴۷۸ میں لکھتے ہیں کہ۔

کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوہاب الذین

خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتقلون مذهب الحنابلۃ لکنہم اعتقدوا انہم المسلمون وان من خالفہ اعتقادہم مشرکون فاستباحوا بدنائے قتل اہل السنۃ و قتل علمائہم حتی کسر اللہ تعالیٰ شوکتہم و خرب بلادہم و ظفرہم عساکر المسلمین عام ثلث و ثلاثین و مائتین و الف۔

یعنی جیسا کہ ہمارے زمانے میں وہابی نجد سے نکلے اور مکہ شریف مدینہ شریف
 پر زبردستی قبضہ کر لیا یہ لوگ اپنے کو حبشی کہلاتے تھے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ
 صرف وہی مسلمان ہیں اور جو مسلمان وہابی عقیدہ کے نہ ہوں وہ کافر و مشرک
 ہیں یہی وجہ ہے کہ انھوں نے مسلمانوں اور علمائے اسلام کے قتل کو جائز قرار
 دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا زور توڑا ان کے شہروں کو ویران کر دیا اور
 ان پر مسلمانوں کے لشکر کو ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۷ء میں فتح دی۔

ضروری اطلاع



میں نے نجدی وہابیوں کے تاریخی واقعات حضرت مولانا فضل رسول عثمانی بدایونی
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب "سیف الجہاد" سے اخذ کئے ہیں۔ حضرت مولانا
 بدایونی علیہ الرحمہ کا ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء میں وصال ہو گیا بعد کا واقعہ ہے کہ فرانس برطانیہ
 اور روس کی متحدہ طاقت نے جب ترکی سلطنت کا مقابلہ کر کے اس کو ٹکڑے
 ٹکڑے کر ڈالا اور ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۳ء میں مسلمہ کمال پاشا نے ترکی
 کے بقیہ حصہ پر غیر اسلامی راج قائم کیا۔ تو اس کے بعد حرمین شریفین کا کوئی محافظ
 نہ رہ گیا مسیحاں خالی دیکھ کر پھر دوبارہ نجد کا بھڑیا انگریزوں کی شہ پاکر مکہ مدینہ
 پر حملہ آور ہوا اور حجاج و نزید کی یادگار بن کر حرمین پر ظلم کے پہاڑ توڑے۔ ماہنامہ
 رضوان لاہور بابت جولائی ۱۹۶۲ء ص ۲۷ میں ہے کہ۔

عہدہ لفظ ہو یا نہ ہو مصنف علامہ مولانا شبیر سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ

شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی

مولانا شاہ فضل حق خیر آبادی

ہندوستان میں وہابی مذہب پھیلنے کا واقعہ جیسا کہ صاحب سیف الجبار مولانا شاہ فضل رسول بدایونی نے لکھایوں ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کی سرشت اور مزاج میں فتنہ و فساد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا مذہبی امور میں ان کی طبیعت کو پابندی بالکل گوارا نہ تھی مولوی اسماعیل کی مذہبی آزادی سے ان کے بزرگوار نالاں دہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے آخر عمر میں اپنی جائیداد و مال اپنے نواسوں اور حرم و غیرہ کو ہبہ کر کے قابض کرا دیا لیکن اپنے بھتیجے مولوی اسماعیل کو اپنی ملکیت میں سے کچھ بھی نہیں دیا مولوی اسماعیل کا مزاج بہت بدعت پسند تھا چنانچہ جب محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید نگاہ سے گزری ہزار جان سے اس کی تازہ بدعتوں پر فریفتہ ہو کر انھوں نے وہابیت قبول کر لی اور اردو زبان میں کتاب التوحید کا ترجمہ کر کے اسکی شرح لکھ ڈالی جس کا نام انھوں نے تقویۃ الایمان رکھا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی زندگی میں تو مولوی اسماعیل کچھ دبے رہتے تھے لیکن حضرت شاہ صاحب کا وصال فرمانا تھا کہ مولوی اسماعیل بالکل خود سر ہو گئے۔ اور دین کے اندر فساد کے تین چٹنے جاری کئے ایک فتنہ داؤد ظاہری والا کھڑا کر کے تعلیدائے کو حرام اور مجتہدین کرام کو فاسق ٹھہرایا دوسرا فتنہ اپنی کتاب صراط مستقیم کے ذریعہ پھیلا یا جس میں انھوں نے اپنے ان پڑھ پیر سید احمد رائے بریلوی کے نبی ہونے کا ٹکڑا لگا دیا۔ ملک گیری کا جب سودا سمایا تو

سکھوں سے لڑائی کا اعلان کر کے اپنے پرشید احمد کو امیر المومنین قرار دیا تھوڑا سا اقلہ مل جانے پر شید احمد کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ جوڑ دیا تیسرا فتنہ وہابیت کا برپا کیا اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ وہابی مذہب کی اشاعت کر کے عوام الناس کو بری طرح گمراہ کیا۔ وہابیت کا زور بڑھ جانے سے ہر طرف حضرات انبیاء و اولیاء کی تحقیر اور امت مرحومہ کی تکفیر ہونے لگی پھر تو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے اور شاگرد مولانا شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی اور مولینا شاہ محمد موسیٰ دہلوی جو مولانا شاہ رفیع الدین کے صاحبزادے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے اور خود مولوی اسماعیل دہلوی کے چچا زاد بھائی تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور مولوی اسماعیل دہلوی کے عقائد باطلہ اور ان کی وہابیت فاسدہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا مولوی اسماعیل کے رد میں فتاویٰ اور رسالے مرتب کئے جن میں مولوی اسماعیل کو ان کے عقائد باطلہ کے باعث گمراہ اور کافر قرار دیا اور حق آشکار کرنے میں رشتہ خاندانی کا کوئی پاس و لحاظ نہ کیا۔ حضرت مولانا شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی نے خاص تقویت الایمان کے رد میں ”معیذ الایمان“ لکھ کر واضح کر دیا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا علمی و سیاسی گھرانہ وہابیت نیز تقویت الایمان سے متنفر و بیزار ہے۔ وہابیت کے ابطال اور مولوی اسماعیل کے رد میں سب سے بڑھ چڑھ کر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے شاگردوں نے لیا۔ شہنشاہ اقلیم منطق و کلام مولانا شاہ فضل حق فاروقی خیر آبادی جو حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں تھے آپ نے خصوصی طور پر عقائد وہابیہ کی دھجیاں اڑائی ہیں۔

جس زمانے میں ملا اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویت الایمان میں بیان کئے ہوئے عقائد وہابیہ کا دہلی میں چرچا پھیلا تو ایک شخص نے مسئلہ شفاعت سے متعلق تقویت الایمان کی پوری عبارت نقل کر کے استفادہ مرتب کیا جس میں اس نے مندرجہ

عہ ملاحظہ ہو محضر جہاں گیر جمعہ اول ص ۱۱۱ مصنفہ مولینا سید شامبو محمد اشرف حسین کچھوچھوی علیہ الرحمہ

ذیل تین سوال قائم کئے۔

۱۔ ملا اسماعیل دہلوی کا شفاعت سے متعلق یہ کلام حق ہے یا باطل؟
 ۲۔ ملائے دہلوی کا یہ کلام سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان عالی میں اہانت و گستاخی ہے یا نہیں؟

۳۔ اگر ملائے دہلوی کا یہ کلام نبی اکرم سرکار اولین و آخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان اور توہین پر مشتمل ہے تو قائل (اسماعیل دہلوی) کا شرعاً کیا حکم ہے اور وہ دین و ملت کے اعتبار سے کون ہے؟

پھر مستفتی نے یہ استفتا رئیس علمائے اہل سنت و ارشد تلامذہ خاندان عزیزی حضرت مولانا شاہ فضل حق فاروقی خیر آبادی علیہ الرحمہ والرضوان کی خدمت میں پیش کیا حضرت نے استفتاء کو رد کے جواب میں ایک جلیل الشان کتاب بنام "تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ" تصنیف فرمائی اور ہر سوال کا خوب شرح و بسط کیساتھ جواب تحریر فرمایا۔ اور آخر میں وہابیوں کو یوں بند یوں، نیچریوں، ندویوں، مودودیوں کے پیشوائے کبر ملا اسماعیل دہلوی کو کافر، مرتد بے دین قرار دیتے ہوئے ۸ رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ مطابق ۵ مئی ۱۹۲۵ء عیسوی کو یہ فتویٰ صادر کیا کہ۔

قائل ابن کلام لاطاع الزمریٰ شرعاً مبین بلاشبہ کافر و بیدین است ہرگز مومن و مسلم نیست و حکم او شرفاً قتل و تکفیر است۔ (تحقیق الفتویٰ مطبوعہ لاہور پاکستان ص ۲۴) یعنی اس بے ہودہ کلام کا قائل اسماعیل دہلوی شریعت غراء کے نزدیک بے شبہ کافر و مرتد ہے ہرگز مومن اور مسلمان نہیں اور اس کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اس کی گردن مار دی جائے اور اسے کافر قرار دیا جائے۔

پھر یہ فتویٰ علمائے اسلام و مفتیان کرام کے سامنے پیش ہوا دہلی کے مندرجہ ذیل علماء مشاہیر نے تحقیق الفتویٰ کی حقانیت پر ہر تصدیق ثبت کی اور ملا اسماعیل دہلوی کے کافر و مرتد ہونے کی توثیق فرمائی۔

۲	حاجی محمد قاسم	۱	المتوکل علی اللہ محمد شریف ۱۲۴۰ھ
۳	کریم اللہ	۲	فقر محمد حیات الہی
۴	مخصوص اللہ	۵	محمد رشید الدین
۸	عبدالخالق	۷	محمد رحمت
۱۰	محمد موسیٰ	۹	محمد عبداللہ
۱۲	احمد سعید مجددی	۱۱	خادم محمد
۱۴	محمد حیات	۱۲	محمد شریف
۱۶	رحیم الدین	۱۵	صدر الدین

لَسَاتَا مَلَّتْ وَنَظَرَتْ مَا فِیْهِ مِنْ دَعَاوٍ وَوُجُوْهٍهَا نَظَرَ
الْإِصْفَافِ مِنْ غَیْرِ الْعِنَادِ وَالْإِعْتِسَافِ وَجَدَتْهُ حَقًّا لَا یَاتِیْهِ
الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ فَخَتَمَتْ عَلَیْهِ ۔

جب میں نے اس کتاب کے دعاوی اور ان کے دلائل پر غور کیا اور عناد
و تعصب سے ہٹ کر نظر انصاف سے انہیں دیکھا تو اسے ایسا حق پایا جس کے ارد گرد
باطل کا گزر نہیں۔ تب میں نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

محبوب علی

مولانا منور الدین دہلوی !

مولانا منور الدین متوفی ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۸۵۷ء قاضی سراج الدین کے صاحبزادے اور مولانا
خیر الدین مکی کے نانا تھے آپ نے ابتدائی تعلیم سلطان لاہور سے حاصل
کی پھر دہلی پہنچے اور حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم
دینیہ کی تکمیل فرمائی آپ کے علم و فضل کا شہرہ دور دور تک پہنچا اور شاہ عالم ثانی
کے دور حکومت میں آپ کو منلیہ سلطنت کا رکن اقدس بنایا گیا آپ حق گوئی کی
اس منزل پر فائز تھے کہ سلطنت کا رعب و دبدبہ بھی آپ کی حق گوئی میں حائل
ہونے سے کتراتا تھا۔ مولوی اسماعیل دہلوی اور وہابیت کا جھابہ بس ان بان کے
ساتھ آپ نے نہ کیا ہے اس کو وہابیوں کے عظیم پیشوا مسٹر ابوالکلام آزاد کی زبان
سے سنئے آزاد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ۔

(۱) :- مولانا اسماعیل شہید کے ساتھ ان کا جو شدید اختلاف بلکہ مخالفت ہوئی

اس کی بابت جو رائے بھی قائم کی جائے تاہم اس کا تفصیل سے دکھانا ضروری ہے جس سے مولانا منور الدین کا اپنے عقائد میں تضلیت جس بات کو وہ حق سمجھتے تھے اس کے احقاق میں سرگرمی اور جسے باطل سمجھتے تھے اس کے رد و ازالے میں ان ٹھٹھک ہمت ظاہر ہوتی ہے۔ مولانا اسماعیل شہید مولانا منور الدین کے ہم درس تھے۔ شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب انھوں نے تقویۃ الایمان اور جلاء العینین لکھی اور ان کے اس مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں پھیل پڑ گئی۔ ان کے رد میں سب سے زیادہ وہ سرگرمی بلکہ ہر سربراہی مولانا منور الدین نے دکھائی۔ متعدد کتابیں لکھیں اور ۱۲۴۸ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد میں کیا تمام علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا۔ پھر حرمین سے فتویٰ منگوایا۔ ان کی مولانا منور الدین کی (خریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابتدائیں مولانا اسماعیل اور ان کے رفیق اور شاہ (عبدالعزیز) صاحب کے داماد مولانا عبدالحی کو بہت کچھ ہمالش کی اور ہر طرح سمجھایا لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث ورد میں سرگرم ہوئے اور جامع مسجد دہلی کا شہرہ آفاق منظرہ ترتیب دیا جس میں ایک طرف مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحی تھے۔ اور دوسری طرف مولانا منور الدین اور تمام علماء دہلی (آزاد کی کہانی ص ۵۶)

یہی سطر ابوالکلام آزاد دوسری جگہ بیان کرتے ہیں کہ۔

(۲) — (مولانا منور الدین کی) ایک کتاب مجموعی طور پر تقویۃ الایمان جلاء العینین اور یک روزی کے رد میں ہے اس میں تقویۃ الایمان کے تیس مسئلے مابین النزاع منتخب کئے ہیں۔ اور پھر تیس بابوں میں ان کا رد کیا ہے۔ ایک رسالہ اس باب میں ہے کہ مولانا اسماعیل شہید کے عقائد کا رد خود ان ہی کے خاندان اور

مولوی اسماعیل دہلوی کا انتقال ۱۲۴۶ھ میں ہوا اور مباحثہ مذکور ۱۲۴۸ھ میں ہوا ۱۲۴۸ھ یہ کتابت کی غلطی ہے یا آزاد صاحب کو صحیح سنہ یاد نہ رہا۔

اساتذہ کی کتب سے کیا جائے چنانچہ اس میں ہر مسئلے کے رد میں شاہ عبد الرحیم،
شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے اقوال سے اپنے نزدیک
روکیا ہے۔۔۔۔۔ (آزاد کی کہانی ص ۵۱)

ان دونوں حوالوں سے واضح ہو گیا کہ مولانا منور الدین دہلوی علیہ الرحمہ
مولوی اسماعیل کے ہم سبق تھے جب مولوی اسماعیل کی کتاب تقویۃ الایمان اور علماء
العینین کے ذریعہ مولوی اسماعیل دہلوی کی وہابیت کا چہ چاہا تو مولانا منور الدین
صاحب نے پہلے مولوی اسماعیل اور ان کے ساتھی مولوی عبدالحی کو ہر طرح کھجلیا
وہابیت کی گمراہی اور خرابی سے آگاہ کیا۔ لیکن جب مولوی اسماعیل وغیرہ نے
دعوت حق قبول نہ کی اور وہابیت کی تبلیغ و اشاعت پر جمے رہ گئے تب مولانا
منور الدین کی سربراہی میں سنیت کی حمایت کرنے والے تمام علماء وہابیت کے خلاف
صف آرا ہو گئے مولانا منور الدین نے مولوی اسماعیل کے رد و طرد میں بڑی سرگرمی
سے حصہ لیا مولوی اسماعیل کے خلاف ہندوستان کے تمام علماء سے فتویٰ مرتب
کرایا۔ مکہ شریف اور مدینہ شریف سے بھی فتویٰ منگوا یا اور جب میدانی مناظرہ میں مولوی
اسماعیل آئے تو وہابیت کی طرفداروں میں ان کے ساتھ صرف ایک عالم مولوی عبدالحی
تھے۔ اور ادھر اسلام و سنیت کی حمایت میں مولانا منور الدین کے ساتھ
شہر دہلی کے تمام علماء تھے پھر مولانا منور الدین نے انہیں اسودہ پس نہ کیا بلکہ مولوی
اسماعیل کی تصنیفات تقویۃ الایمان، علماء العینین، یک روزی کے رد میں متعدد
کتابیں تحریر فرمائیں۔ اور شاہ عبد الرحیم، شاہ ولی اللہ، شاہ رفیع الدین، شاہ
عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی کتابوں کی عہد توں کا حوالہ دے دے کتابت
کیا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے عقائد اپنے پروردگار شاہ عبد الرحیم، دادا شاہ
ولی اللہ اور چچا شاہ عبدالقادر و شاہ رفیع الدین کی تحریروں کے خلاف ہیں۔
اب سوال ہے رد و حاضر کے تمام علماء وہابیہ اور فضلاء دیوبند سے
کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کے حیل المثلان شاگرد مولانا منور الدین دہلوی

نے وہاں بیت چکنے کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے مولوی اسماعیل دہلوی کا انتخاب کر کے ان سے مقابلہ کیوں کیا؟ مولوی اسماعیل کے خلاف تمام علمائے ہندوستان سے فتویٰ کیوں مرتب کرایا؟ مولوی اسماعیل کے عقائد و خیالات کے رد میں متعدد کتابیں کیوں لکھیں؟ ہم سبق ہونے کی وجہ سے مولوی اسماعیل کی رعایت کیوں نہیں کی؟ شاہ ولی اللہ کا پوتا ہونے کی حیثیت سے مولوی اسماعیل کا خاندانی پاس کیوں نہیں کیا؟ اپنے استاذ شاہ عبدالعزیز کا بھتیجا ہونے کے اعتبار سے مولوی اسماعیل کا لجا ظ کیوں نہیں رکھا؟ — یہ واضح ہے کہ مولانا منور الدین صاحب ۲۷۳ھ میں وصال فرما گئے اور ۳۷۲ھ میں اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا کی ولادت باسعادت ہوئی ہے۔ اگر مولانا منور الدین صاحب اعلیٰ حضرت کے زمانے میں ہوتے اور اعلیٰ حضرت کے شاگرد یا مرید ہوتے تب تو یہ جواب دینا آسان رہتا کہ شاہ احمد رضا بریلوی کی اتباع میں مولانا منور الدین نے ایسا کیا۔ لیکن حسن اتفاق کہنے یا سوء اتفاق کہ مولانا منور الدین اعلیٰ حضرت کے نہ تو شاگرد ہیں نہ مرید بلکہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے شاگرد ہیں۔

(امام احمد رضا چند ماہ کے تھے کہ مولانا منور الدین کا انتقال ہو گیا)



علامہ شاہ فضل رسول بدایونی

خانوادہ قادریہ برکاتیہ مجیدیہ بدایوں کے شمس بازندہ اور خانوادہ علمی فرنگی محل لکھنؤ کے سراج نابذہ جامع منقول و معقول، حادثی و فروعی و اصول حضرت علامہ شاہ فضل رسول عثمانی بدایونی قدس سرہ الرحماتی کی ولادت شہر بدایوں میں

ماہ صفر ۱۲۱۳ھ مطابق ۱۲۹۸ء میں ہوئی۔

آپ نے صرف و نحو کی تعلیم اپنے جدا مجد مولانا شاہ عبدالمجید بدایونی علیہ الرحمہ سے حاصل کی پھر مزید تعلیم کے لئے لکھنؤ کا سفر کیا اور ملک العلماء بحر العلوم حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی علیہ الرحمہ کے جلیل شان شاگرد حضرت مولانا علامہ نوار الحق فرنگی محلی عرف مولانا نور علیہ الرحمہ سے علوم دینیہ و فنون عقلیہ کی تکمیل کی نیز اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ عبدالمجید بدایونی علیہ الرحمہ سے تصوف کی کتابیں پڑھیں پھر اپنی ساری زندگی درس و تدریس وین اسلام کی اشاعت و تبلیغ و عطا و تقریر معالجہ جسمانی و روحانی میں صرف کی۔

شاہیر علمائے ہند حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محب الرسول بدایونی علیہ الرحمہ مجاہد آزادی اور مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا قاضی مفتی اسد اللہ خان آبادی، مولانا عنایت رسول عباسی چریا کوٹی (اعظم گڑھ یوپی) مولانا سید عبدالفتاح قادری المدعو بہ مولانا سید اشرف علی گلشن آبادی (موجودہ شہر ناسک مہاراشٹر) مولانا عبدالقادر رحیدر آبادی، مولانا کرامت علی خونپوری مولانا حکیم محمد ابراہیم سہارنپوری، مولانا سید نبیاد شاہ جلی وغیرہ حضرات نے آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا ہے۔

آپ نے اپنے دور میں ترویج عقائد و ہابیہ و اشاعت مذہب اہل سنت کافر لیضہ توفیقہ تعالیٰ خوب جم کر انجام دیا۔ امام الطائف مولوی اسماعیل دہلوی وغیرہ ملایان و ہابیہ کے مکر و فریب کا بھانڈا بھوڑنا ان کی بدعتوں اور گمراہیوں کا پردہ چاک کرنا گستاخ و ہابیت کا سرکچلنا آپ کی مقدس زندگی کا بلند پایہ کارنامہ رہا ہے۔

غیر مقدمہ سیف البیبار مرتبہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مطبوعہ

مکتبہ رضویہ انجمن شیعہ لاہور

marfat.com

Marfat.com

درس و تدریس، وعظ و تبلیغ، کا مشغلہ رکھتے ہوئے آپ نے اعتقادیات، درسیات، فقہ، تصوف اور طب میں قابل قدر کتابیں تحریر کی ہیں جن میں چند کا تذکرہ ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

۱ :- ”سوط الرحمن علی قرن الشیطن“ آپ کی یہ تصنیف ملائے وہابیہ سمعیل دہلوی کی تقویت الایمان کے رد میں ہے۔ اس کا دوسرا نام بوارق محمدیہ ہے۔
 ۲ سیف الجبار یہ تاریخی کتاب آپ نے ۱۲۶۵ھ ہجری مطابق ۱۸۴۸ء عیسوی میں تصنیف کی جس میں مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی کی مکاریاں اور چال بازیاں آپ نے بے نقاب کر دی ہیں نیز نجدی وہابیوں کے ظلم و ستم، قتل و غارت گری کی لرزہ خیز داستان بیان کی ہے۔ حضرت علامہ شاہ فضل حق خیر آبادی اور سترہ علمائے دہلی نے وہابیوں کے چودھری مولوی اسماعیل کے کافر و مرتد ہونے کا جو متفق علیہ فتویٰ جاری کیا تھا اس سے آپ نے اتفاق کرتے ہوئے اپنی تالیف سیف الجبار میں نقل فرمایا ہے ملاحظہ ہو۔

قابل ایں کلام لا طائل (مولوی اسماعیل دہلوی) از روئے شرع مسین بلاشبہ کافر و بے دین ست ہرگز مومن و مسلمان نیست۔

دسیف الجبار مطبوعہ لاہور آرٹ پریس پاکستان ص ۸۷
 ۱۲۲۱ھ ہجری مطابق ۲۸ مارچ ۱۸۰۶ء کو جمعہ کے دن چاشت کے وقت ابن عبد الوہاب نجدی کی تصنیف کتاب التوحید صغیر علمائے مکہ کے سامنے پیش ہوئی یہ وہ زمانہ تھا جب کہ وہابیوں کا لشکر شہر طائف کے مسلمانوں کا خون بہانے ان کے اموال لوٹنے اور مسجد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا ڈھانے میں مشغول تھا حضرات علماء مکہ نے بعد نماز جمعہ باب کعبہ کے سامنے کتاب التوحید کے بلب اول کار و بنام ہدایت مکیہ تحریر فرمایا پھر عصر کی نماز پڑھنے میں مشغول ہوئے۔ نماز سے فارغ ہو کر کتاب التوحید کے باب ثانی کی تردید لکھنے کی تیاری کی جا رہی تھی کہ بتنے میں شہر طائف کے مظلوم مسلمانوں کا ایات

جتھا بیت اللہ شریف میں پہنچا اور بتایا کہ وہابی لشکر طائف کو اجاڑ کر اب مکہ شریف میں قتل و خون ریزی اور غارتگری کرنے کے لئے آ رہا ہے۔ اس خبر کے پھیلنے ہی شہر مکہ میں ہیجان برپا ہو گیا اور باب ثانی کی تردید لکھنے کا موقع نہ مل سکا۔ اسی دن نماز عصر کے بعد مکہ شریف کے علماء، قضاة، مفتیان اور دیگر ملکوں کے علماء جو حج کے لئے مکہ آئے تھے اور عاشورہ محرم کے انتظار میں ٹھہرے ہوئے تھے سب منبر مسجد کے ارد گرد جمع ہو گئے امام مسجد حلام مولانا ابو حامد منبر پر چڑھے اور حاضرین کو نجدی کتاب التوحید کا باب اول اور اس کا رد جو علماء نے مکہ لکھا تھا دونوں کو پڑھ کر سنایا پھر کہا۔ ایہا العلماء والقضاة والمفتیان سمعتم مقالہم وعلمتم عقائدہم فما تقولون فیہم۔

اے عالمو! قاضیو! مفتیو! آپ حضرات نے نجدی وہابیوں کا کلام سُن لیا اور ان کے عقائد سے آگاہ ہو گئے تو اب وہابیوں کے متعلق آپ حضرات کیا کہتے ہیں؟ حاضرین علماء نے بالاتفاق جواب دیا کہ نجدی وہابی اپنے عقائد کفریہ کے سبب کافر ہیں مولانا احمد بن یونس باعلوی بدایت مکبہ کے آخر میں تحریر فرمایا ہیں کہ۔ فاجمع كافة العلماء والقضاة والمفتیان علی المذاهب الاربعہ من اهل مکتہ المشرفۃ وسائر بلاد الاسلام الذین جاءوا للہجہ وکانوا جالسین ومنتظرین لدخول البیت عاشرا لمحررہ وحکموا بکفرہ۔ یعنی کتاب التوحید کے اقوال کفریہ پر آگاہ ہونے کے بعد مکہ معظمہ کے رہنے والے حنفی، شافعی، مالکی حنبلی مذہب کے علماء، قضاة اور مفتیان نیز اسلامی ممالک سے آئے ہوئے علماء، قضاة مفتیان جو حج کے بعد داخل کعبہ کے لئے دسویں محرم کے انتظار میں رک گئے تھے۔ سب نے بالاتفاق فیصد کیا کہ وہابی کافر ہیں۔

حضرت مولانا شاہ فضل رسول علیہ الرحمہ نے اپنی تالیف سیف الجبار کے آخر میں کتاب التوحید باب اول کی عبارتوں کے رد میں علماء مکہ کے جوابات

بنام ہدایت مکہ سب نقل فرمادیئے ہیں اور اردو و اں حضرات کی خاطر مذکور بالا دونوں کتابوں کی عربی عبارتوں کا اردو میں ترجمہ بھی تحریر کر دیا ہے نیز ساتھ ہی ساتھ تقویتہ الایمان کی وہ سب اردو عبارتیں جو نجدی کتاب التوحید کا ترجمہ یا چرہ بہ ہیں ان کو بھی آپ نجدی قول کے بغل میں زیر عنوان قائمہ نقل کرتے گئے ہیں تاکہ نجدی وہابیوں کے ساتھ ہندوستانی وہابی بھی تازیانہ حجازی کا مزہ چکھتے رہے۔

۳:- المعتقد المنتقد۔ یہ مبارک کتاب آپ نے ۱۲۷۰ھ ہجری مطابق ۱۸۵۳ء میں بزبان عربی عقائد اہل سنت کے بیان میں علم کلام کے طرز پر تصنیف فرمائی ہے جن میں دیوبندیت کے مولائے اکبر نجدیت کے برادر اصغر مولوی اسماعیل دہلوی کے اقوال کفریہ مندرجہ تقویتہ الایمان و صراط مستقیم کا بطلان بھی خوب واضح کر دیا ہے۔

حضرت مولانا شاہ فضل حق خیر آبادی، حضرت مولانا مفتی صدر الدین دہلوی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ کبیر حضرت مولانا شاہ احمد سعید دہلوی، حضرت مولانا حیدر علی فیض آبادی۔ مصنف منتهی الکلام نے آپ کے اخلاق حق و اذہاق باطل کو سراہتے ہوئے۔ المعتقد المنتقد پر جلیل الثناء تقریبات تحریر فرمائی ہیں پھر ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں سرکار علی حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مقدس کتاب کی ایک مختصر مگر جامع شرح بنام المعتد المستند لکھ کر اُسے زندہ جاوید بنا دیا۔ فالحمد لله رب العلمین

المعتقد المنتقد اور اس کی شرح المعتد المستند کو مولانا قاضی عبدالوحید مزدوسی رئیس شہر ٹنہ (بہار) نے ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں چھپوا کر شائع کیا۔ پھر مولانا انوار الاسلام قادری نے ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۶ء عیسوی میں مکتبہ حامد یہ لاہور سے اور ۱۳۹۵ھ ہجری مطابق ۱۹۷۵ء میں مولانا حسین علمی بن سعید نے مکتبہ الشیخ استنبول ترکی سے ان دونوں مبارک کتابوں کی اشاعت کی۔ جزاھم اللہ تعالیٰ خیرا

جب حضرت علامہ بدایونی کے وصال کا زمانہ قریب آگیا تو ایک دن قاضی شمس لاسلا جاسی سے جو آپ کے والد حضرت مولانا شاہ عبدالمجید علیہ الرحمہ

کے مُرید تھے عیادت کے لئے حاضر ہوئے تھے آپ نے فرمایا کہ قاضی صاحب! **وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ**۔ کے ارشاد کے مطابق آج آپ سے کہتا ہوں کہ!

۔۔۔۔۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس سے استیصال فرقہ و ہاپیہ کے لئے میں مامور کیا گیا الحمد للہ کہ فرقہ باطلہ اسماعیلیہ و اسماعیہ کا رد پورے طور پر ہو چکا و دربار رسالت میں میسر یہ سعی قبول ہو چکی میرے دل میں اب کوئی آرزو باقی نہ رہی میں اس دار فانی سے جانے والا ہوں۔۔۔۔۔

(پاسہان الابدان مارچ و اپریل ۱۹۶۲ء ص ۵۲)

۳، جمادی الاخرۃ ۱۴۱۹ھ مطابق ۸ اگست ۱۹۹۸ء پنجشنبہ کے دن اپنے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کو بلا کر نماز جنازہ کی وصیت فرمائی ظہر کے وقت اسم ذات کے ذکر خفی میں مشغول تھے کہ اچانک دودھ بلبند آواز سے اللہ اللہ کہا ایک نور دہن مبارک سے چمکا۔ اور بلبند ہو کر غائب ہو گیا۔ ساتھ ہی روح پاک نفسِ عنہری سے پرواز کر گئی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضالاہل السنۃ والجماعۃ۔



علماء صوفیاء فقراء مشائخ کے مرجع

مولانا شاہ احمد سعید مجددی

آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی .. شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ والرضوان کی نسل پاک سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے ۔

مولانا شاہ احمد سعید بن شاہ ابوسعید بن صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی فاروقی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ۔

آپ کی ولادت شہر امپور میں یکم ربیع الآخر ۱۲۱۷ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۸۰۲ء عیسوی کو ہوئی ۔ وہابیوں کے مستند مورخ حکیم عبدالحی رائے بریلوی آپ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں ۔

الشیخ العالم الکبیر احمد سعید بن ابی سعید بن الصفی العمری الدہلوی احد مشایخ المشہورین ۔ یعنی استاذ وقائے ثبے عالم مشہور پیر احمد سعید فاروقی دہلوی از اولاد شاہ ابوسعید بن صفی ۔ (نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۳۴)

آپ نے مفتی شرف الدین رامپوری، مولانا سراج احمد رامپوری اور علماء دہلی و کھنؤ سے تعلیم حاصل کی ۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے آپ کو حصن حصین، دلائل الخیرات، بخاری شریف مسلم شریف، ترمذی شریف وغیرہ کتب حدیث کی اجازت دیدی

آپ نے اپنے پیر و مرشد مولانا شاہ غلام علی دہلوی نقشبندی سے رسالہ قشیریدہ، عوارف المعارف، احیاء العلوم، وغیرہ تصوف کی کتابیں پڑھیں۔

جمادی الاخرہ ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۸۳۲ء میں جب آپ کے والد مولانا شاہ ابوسعید حج کے لئے دہلی سے روانہ ہوئے۔ تو دہلی کی خانقاہ مجددیہ آپ کے حوالہ کی جہاں آپ نے طالبانِ حق و تشنگانِ علوم کو چوبیس سال سات ماہ تک فیضیاب کیا پھر آپ نے محرم ۱۲۵۴ھ مطابق ستمبر ۱۸۵۶ء میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور ۲ ربیع الاول شریف ۱۲۵۵ھ ہجری مطابق ۱۸ ستمبر ۱۸۶۰ء کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔

آپ کے زمانہ قیام دہلی میں دیوبندیوں کے مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب نے بھی آپ سے حدیث کی تعلیم حاصل کی ہے مگر صدافسوس کہ وہابیت کی دیمک نے شیخ گنگوہی کا ایمان و عقیدہ چاٹ لیا اور سنی استاذ سے رشتہ کاٹ دیا۔ آپ نے وہابیت کی تردید اور مذہبِ اہلنت کی تائید میں متعدد کتابیں تحریر کی ہیں۔ ذیل میں ان کے اسماء لکھے جاتے ہیں۔

(۱) تحقیق الحق المبین۔ آپ نے یہ کتاب بربان فارسی مشہور محدث مولوی اسحق صاحب دہلوی کی تصنیف مسائل اربعین کے رد میں لکھی۔ بزم رضا گجرات والہ پاکستان نے اس کتاب کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔

(۲) اثبات المولد والقیام :- آپ کی یہ کتاب مغل میلاد شریف و قیامِ عظیمی کے ثبوت میں ہے۔ اسے مولانا حسین علی بن سعید نے مکتبہ ایشیائی ترکہ سے شائع کیا ہے

(۳) سعید البیان فی مولد سید الانس والجان علیہ

الصلاة والسلام آپ کی یہ کتاب اردو میں ہے۔

(۴) اللہ خدا شریف فی اثبات مولد المنف آپ کی یہ کتاب

marfat.com

Marfat.com

(۵) الفوائد الضابطه فی اثبات المرافطه . آپ کی یہ کتاب بزبان فارسی تصور پر کے ثبوت میں ہے۔

حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ کی تصنیف المعتقد المنقذہ پر تقریظ لکھتے ہوئے آپ نے علامہ بدایونی کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

دہابیوں دیوبندیوں کے چودھری ملا اسماعیل دیوبندی کے کافر و مرتد بیدین ہونے کی تصدیق کرتے ہوئے آپ نے تحقیق الفتویٰ مصنفہ حضرت مولانا شاہ فضل حق خیرآبادی کی حقانیت پر مہر توثیق ثبت کی ہے ملاحظہ ہو تحقیق الفتویٰ فارسی مطبوعہ لاہور کا صفحہ ۴۲۷۔

آپ فقیر منش سچے درویش تھے کسی کی برائی میں زبان نہیں کھولتے تھے مگر دہابیوں کی خیانت و ضلالت علی الاعلان بیان کرتے تھے آپ کو دہابیوں سے ان کی بد عقیدگی کے سبب چڑھ اور نفرت تھی۔

آپ کے صاحبزادے مولانا شاہ محمد مظہر نقشبندی مجددی مہاجر مدنی اپنی تصنیف مناقب امدیہ و مقامات سعیدیہ ص ۱۷۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

وَلَمْ يَذْكُرْ أَحَدًا بِالسُّوءِ إِلَّا الْفِرْقَةَ الضَّالَّةَ الْوَحَابِيَّةَ لِتَحْدِيدِ النَّاسِ مِنْ قِبَاحَةِ أَعْمَالِهِمْ وَاقْرَأُوا لَهُمْ لَعْنِي حَضْرَتُ شَاهِ أَمْدٍ سَعِيدٍ نَقِشْنَدَنِي مُجَدِّدِي عَلِيهِ الرَّحْمَةُ كَيْسِي كَابِرَائِي كَيْ سَاخَتْ ذَكَرْ نَهَيْ كَرْتِي تَحْتِي مَكْرَاسِ كَمَرَاهُ فَرَقَهُ دِهَابِي كِي بَرَائِي بَيَانِ فَرَمَاتِي تَحْتِي تَاكَ مَسْلَانُوں كُو دِهَابِي كِي بَرِي اَقْوَالِ اَوْر كَنْدِي اَقْوَالِ سِي بَجَائِي . پھر حضرت مولانا موصوف مناقب امدیہ مذکور کے ص ۱۷۶ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ۔ دكان قدس سره يقول ادنى ضرر محبتهم ان محبة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الق هي من اعظم اركان الايمان تنقص ساعته فساعة حتى لا يبقى منها غير الا رسم والرسم فكيف يكون اعلاه فالحد والحد من محبتهم شر والحد من الحد من

رُؤیتِ ہمد - ۱۴ - د میند، یعنی حضرت والد ماجد قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ وہابیوں سے میل جول کا معمولی نقصان یہ ہے کہ سرکارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت جو ایمان کا رکنِ اعظم ہے۔ وہ مسلمان کے دل سے دھیرے دھیرے کھٹتی جاتی ہے یہاں تک کہ محبتِ نبوی تو ختم ہو جاتی ہے صرف نام و نمود کا اسلام رہ جاتا ہے اور جب معمولی نقصان کا حال یہ ہے تو پھر بڑے نقصان کا عالم کیا ہوگا۔ لہذا لڑے سُنی مسلمانوں! وہابیوں کے میل جول سے بچو، دور بھاگو بلکہ ان کی صورت دیکھنے سے پرہیز کرو۔ دور رہو۔

بصیرت افزا ضروری تنبیہ

محترم قارئین! سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ المشائخ درس گاہ علوم دینیہ کے محدث و فقیہ مولانا شاہ احمد سعید دہلوی مجددی کی جو مختصر سیرت طیبہ ابھی پچھلے صفحات میں بیان کی گئی اس سے صاف طور پر روشن ہے کہ حضرت مولانا احمد سعید علیہ الرحمہ کے نزدیک -

- (۱) دیوبندیوں کے پیشوا، وہابیوں کے مولانا نیچریوں کے چودہری مُلا اسماعیل دہلوی نے چونکہ بارگاہ رسالت میں گستاخی کرتے ہوئے تقویۃ الایمان میں اقوال کفریہ تحریر کئے ہیں اس لئے وہ بحکم شریعت اسلامیہ کافر و بدین ہیں۔
- (۲) وہابیوں کی برائی بیان کرنا ان کے عقائد باطلہ کا رد کرنا بہت ضروری ہے تاکہ سادہ لوح مسلمان جو کئے ہو جائیں۔ اور وہابیت کے جال میں نہ پھنسیں۔
- (۳) وہابیوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ختم ہو جاتی ہے۔

(۴) وہابیوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے چہرے پر نگاہ نہ پڑے

سُبْحَانَ اللَّهِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ، اللَّهُ أَكْبَرُ — یہ تیرہویں صدی ہجری کے علمائے سلف کے شیخ طریقت حضرت شاہ احمد سعید مجددی کا بے پردہ حق کا اظہار — یہ ہے نقشبندی پیشوا کی روشن تبلیغ و باطل شکن تلقین۔ یہ ہے درویشوں، صوفیوں کے رہنما کی واپسیت سوز ہدایت و ایمان افروز تربیت۔ یہاں ناظرین کو اب اس امر سے بھی آگاہ کرنا ضروری ہے کہ دور حاضر میں بعض پیروں نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے نام پر پیری مریدی کی دوکان کھول رکھی ہے۔ یہ دوکاندار اپنے دھندے کو چمکانے اور فروغ دینے کے لئے ایک طرف تو عرس کی تقریب انجام دیتے ہیں میلاد شریف کی محفل کرتے ہیں جلسہ میلاد شریف کی دعوت قبول کر کے شریک جلسہ ہوتے ہیں محفل میلاد شریف میں قیام تعظیم کرتے ہیں، اپنے مریدوں کو نیاز و فاتحہ، گیارہویں شریف کی ترغیب دیتے ہیں — اور دوسری طرف وہابیوں دیوبندیوں سے میل جول رکھتے ہیں۔ ان سے شادی بیاہ کا رشتہ کرتے ہیں سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے پیشویان و ہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ کو ہادی ثلوث، رہبر طریقت، علمائے دین، رہنمائے اسلام مانتے ہیں۔ اور اپنے مریدوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ پیروں، فقروں، صوفیوں، درویشوں کو سستی دیوبندی کے جھگڑوں میں نہیں پڑنا چاہئے، فقروں کو اللہ اللہ کرنا چاہئے۔ فقروں کو اتنی کہاں فرصت ہو کہ وہ سنی وہابی کی بحث میں مشغول ہوں درویشوں کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ کسی کو برا بھلا کہیں۔ ان کے مشرب میں گو بر حلوہ برابر ہے۔ صوفیوں کا مسلک یہ ہے کہ کسی سے بگاڑ نہ کیا جائے اور حق و باطل دونوں سے موافقت رکھی جائے۔

ناظرین کرام! سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ طریقت مولانا شاہ احمد سعید دہلوی کی روشن سیرت طیبہ جو حقانیت کا آئینہ ہے وہ آپ حضرات کے سامنے ہے اس آئینہ مجددی کو دیکھ کر یہ فیصلہ کرنا بہت آسان ہے کہ دور

حاضر کے مذکورہ بالا پر اور درویش قطعی طور پر جعلی نقشبندی اور مصلوئی مجددی ہیں۔ سلسلہ مجددی کا شیخ کبیر تو علی الاعلان وہابیوں کی برائی بیان کرے وہابیوں کی تردید میں کتاب تصنیف کرے، وہابیوں کے امام کو کافر و مرتد قرار دے وہابیوں کی صحبت سے بچنے کی تاکید کرے وہابیوں کا منحوس چہرہ دیکھنے سے منکر کرے اور یہ پر حضرات اپنے ہی سلسلہ کے شیخ طریقت کی مخالفت کرتے ہوئے وہابیوں سے گہرا رشتہ قائم کریں۔ علمائے وہابیہ کو پیشوائے دین کہیں۔ وہابیوں سے خوب میل جول رکھیں تو کیا ان پیروں کے جعلی مجددی ہونے میں کوئی کسر باقی رہ گئی؟

حاصل گفتگو یہ ہے کہ دور حاضر کے مذکورہ بالا پر اگر واقعی نقشبندی مجددی ہوتے تو وہی راہ چلتے جس پر مجددیوں کے شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ احمد سعید علیہ الرحمہ زندگی بھر چلتے رہے۔ اور اسی راہ پر آپ کا وصال بھی ہوا۔ اور ہاں جو تاثر یہ جعلی پر اور صلح کلیتہً نواز فقیر اپنے مریدوں، معتقدوں اور بھولے بھالے مسلمانوں کو دیتے ہیں وہ سراپر دھل و فریب اور الحاد و زندقہ وہابیوں و یونیوں کی اصل جنگ علمائے اہل سنت سے نہیں بلکہ سرکار مصطفیٰ تاجدار عرش و دنا علیہ التحیۃ و الثناء کی عظمت و رفعت سے ہے کیا کوئی شخص تقویٰ الایمان اور صراط مستقیم میں مولانا شاہ مخصوص اللہ و ہوئی مولانا شاہ فضل حق خیر آبادی مولانا مفتی صدر الدین دہلوی، مولانا رشید الدین دہلوی، مولانا شاہ فضل رسول بدایونی مولانا شاہ احمد سعید مجددی وغیرہ علمائے اہل سنت کے علم و فضل کے خلاف کوئی ایک جملہ بھی دکھا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا تھانوی صاحب کی کتاب حفظ الایمان میں اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا بریلوی، مولانا شاہ ہدایت رسول بکھنوی، مولانا خیر الدین کلکتوی، مولانا شہید نعیم الدین مراد آبادی، مولانا شاہ امجد علی اعظمی وغیرہ علماء کی شان کے خلاف کوئی ایک فقرہ بھی لکھا گیا؟ ہرگز نہیں۔ ہاں وہابیوں کی ان

مذکور بالا کتابوں میں سرکارِ دو جہاں مالک کون و مکان، مشہدِ شاہِ زمین و آسمان
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کے خلاف گستاخیوں کا انبار ہے۔
تو کھلم کھلا ثابت ہو گیا کہ وہابیہ کی جنگِ براہِ راستِ عظمتِ رسالت سے ہے۔
چنانچہ وہابی سرکارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائلِ جلیلہ و خصائصِ جمیلہ
سے جل بھن کر سرکار کی توہین کرتے ہیں۔ سرکار کو اپنے جیسا بشر کہتے ہیں۔ سرکار کو
اپنا بھائی قرار دیتے ہیں۔ شانِ الٰہی بیان کرنے کی آڑ میں سرکار کو ذرّہ ناجز سے
کمتر اور چہار سے زیادہ ذلیل ٹھہراتے ہیں۔ سرکار کے شیخ المذنبین ہونے کا
انکار کرتے ہیں۔ سرکار کو مرکب میں مل جانے والا کہتے ہیں۔ زمین کے وسیع
علم کے بارے میں شیخ نجدی ایسے لعین کو بڑا عالم اور سرکار کو چھوٹا عالم مانتے
ہیں۔ سرکار کے شانِ علم کی توہین کرتے ہوئے یہاں تک کہتے ہیں کہ رسول اللہ
کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں۔ سرکار کے علمِ غیب کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں
کے علم کی طرح قرار دیتے ہیں نعوذ باللہ تعالیٰ من هذا الاقوال
الباطلہ۔

قارئین حضرات ملاحظہ کریں۔ وہابیوں کو یوں بند یوں کے گستاخانہ تیروں کا
اصل نشانہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اکرم کائنات کے رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی ذاتِ اقدس ہے۔ سرکار ہی کی ذاتِ مقدس پر وہابیہ براہِ راست حملہ آور
ہے۔ تو پھر ان حالات میں علمائے اہل سنت اپنے آقا و مولا سرکارِ مصطفیٰ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کا فریضہ انجام دیتے ہوئے وہابیوں کی گستاخیوں کا رد
ابطال کرتے ہیں۔ اپنے سرکارِ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت میں
وہابی حملوں کا دفاع کرتے ہوئے اپنے سرکار کی عظمت و جلالت کا پرچم بلند کرتے ہیں سرکار کی عظمت
کے کفر و ارتداد کا اعلان کرتے ہیں بارگاہِ رسالت کے باغی وہابی اپنی تکفیر کا
اعلان سن کر جل بھن اٹھتے ہیں اور سرکارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وفادار
غلاموں کے خلاف خوب شور و غل مچاتے ہیں طرح طرح کا فتنہ فساد برپا کرتے

ہیں۔ یہ سنی و ہابی اختلاف کی اصل تصویر جن کا معنی یہ ہے کہ بریلوئی، دیوبندی، جھگڑے کا سنگ بنیاد، تعظیم رسول و توہین رسول ہے، تعظیم رسول کا قائل سنی ہے جو توہین رسول کرنے والوں کا شدید ترین مخالف ہے۔ اور توہین رسول کا مرتکب وہابی ہے جو تعظیم رسول کے حامیوں کا بدترین دشمن ہے۔ اور جو اس طرح تعظیم رسول کا قائل ہو کہ توہین رسول کرنے والوں کو بھی حق پر سمجھے وہ پیکرِ جلالتِ نبوتِ نراملحد و زندیق ہے۔

پھر صلحِ کلیٰ منافقین اور بگلا بھگت پر و فقرا پنہ مریدین، معتقدین، نیرساؤ لوح عوامِ مسلمین کے ذہن سے سنی و ہابی اختلاف کے اصل سنگ بنیاد کو اچھل کرتے ہوئے ان لوگوں کو یہ سمجھاتے ہیں کہ بھائیو! سنی و ہابی کا اختلاف یہ دو گروہ کے علما کی آپس کی لڑائی ہے۔ ادھر بھی عالمِ ادھر بھی عالمِ علماء کے جھگڑوں میں ہم لوگ کیا دخل دے سکتے ہیں؟ علماء کی بات علماء سمجھیں ہم لوگ ان کے جھگڑوں میں نہیں پڑتے ہمارے مشرب میں تو ان دونوں گروہوں کے علماء مسلمانوں کے رہنما اور قابلِ تعظیم پیشوا ہیں۔ کسی عالم کو برا بھلا کہنا ہمارا شیوہ نہیں۔۔۔۔۔ یہ ہے راستہ ملحدوں اور زندیقوں کا جنھوں نے اسلام و کفر کے اختلاف کو دو قابلِ تعظیم عالموں کا اختلاف ٹھہرا دیا اور سنی و ہابی اختلاف کی اصل تصویر پر پردہ ڈال کر ایک دوسری پُر فریب تصویر گڑھی اور عامہ مسلمین کو یہ الحادی تاثر دیا کہ تعظیم رسول کا قائل بھی حق پر ہے اور توہین رسول کا مرتکب بھی حق پر ہے۔ معاذ اللہ رب العالمین دینِ اسلام کی بنیادنی تعظیم یہ ہے کہ سرکارِ اعظم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ایمان ہے اور سرکار کی توہین کفر ہے۔ لیکن جنہیں اسلام و ایمان کا حصہ نہ ملا الحادی تاثر دینے پر مجبور ہیں۔

اور ہاں خاص و عام سب لوگ سن لیں کہ جو طالب و نسب افتخرا پرے صوفی بنے اور اندر سے زندیق ہو تو ضرور وہ نجس گو برا اور پاک حلوے کو برا بر ٹھہرائے گا۔ تعظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا کر دے گا باطل کا موافق

رہتے ہوئے حق کا زبانی اقرار بھی کر جائے گا ایسے فقیہ کا مشرب اس مصروفہ کا مصداق ہے۔

باسمہاں اللہ الشہاب برہمن رام رام

جس درویش کے دل میں حبیب خدامرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم نہ ہو جس نے درویشی کا لبادہ اس لئے اوڑھ رکھا ہے تاکہ لوگ اس کی ظاہری پارسائی، مصنوعی تقویٰ پر فریفتہ ہو کر اس کے معتقد بن جائیں جس کا مسلح نظر، سنی، وہابی، صلح کلی سب کی نگاہ میں ہر دلفریز بن کر رہنا ہو تاکہ ہر طبقہ کے لوگ کثیر تعداد میں اس سے مرید ہوں۔ اور روپیوں، کپڑوں اور دیگر نذرانوں سے اس کو مالامال رکھیں تو ایسا درویش قاطع الطرفی ہے۔ دین کا چھپا ہوا ڈاکو ہے۔ وہ سنی وہابی کے جھگڑے میں کبھی نہیں پڑے گا جہاں سنی وہابی اختلاف کا مسئلہ کھڑا ہو گا تو اس موقع پر یہ بگلا بھگت پر کہے گا کہ بابا ہم فقیر لوگ مذہبی جھگڑوں میں نہیں پڑتے ہمیں اللہ اللہ کرنے سے فرصت نہیں۔ لیکن جس درویش کے دل میں سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم کی شمع روشن ہوگی۔ جس نے درویشی کا لباس اس لئے پہنا تاکہ اللہ و رسول جل شانہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے راضی ہوں جس نے بیعت کا سلسلہ اس لئے قائم کیا تاکہ مسلمانوں کو اسلام و سنیت کا صحیح راستہ بتائے بے دین کلمہ گویوں کے مکر و فریب سے بچائے اور ظاہر و باطنی تعلیم سے آراستہ کرے تو ایسا درویش مرشد برحق ہے۔ وہ ضرور سنی وہابی کے جھگڑے میں پڑ کر سنی مسلمانوں کا ساتھ دے گا۔ جیسا کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ احمد سعید دہلوی مجددی نے اپنے زمانہ تیرہویں صدی ہجری میں سنی وہابی اختلاف برپا ہونے پر شاہ فضل حق خیر آبادی، شاہ منصور دہلوی، شاہ فضل رسول بدایونی کا ڈٹ کر ساتھ دیا اور وہابیوں کے پیشوائے اول ملکاے دہلوی کی تکفیر کے فتویٰ پر ہر تصدیق ثابت فرمائی۔

جاہ و اقتدار کا طالب پر، مال و زر کا جالب فقیر ضرور اللہ اللہ کی رٹ لگاتا

ہے۔ بلکہ اپنی بزرگی کی دھونس جمانے کے لئے حلقہ ذکر کی مجلس بھی قائم کرتا ہے۔ لیکن اس کا باطل اعتقاد اور پُر فریٹ کردار گواہ ہے کہ یہ اللہ اللہ کی رٹ اور مجلس ذکر کا قیام صرف تسخیرِ عوام کی خاطر ہے۔ رب العالمین جل شانہ کو راضی کرنے کے لئے نہیں کیونکہ جو پُر و فقیر تو ہیں رسول کے مرتکب کو حق پر سمجھے وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا کیا جانتے؟

سنی دہابی اختلاف کی گفتگو سن کر جس صوفی کا یہ قول ہو کہ ہم کسی عالم کو برا بھلا نہیں کہہ سکتے وہ صوفی نہیں نہ اکتاہٹ۔ زندگی و منافی ہے۔ بے پردہ رنگا تھوٹ بولتا ہے۔ کیونکہ اسکے قول کا ظاہری معنی یہی تو ہے کہ ہم سنی دہابی اختلاف کے معاملہ میں نہ تو سنی عالم کو برا کہہ سکتے ہیں نہ دہابی عالم کو۔ لیکن یہی عیار و منکار صوفی دہابیت کی تردید کرنے والے علمائے اہلسنت کو دل کھول کر برا بھلا کہتا ہے اور اپنے معتقدین کو حق گو علماء کے خلاف خوب بھڑکاتا رہتا ہے۔

یہ کتنا بڑا اندھیر ہے کہ جو پیشوائے دہابیہ و علمائے دیابنہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا بھلا کہیں خدا کے بے نیاز کے برگزیدہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کالیاں لکھ کر جھاپیں انبیائے عظام و اولیائے کرام کی عظمت پر حملہ آور ہوں۔ محبوبانِ بارگاہِ الہی کو چھارے بھی بڑھ کر ذلیل کہیں۔ وہ زیبا نہ حاضرہ کے مذکور بالا پیروں، فقروں، صوفیوں و ریشیوں کے نزدیک قابلِ تعظیم پیشوائے اسلام ہیں۔ ان ملا پان دہابیہ کو برا بھلا کہنا کسی طرح حلال نہیں۔ گویا ان پیروں، صوفیوں، جٹا و صابروں کے اعتقاد میں سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق سے زیادہ علمائے دہابیہ کا حق ہے۔ جو عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الشانہ کے دشمن ہیں۔ معاذ اللہ تعالیٰ، واضح رہے کہ جس طرح سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں اسلام و سنت لوٹنے والے صلح کی دہابیت نواز، مجدد و زندیق، صوفی و درویش لوگ

گھے ہوئے پیری مریدی کا دھند اچلا رہے ہیں یوں ہی قادرِ چشتیہ وغیرہ سلاسل
 عالیہ میں بھی اس قسم کے پیروں فقروں کی بہتات ہے لہذا مسلمانوں
 کو اس تاریک دور میں اپنے دین و ایمان اسلام و سلطنت بچانے کا دھیان ہر
 کام پر مقدم رکھنا ضروری ہے۔ پھر اگر مرید ہونے کی خواہش ہے تو ایسے پرکا
 انتخاب کریں جو عقیدہ متعصب اور عملاً صاحب استقامت ہو متعصب کا معنی یہ
 ہے کہ سنی عقائد میں ٹھوس ہو۔ اس طرح کہ وہابیوں، دیوبندیوں، رافضیوں
 نچریوں، قادیانیوں، محدفقوں، ازندلی صوفیوں وغیرہ بد مذہب، بد عقیدہ
 لوگوں کے ساتھ میل جول سے پرہیز رکھتا ہو۔ اور صاحب استقامت سے
 مراد یہ ہے کہ احکام شرعیہ کی پابندی پرائل چٹان کی طرح جما ہو ایسا پیر اگر کشف
 و کرامت نہیں رکھتا تو کوئی خرچ نہیں۔

ابوالکلام کے والد ماجد مولانا خیر الدین

مولانا خیر الدین ^{۱۲۴۷}ھ ہجری مطابق ^{۱۸۳۱}ء میں ہندوستان کی راجدھانی
 شہر دہلی میں پیدا ہوئے آپ نے اپنے نانا مولانا منور الدین اور دیگر علمائے
 کرام سے تحصیل علوم کی اور مفتی صدر الدین سے تکمیل کی آپ کے اساتذہ میں
 مولانا رشید الدین اور شاہ محمد یعقوب وغیرہ علماء ہیں پھر اپنے نانا مولانا منور الدین
 کے ساتھ مکہ شریف حاضر ہوئے۔ آپ نے تبلیغ کے پیش نظر قسطنطنیہ
 عیلاف اور مصر کا دورہ بھی فرمایا۔ آپ کا وصال ^{۱۲۶۷}ھ ہجری مطابق
^{۱۹۰۸}ء میں شہر کلکتہ میں ہوا آپ نے فتنہ وہابیت کی دیکھ کنی جس سرگرمی کے
 ساتھ کی ہے اس کا تفصیلی بیان ابوالکلام آزاد کی زبان سے سنئے آزاد
 صاحب فرماتے ہیں کہ

اسلام کے اندرونی فرقوں میں انھیں (مولانا خیر الدین کو) جس قدر کاوش تھی وہ صرف وہابیوں سے تھی اور اس کا سبب وہ صحبت ہے جس میں غدر سے پہلے ان کا ابتدائی وقت صرف ہوا تھا۔ اتفاق سے ان کے ساتھ بھی وہی تھے جنہیں اس بارے میں بہت تشدد تھا۔ ان کے ہم درس بھی وہی لوگ تھے۔ جو آگے چل کر اس بارے میں بہت سخت ثابت ہوئے اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ اپنی تمام خاندانی باتوں میں اپنے جد مرحوم (مولانا منور الدین) سے فیضیاب ہوئے تھے اور مولانا اسماعیل شہید اور مولانا عبدالحی مرحوم سے رنج کی وجہ سے ان کا بھی بڑا وقت وہابیوں کی مخالفت ہی میں صرف ہوا۔ مگر گئے اور وہاں بھی اس وقت سب سے بڑا چرچا ہی تھا۔ (محمد بن عبد الوہاب کے چیلے) نجدیوں کا حملہ ابھی پرانا نہیں ہوا تھا اور بہت سے پولیشکل اسباب بھی ایسے تھے جن کی وجہ سے عرب و ترک و دونوں وہابیوں سے سخت تعرض و نفرت رکھتے تھے۔ ان اسباب سے روز بروز والد مرحوم (مولانا خیر الدین) کے اندر بھی یہ جذبہ قوی تر ہوتا گیا اور بالآخر ان کی تقریر و تحریر کا سب سے بڑا موضوع بن گیا۔ شیخ احمد دحلان نے الرد علی الوہابیین لکھی وہ بھی فی الحقیقت والد مرحوم کے خیالات کا عکس ہے۔ (آزاد کی کہانی ص ۱۲)

۲ :- انھوں نے (یعنی مولانا خیر الدین نے) وہابیوں کو دو اصولی قسموں میں بانٹ دیا تھا کہتے تھے دو فرقے ہیں ایک اسماعیلیہ ہے دوسرا سخا قیہ اسماعیلیہ سے مقصود وہ فرقہ تھا جو بدعات و رسوم کی مخالفت کے ساتھ تقلید شخصی کا بھی تارک ہو۔ جیسا کہ مولانا اسماعیل شہید نے تقویۃ الایمان اور حبلہ العینین وغیرہ میں لکھا ہے۔ سخا قیہ سے مقصود وہ فرقہ ہے جو حنفیت و تقلید سے تو انکار نہیں کرتا لیکن بدعات و رسوم کا مخالف ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ شاہ محمد اسحاق نے مائتہ مسائل میں بدعات و رسوم سے اختلاف کیا ہے مگر تقلید و حنفیت کے خلاف کوئی بات نہیں کہی ہے۔ وہ (مولانا خیر الدین)

کہتے تھے کہ جب اسماعیلیہ غیر مقبول ہو گئی تو وہاں بیٹ نے اپنے مکائد کی اشاعت کے لئے راہ تقیہ اختیار کی اور حنفیت کی آڑ قائم کر کے اپنے دیگر عقائد کی اشاعت کرنے لگے۔ جہاں تک مجھے خیال ہے وہ یعنی مولانا خیر الدین (وہابیوں کے کفر پر وثوق کے ساتھ یقین رکھتے تھے کہ انہوں نے بارہا فتویٰ دیا کہ وہابیہ یا وہابی کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ کسی حنفی کے لئے کسوٹی یہ تھی کہ اس سے سید احمد صاحب بریلوی مولانا اسماعیل شہید، مولانا اسحاق اور تقویۃ الایمان صراط مستقیم، مائۃ مسائل، اربعین کی نسبت (والد مرحوم) سوال کرتے اگر وہ شخص بدعتی سے ان بزرگوں اور کتابوں کے خلاف عقیدہ ظاہر کرنے میں ذرا بھی تامل کرتا تو بس یہ وہابیت کا قطعی ثبوت ہوتا علاوہ بریں بعض اور جزئیات جن پر ان کا اصرار تھا ان کے انکار کو بھی وہابیت قرار دیتے تھے۔ (آزاد کی کہانی ص ۱۶۵)

(۲) — اسی زمانے میں علمائے مکہ نے والد مرحوم (مولانا خیر الدین) سے کہا کہ وہابی عقائد کی کتابیں اردو میں ہیں جنہیں وہ (علماء مکہ) سمجھ نہیں سکتے نیز نجدی عقائد کا بھی رد کافی طور پر نہیں ہوا ہے۔ شیخ احمد دحلان نے اس بارے میں خاص طور پر زور دیا۔ اور اس طرح والد مرحوم نے ایک کتاب نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھی جو ان کی تصانیف میں سب سے بڑی ہے اس کا نام نجم الزم الشیاطین ہے یہ دس جلدوں میں ختم ہوئی ہے۔ اور ہر جلد بہت ضخیم ہے۔ اس کی ترتیب اس طور پر ہے کہ ایک سو چودہ مسئلے ماہ النزاع منتخب کئے ہیں۔ اتنی تعداد جزئی جزئی اختلافات کے استقصاء کی وجہ سے ہو گئی ہے۔ ہر مسئلے کے لئے ایک باب قائم کیا ہے اس میں پہلے قرآن سے پھر احادیث سے پھر اقوال علماء سے رد کا التزام کیا ہے اس طرح کتاب ایک سو چودہ ابواب پر مشتمل ہے۔ ایک جلد صرف مقدمہ میں ہے۔ اور چونکہ وہ ان مسائل کے متعلق نہیں ہے اس لئے معلومات کے اعتبار سے بکار آمد ہے۔ اس میں اصولی طور پر عقائد اہل سنت پر بحث کی ہے اور اس طرح کے اختلاف کو ختم کر کے اپنے

مسک کو بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے۔ (آزاد کی کہانی ص ۹)

۴۔۔۔۔۔ والد مرحوم (مولا نا خیر الدین) کہا کرتے تھے کہ گمراہی کی موجودہ ترتیب یوں ہے کہ پہلے وہابیت، پھر نیچریت، نیچریت کے بعد تیسری قدرتی منزل جو الحادِ قطعی کی ہے اس کا وہ ذکر نہیں کرتے تھے اس لئے کہ وہ نیچریت ہی کو الحادِ قطعی سمجھتے تھے۔ لیکن میں تسلیم کرتے ہوئے اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ تیسری منزل الحاد ہے۔ اور ٹھیک ٹھیک مجھے یہی پیش آیا سر سید احمد خان مرحوم کو بھی پہلی منزل وہابیت ہی کی پیش آئی تھی۔ (آزاد کی کہانی، ص ۳۸۱)

۵۔۔۔۔۔ بھائی مرحوم (مولانا ابونصر) کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میرے خیالات میں وہابیت کی طرف میلان پیدا ہو چکا ہے وہ اس پر بگڑتے بھی تھے اور ایک دو بار والد مرحوم کے سامنے بھی انھوں نے اس کا اشارہ کر دیا تھا اس وقت تک والد مرحوم کو میرے عقائد و خیالات کی بابت یقین کے ساتھ کوئی بدگمانی نہیں ہوئی تھی۔ مگر اس خیال کی بنیاد پڑ چکی تھی کہ اس کی دوا بولکلام کی، کی طبیعت ہر طرف ڈوڑنے لگی ہے۔ اور خیالات محفوظ نہیں ہیں کسی بار انھوں نے میرے متعلق فرمایا بھی تھا "مجھے اس کے (دوا بولکلام کے) آثار اچھے نظر نہیں آتے۔ بہت زیادہ ذہانت انسان کے لئے بسا اوقات گمراہی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ میں اس کی ذہانت سے ڈرتا ہوں۔ پھر والد مرحوم بعض اشخاص کے حالات سناتے جو ذہانت و طباطبائی کی وجہ سے ہر طرف خیال و ڈوڑنے لگے اور بالآخر دین و دنیا سے کھو گئے۔ (آزاد کی کہانی ص ۳۸۶ و ۳۸۷)

مصباح ناظرین! آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی "مرتبہ عبدالرزاق بلخ آبادی سے جو پابنخ والے مذکور بالا نقل کئے گئے ہیں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان پر ایک مختصر تبصرہ بھی پیش کر دیں تاکہ آزاد صاحب کے بیان کردہ مضامین کے خاص خاص گوشوں پر قارئین کی توجہ ہو جائے۔

حوالہ اول: مولانا خیر الدین مکی علیہ الرحمہ

کو وہابیوں سے بہت سخت کاوش تھی مولانا موصوف کے اساتذہ وہابیت کی مخالفت میں بہت شدید اور نہایت سخت تھے۔ مولانا موصوف کا بہت زیادہ وقت وہابیوں کی مخالفت میں صرف ہوا ہے۔ عرب و ترک و دونوں وہابیوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔ مولانا خیر الدین صاحب کی تقریر و تحریر کا اہم موضوع رد وہابیت تھا مفتی شافعیہ حضرت مولانا سید احمد زینی دحلان مکی علیہ الرحمہ نے وہابیوں کے رد میں جو کتاب ارد علی الوہابین لکھی ہے وہ مولانا خیر الدین صاحب کے خیالات کا آئینہ اور عکس ہے۔

حوالہ دوم: کی روشنی میں مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ کے ارشادات سے حسب ذیل امور واضح ہو گئے اول یہ کہ تقلید ائمہ سے چڑھنے والے غیر مقلدین اور حنفیت کا دم بھرنے والے دیوبندی دونوں کے دونوں خالص وہابی ہیں دوم یہ کہ مذہبی آوارگی اور عدم تقلید کے باعث جب وہابیت مردود ہونے لگی تو اس نے تفریق کے حنفیت سے صلح کر لی اور حنفی لباس پہن کر اپنے عقائد و مسائل کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول ہوئی۔ سوم یہ کہ وہابی مردے سنی عورت کا نکاح اور سنی مرد سے وہابی عورت کا نکاح جائز نہیں۔ چہاں دم یہ کہ جو شخص سید احمد راے بریلوی، مولوی اسماعیل دہلوی کا معتقد ہو تقویۃ الایمان صراط مستقیم وغیرہ کتب وہابیہ کو مانے وہ وہابی ہے۔ خواہ تقلید ائمہ کے نام سے اسے بخار چڑھ جاتا ہو۔ یا حنفیت کی حمایت میں وہ مرد آہیں بھرتا ہو۔ یہ امر بھی حوالہ دوم سے ثابت ہو گیا کہ ابوالکلام آزاد کو یہی یاد پڑتا ہے کہ مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ وہابیوں کو یقینی طور سے کافر مانتے تھے۔

حوالہ سوم: سے واضح ہو گیا کہ مکہ معظمہ کے علماء کرام بالخصوص مولانا سید احمد زینی دحلان علیہ الرحمہ والرضوان ہندوستان کی وہابیت اور عرب کی نجدیت کے مخالف تھے۔ پھر چونکہ وہابی عقائد کی کتابیں مثلاً تقویۃ الایمان وغیرہ اردو زبان میں تھیں ان کے حضرات علمائے مکہ نے وہابی

عقائد کا تفصیلی رد لکھنے کے لئے مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ کا انتخاب فرمایا۔ کیونکہ مولانا موصوف ہندوستان میں سکونت اختیار کرنے کی وجہ سے اردو زبان پر بھی عبور رکھتے تھے۔ چنانچہ مولانا موصوف نے نہایت تفصیل کے ساتھ دس جلدوں پر مشتمل ضخیم کتاب وہابی عقائد کے رد میں تصنیف فرمائی۔ جزاک اللہ تعالیٰ فی الدارین خیراً۔

حوالہ چہارم :- سے کئی اہم امور کا انکشاف ہوا۔ اول یہ کہ ابوالکلام آزاد صاحب بھی مانتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں کوئی مذہبی مسلمان اچانک اور دفعہ براہ راست ملحد و دہریہ نہیں ہو جاتا بلکہ پہلے وہ وہابیت اختیار کرتا ہے بعدہ جب اس کی وہابیت پختہ اور ٹھوس ہو جاتی ہے تب وہ نجری ہو جاتا ہے پھر جب اس کی نیجریٹ انتہا کو پہنچتی ہے تو وہ ملحد و دہریہ بن جاتا ہے۔ دوم یہ کہ ابوالکلام آزاد صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ وہابی گمراہ ہے اور نجری اس سے بڑھ کر گمراہ ہے۔ رہا ملحد تو وہ آخری گمراہ ہے۔ سوم یہ کہ ابوالکلام آزاد صاحب کو ٹھیک ٹھیک یہ تینوں امور یعنی وہابیت، نیجریٹ اور ملحدانہ بالترتیب پیش آئے جس کا معنی یہ ہے کہ آزاد صاحب پہلے وہابی ہوئے پھر نجری بنے اس کے بعد ملحد ہو گئے۔ چہارم یہ کہ ابوالکلام آزاد کو یہ اعتراف ہے کہ سرسید احمد خان کی گمراہی بددینی کی پہلی منزل وہابیت تھی یعنی سرسید احمد صاحب اچانک یک بیک نجری نہیں ہو گئے تھے بلکہ پہلے وہ وہابی ہوئے پھر ترقی کر کے نجری ہو گئے۔

یہ حقیقت ہے کہ مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ نے اپنی بصیرت ایمانی سے اور آزاد صاحب نے اپنے مسلسل تجربہ کی روشنی میں وہابیت کو جو گمراہی و ضلالت کا پہلا زینہ قرار دیا وہ بالکل بجا اور درست ہے۔ کیونکہ مولوی اسماعیل دہلوی کے زمانے سے ابوالاعلیٰ مودودی کے زمانے تک کے واقعات و حالات گواہ ہیں کہ آج مسلم گمانوں میں ملحدانہ رجحان، ملحدانہ رجحان، نیجری، قادیانی، چکوالوی

خاکساری، غیر مقلد، دیوبندی، ندوی، صلح کلی، اور مودودی پیدا ہوئے ان سب کی ذمہ دار وہابیت ہے۔ اور صرف وہابیت ہے۔

اس مقام پر غیر مقلدوں اور دیوبندیوں کو متوجہ کیا جاتا ہے کہ جب آپ حضرات کے پیشوا ابوالکلام آزاد نے یہ تسلیم کر لیا کہ وہابیت، نچریت اور الحاد یہ تینوں گمراہی ہیں اور انھوں نے یہ بھی اعتراف کر لیا کہ میں نے پہلے وہابیت اختیار کی پھر ترقی کر کے میں نچری ہوا اس کے بعد ملحد ہو گیا تو سوال یہ ہے کہ آزاد صاحب نے ان تینوں گمراہیوں یعنی وہابیت، نچریت اور الحاد سے توبہ بھی کر لی ہے یا نہیں؟ — ہم سنیوں کو تو یہی علم ہے کہ آزاد صاحب کو ٹھیک ٹھیک جو مذکور بالا گمراہیاں پیش آئیں ان سے آزاد صاحب نے توبہ نہیں کی ہے لہذا اگر آپ حضرات آزاد صاحب کی توبہ سے آگاہ کر دیں تو ہماری معلومات میں اضافہ کا باعث ہو گا۔ اور اگر آزاد صاحب نے وہابیت سے نہ سہی صرف نچریت و الحاد ہی سے توبہ کر لی ہو تب بھی ذریعہ اخبارات و رسائل مطلع کریں۔

اب وہابیت کے تمام علمبرداروں کو دو باتوں میں سے کوئی ایک بات ضرور کرنی ہو گی۔ یا تو وہ اپنے امام الہند ابوالکلام آزاد کے تجربے اور بیان کے مطابق تسلیم کر لیں کہ واقعی گمراہی اور بد عقیدگی کا پہلا ذینہ وہابیت ہے یا آزاد کی کہانی ص ۲۸۱ سے اپنے امام الہند آزاد کی ترتیب گمراہی پر مشتمل عبارت کو کھرچ ڈالیں اور میرا تو مخلصانہ مشورہ ہے کہ اگر علمبرداران وہابیت واقعی دل سے ابوالکلام کو امام الہند اور اپنا پیشوا مانتے ہیں تو اپنی وہابیت باقی رکھنے پر نظر ثانی کریں۔

حوالہ پنجم :- سے ثابت ہوا کہ ابوالکلام آزاد کا وہابیت کی طرف صرف میلان دیکھ کر ان کے بھائی مولانا ابونصر صاحب ان پر لڑتے تھے۔ اور اس زمانے میں جب کہ مولانا خیر الدین صاحب کو ابوالکلام آزاد کے خیالات و عقائد کی خرابی کی بابت کوئی علم نہ تھا انھوں نے

محض اس گمان و خیال پر کہ ابوالکلام آزاد کی طبیعت مذہبی آزادی چاہتی ہے بارہا پیشگوئی فرمائی تھی کہ مجھے اپنے لڑکے ابوالکلام آزاد کے آثار اچھے نظر نہیں آتے میں اس لڑکے کی ذہانت سے ڈرتا ہوں بہت زیادہ ذہانت انسان کے لئے بسا اوقات گمراہی کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔

مولانا خیر الدین صاحب کی اس سچی پیشگوئی کے بعد ابوالکلام آزاد کی مذہبی زندگی میں جو انقلابات رونما ہوئے وہ شاید عدل ہیں کہ مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ نے اپنی فراست ایمانی سے آزاد صاحب کی بابت جو پیشگوئی کی تھی وہ حرف بحرف سچ نکلی اور پھر گزشتہ صفحات میں آزاد صاحب کا یہ اقرار کڑھیک کڑھیک مجھے ہی پیش آیا۔ مولانا خیر الدین صاحب کی پیشگوئی کے حق ہونے پر ہر تصدیق ثابت کرتا ہے۔

ان سب حوالجات کا حاصل یہ ہے کہ مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ کی مکی اور ہندوستانی زندگی کا بیشتر حصہ وہابیت کے خلاف مورچہ قائم رکھنے میں گزرا ہے مولانا موصوف نے تحریراً تقریراً قولاً، عملاً ہر طرح سے وہابیت اور انجیلی عقائد کا رد و طرد فرمایا ہے، مولانا موصوف وہابیت کو کافر و مرتد سمجھتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ انھوں نے بارہا فتویٰ دیا کہ وہابی مرد سے سُنی عورت کا نکاح اور یونہی سُنی مرد کا وہابی عورت سے نکاح نہیں ہو سکتا کیونکہ وہابی جب کافر و مرتد ہیں تو ان سے نکاح منع ہوئے کی شرعاً کوئی صورت نہیں۔

یہ جی و قیماورہی سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ اور عبدالمصطفیٰ علیہ السلام حضرت شاہ احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت جلیلہ ہے کہ خود غیر مقلدون اور یونہیوں کے پیشوا کے عظیم المرتبت جس کو وہابی حضرات اپنی جماعت کا صاحب بصیرت عالم قرآن و حدیث کا ماہر کامل دینیات کا پختہ محقق و مستند سمجھتے ہیں ان کا مفکر اعظم چوٹی کا سیاستدان

ہندوستان میں پھیلا دو۔۔۔۔۔ مگر اتنا یاد رکھنا کہ مولانا خیر الدین صاحب
 نہ تو اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا کے شاگرد ہیں اور نہ مرید بلکہ حسن اتفاق یا سور
 اتفاق سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے علمی خانوادے کے چشم و چراغ
 اور ابوالکلام آزاد کے لائق صد عزت والد گرامی ہیں۔



مولانا عبدالرحمن فاروقی رشتہ سیلہ

آپ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل پاک سے ہیں آپ کے
 والد حضرت مولانا محمد ادریس بلاذرنگال کے حاکم ملقب بہ صدر الصدور
 تھے آپ نے علم دین اپنے برادر اکبر حضرت مولانا ابو محمد عبدالقادر سے حاصل کیا
 اور انھوں نے فاضل جلیل الشان مولانا رمضان سے انھوں نے قاضی
 القضاۃ مولانا فضل الرحمن سے انھوں نے اپنے برادر اکبر قاضی القضاۃ
 مولانا غلام سبحان سے انھوں نے فاضل ذیشان مولانا معظم الدین سے
 انھوں نے ملک العلماء حضرت مولانا عبدالعلیٰ فرنگی محلی لکھنوی علیہ الرحمۃ
 والرضوان سے ملاحظہ ہو سیف الابرار مطبوعہ نظامی کانیپور و مطبوعہ مکتبۃ
 الشیخ ترک کی کا صفحہ ۶۵)

اس سلسلہ تلمذ سے واضح ہوا کہ حضرت علامہ عبدالرحمن فاروقی رشتہ
 فرنگی محلی لکھنوی کے علمی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں۔۔۔۔۔
 آپ نے سلسلہ تلمذ سے ملاحظہ ہو سیف الابرار مطبوعہ نظامی کانیپور و مطبوعہ مکتبۃ

مولوی نذیر حسین دہلوی کی تصنیف "ثبوت الحق الحقیق" کی تردید میں ایک کتاب "سیف الابرار المسلول علی الفجار" بزبان فارسی تالیف فرمائی ہے جسے محمد عبدالرحمن بن حاجی محمد روشن خان نے ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۰ء میں اپنے مطبع نظامی کانیپور سے شائع کیا پھر ۱۲۹۷ھ ہجری مطابق ۱۹۷۷ء عیسوی میں مکتبہ الشیخ استنبول ترکی نے اسے طبع کر کرنا شروع کیا ہے۔ حضرت علامہ عبدالرحمن فاروقی علیہ الرحمہ بابائے دیوبند مولوی اسماعیل دہلوی کے بارے میں اپنی تصنیف سیف الابرار میں لکھتے ہیں کہ

"اول کسیک بخلاف اہل سنت و جماعت انکار اجماع و قیاس کرد و در ملک ہند و رختہ اند از دین اسلام شد مولوی اسماعیل بود" یعنی ہندوستان میں سب سے پہلے جس شخص نے اہل سنت و جماعت کی مخالفت کرتے ہوئے اجماع و قیاس کا انکار کیا اور اسلامی عقائد میں توڑ بھوڑ کیا وہ مولوی اسماعیل دہلوی تھا۔ سیف الابرار مطبوعہ ترکی ص ۳۳

پھر آپ نے اپنے رسالہ سیف الابرار کے صفحہ ۲۵ میں مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب صراطِ مستقیم کی ایک کفری عبارت نقل کر کے مولوی اسماعیل دہلوی کو بارگاہ رسالت کا گستاخ قرار دیا اور صفحہ ۳۶ میں پستوائے دیوبند ملا اسماعیل دہلوی کے کفر و ارتداد کو آشکار کرنے کی خاطر بطور سند حضرت مولانا شاہ فضل حق فاروقی خیر آبادی علیہ الرحمہ کا یہ فتویٰ بھی نقل فرمایا کہ۔

"قائل این کلام لا طائل د مولوی اسماعیل دہلوی، از روئے

نثر مبین بلاشبہ کافر و بیدین است ہرگز مومن و مسلمان نیست۔۔۔ یعنی اس ناخائستہ کلام کا قائل (ملا دہلوی) شریعتِ عرا کے نزدیک ضرور کافر و بیدین ہے۔ ہرگز مومن و مسلمان نہیں۔ (سیف الابرار مطبوعہ ترکی) دیوبند کے مستند مورخ حکیم عبدالحی رائے بریلوی اپنی عربی تصنیف نزہۃ الخواطر جلد ہشتم ص ۱۳۶ مطبوعہ حیدرآباد میں حضرت

مولانا مفتی صدرالدین دہلوی، مولانا رشید الدین دہلوی، مولانا منور الدین دہلوی نے سب سے پہلے ملا اسماعیل دہلوی اور ان کی وہابیت کا رد و ابطال کیا ہے۔

علمائے ہندوستان میں سب سے پہلے مولانا فضل حق خیر آبادی نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی پیدائش سے بیس سال پیشتر ملائے وہابیہ اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کی تردید میں ایک جلیل الشان کتاب تحقیق الفتویٰ فی ابطال التطفویٰ تصنیف فرمائی جس میں ملا اسماعیل دہلوی کو کافر، مرتد، بے دین قرار دیتے ہوئے ان کے قتل و تکفیر کا فتوئے شرعی صادر کیا حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے صاحبزادگان مولانا شاہ مخصوص اللہ اور مولانا شاہ محمد موسیٰ نے اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مشاہیر زماں شاگردان مولانا شاہ احمد سعید مجددی، مفتی صدرالدین دہلوی، مولانا کریم اللہ دہلوی، مولانا رشید الدین دہلوی، مولانا محبوب علی دہلوی وغیرہ سترہ علماء دہلی نے اس حقایق نورانی فتویٰ کی تصدیق کرتے ہوئے اس پر مہر توثیق ثبت فرمائی۔ پھر وہابیت اور بابائے وہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی کے رد و ابطال میں استاذ مشاہیر علمائے ہند حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی نے وہ خداداد حلیہ انجام دی جو سیف الجبار المعتقد المنتقد کی شکل میں آج بھی زندہ ہے یوں ہی خانوادہ علمی فرنگی محل لکھنؤ کے نجم ثاقب مولانا عبدالرحمن فاروقی سلطی نے رسالہ سیف الابرار تصنیف فرمایا اور بنگال و آسام میں ملائے وہابیہ اسماعیل دہلوی کا کفر و ارتداد آشکارا کر کے وہابیت کی مٹی پلید کر دی۔ پھر ملا اسماعیل دہلوی کی تردید میں ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین مکی ثم کلکتوی نے اتنا سرگرم حصہ لیا جس سے کلکتہ سے عرب تک کی زمینیں اسماعیل دہلوی کے کفر و بے دینی پر گواہ بن گئی۔

پھر ان سب مشاہیر علماء، فقہاء، محدثین، متکلمین کے بعد رود و ہابیت
 کے میدان میں شہنشاہ علم و فن مجدد اعظم سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی
 کی آمد ہوئی ہے۔

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ ہجری مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۴ء عیسوی کو حضرت
 مولانا محمد المجید فاروقی بدایونی نے شہر بدایوں سے اعلیٰ حضرت کی خدمت بابرکت
 میں ایک تحریری سوال بھیجا کہ ہمارے فقہائے کرام پیشوایان مذہب کے نزدیک
 وہابیہ و ان کے پیشوا اسماعیل دہلوی پر حکم کفر لازم ہے یا نہیں؟ اعلیٰ حضرت نے
 تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، یک روزی وغیرہ کتابوں سے مولوی اسماعیل دہلوی
 کے ستر لکھ ہوئے کفریات شمار کر کے جمہور فقہاء کے مسلک پر فتویٰ دیا کہ
 ————— ماہ نیم ماہ دہر نیم روز کی طرح ظاہر و باہر کہ اس فرقہ متفرق یعنی

• ————— ماہ نیم ماہ دہر نیم روز کی طرح ظاہر و باہر کہ اس فرقہ متفرق یعنی
وہابیہ اسمعیلیہ اور اس کے امام نافر جام (اسمعیل دہلوی) پر جزاً قطعاً جماعتاً بوجہ
کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ جمہیر فقہائے کرام و اصحاب فتویٰ اکابر و اعلام
کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر باجماعاً ان سب پر اپنے
تمام کفریات ملعونہ سے بالتصریح تو بد رجوع اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھنا فرض
و واجب ————— (الکوۃ الشہابیہ ص ۷۵)

اس فتویٰ پر تمام وہابی دیوبندی صحیح پڑے اور بوکھلا کر اعلیٰ حضرت کو گالیاں دینے لگے چنانچہ المہند جوہند وستان بھر کے وہابی دیوبندیوں کی متفقہ کتاب ہے اس میں علمائے دیوبند لکھتے ہیں کہ ۔

• _____ (مولانا احمد رضا) خاں صاحب کے خاندان میں چونکہ بدعت کی تخم ریزی پہلے ہی سے ہو چکی ہے اس وجہ سے سب کے پچھلے پخوڑ خان صاحب احمد رضا خاں ”برعکس نام نہند زنگی کا فور“ درحقیقت احمد رضا خاں صاحب نے تمام ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ فرامہ ومعجزۃ من معجزات سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم کے خاندان کو چنا اور حضرت مولانا

سمعیل صاحب شہید مرحوم مدفون مظلوم اہل بدعت پر بوجہ بعض کلمات کے جو سخت اور غالی اہل بدعت کے جن کی بدعات شرک کی حد تک پہنچ گئیں تھیں مقابلہ میں لکھے گئے تھے تمام قرائن حالیہ اور غیر حالیہ سے قطع نظر کر کے اتہامات لگائے اور ان پر ستر کیا بلکہ غیر متناہیہ وجوہ سے کفر لازم کیا اور ان کا کفر اجماعی قطعی قرار دے کر فقہاء کرام کا فتویٰ تکفیر چھاپ دیا۔ (المہند ص ۲۷۲)

بد زبان دریدہ دہن گستاخ علماء و بابہ جن کا دین و مذہب بارگاہ رسا کی عظمت و جلالت کے خلاف گالیاں بکنا اور لکھنا ہے۔ اگر وہ سرکار اعظم پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے وارث اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو بھٹیروں کی زبان میں رات دن گالیاں دیتے رہیں تو اس پر ہمیں کوئی تعجب نہیں کیونکہ جو شخص اپنے مذہب کا پابند ہے وہ مذہب کے احکام پر ضرور عمل کرے گا۔ ہاں اس گھٹا ٹوپ اندھیر اور سنگین دھاندلی پر ہمیں ضرور حیرت ہے کہ جس اسمعیل دہلوی کو خود حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے مولانا مخصوص اللہ اور مولانا محمد موسیٰ نے کافر و مرتد قرار دے کر لائق گردن زدنی ٹھہرایا جس اسمعیل دہلوی کے متعلق حضرت استاذ المحدثین شاہ عبدالعزیز کے شاہیر روزگار تلامذہ مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا احمد سعید مجددی مولانا مفتی صدر الدین دہلوی، مولانا رشید الدین دہلوی وغیرہ اکابر علماء نے کافر و بدین و قابل قتل ہونے کا فتویٰ صادر کیا جس اسمعیل دہلوی کی تردید میں مولانا منور الدین دہلوی نے متعدد کتابیں تحریر کیں اور مکہ شریف مدینہ شریف سے فتویٰ منگوایا۔ جس اسمعیل دہلوی کا کفر و ارتداد مولانا فضل رسول بدایونی مولانا عبدالرحمن فاروقی سلہٹی نے اپنی اپنی تصنیفات کے ذریعہ یوپی سے بنگال اور آسام تک آشکار کیا۔ جس اسمعیل دہلوی کے رد و ابطال کو ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین نے اپنی تحریر و تقریر کا سر بیچھا بڑا موضوع بنایا اسی اسمعیل دہلوی کے بارے میں جب اعلیٰ حضرت المدینہ

بریلوی نے ۱۲۱۲ھ ہجری میں کفر و ارتداد کا فتوے فقہی صادر فرمایا تو علمائے دیوبند کی سر جوڑ پنچایت کو بگڑا ہوا میعاد دی بخار چڑھا آیا تو جس نے سرسائی کیفیت پیدا کر دی اور وہ بھٹیاریوں کی زبان میں ہندیان بکنے لگے۔ پھر ان کی متفقہ سر جوڑ کمیٹی نے تیرہویں صدی ہجری کے تاریخی حقائق پر دبیز پردہ ڈال کر چودہویں صدی ہجری کی نئی نسل کے عام مسلمانوں کو یہ پُر فریب باطل اور جھوٹا تاثر دیا کہ۔

لوگو! ہمارے مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلوی پیشوا کے دین و باہمی اسلام میں پورے ہندوستان میں شاہ اسماعیل دہلوی کا کوئی عالم دین مخالف نہیں ہندوستان کے کسی مفتی شرع نے ہمارے شاہ اسماعیل کو کافر و عیدین قرار نہیں دیا بس شہر بریلی کے تنہا مولانا احمد رضا ہیں جو خاندان شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے شدید ترین دشمن ہیں جنہوں نے ہمارے پیشوا شاہ اسماعیل دہلوی پر کفر و ارتداد کا فتویٰ جاری کیا ہے۔ لیکن جب تیرہویں صدی سے چودہویں صدی تک کے سارے علمائے ہندوستان شاہ اسماعیل دہلوی کے موافق ہیں۔ ہمارے مولانا اسماعیل کا ان میں کوئی مخالف نہیں تو ایک کیلئے مولانا احمد رضا کے تنہا فتویٰ کا کیا اعتبار؟ لہذا عام مسلمانوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ وہ مولانا احمد رضا کے فتویٰ کو دشمنی پر مبنی کر کے اسے غلط سمجھیں اور شاہ اسماعیل دہلوی کی اسی طرح پرستش کو جس طرح عام نیچری، دیوبندی، غیر مقلدین مولانا شاہ اسماعیل دہلوی کی پرستش کرتے آ رہے ہیں۔

(تاثر ماخوذ از المہند ص ۲۷۷)

لیکن اب جبکہ حقائق کو بالکل ننگا بے پردہ کر دیا گیا تو عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ایک وفادار مسلمان بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر غدار منافق سے پوچھ سکتا ہے کہ خاندان شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے صاحبزادگان مولانا شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی اور مولانا شاہ محمد موسیٰ دہلوی نے اپنے چچا ملا اسماعیل دہلوی کو تکفیر کا نشانہ کیوں بنایا۔؟ حضرت مولانا

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فاضل یگانہ تلامذہ مولانا شاہ فضل حق، مولانا صدر الدین، مولانا رشید الدین، مولانا کریم اللہ، مولانا محبوب علی وغیرہ علمائے دہلی نے علامہ اسماعیل دہلوی کو کافر و مرتد، بے دین قابل گردن زدنی کیوں قرار دیا؟ نقشبندیوں مجددیوں، صوفیوں درویشوں کے شیخ طریقت مولانا شاہ احمد سید مجددی نے پیشوائے وہابیہ مولوی اسماعیل کو کافر و مرتد، بے دین کیوں ٹھہرایا؟ مشاہیر علمائے ہند مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، مولانا منور الدین دہلوی، مولانا عبدالرحمن فاروقی سلہٹی، مولانا خیر الدین کلکتوی نے مولوی اسماعیل دہلوی کے کفر و ارتداد کی اشاعت کیوں کی؟ علامہ بدایونی اور علامہ فاروقی کے سوا باقی سب ہی علماء حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے علمی گھرانے ہی کے فرزند ہیں۔ تو پھر ان حضرات نے اسماعیل دہلوی کی شدید مخالفت کیوں کی؟

اصل حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت سے پہلے کے علمائے اسلام کے زمانے میں چونکہ وہابیت کا ابتدائی دور تھا اور خود وہابیت بھی تنہا تھی اس کا ساتھ دینے والا کوئی دوسرا مذہب نہ تھا اس لئے ان حضرات علماء نے تنہا وہابیت کا مقابلہ کر کے اس کو پسپا کیا اور اپنے فرائض منصبی کو پورا کر کے سکد و شش ہو گئے لیکن اعلیٰ حضرت کے دور میں وہابیت شباب پر تھی اور وہ اپنے پیٹ سے کئی نئے مذاہب کو جنم دے چکی تھی، دیوبندیت، نیجریٹ، قادیانیت، چکڑاویت، دہریت، اندویت، صلح کلیت وغیرہ مذاہب وہابیت کے پیٹ سے پیدا ہو چکے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے چونکہ لڑائی لڑ کر ان سب کے دانت کھنڈ کر دیے باطل پرستوں کے ایک حملے کا ایسا دندان شکن جواب دیا کہ پھر وہ اپنی کمر سیدھی نہ کر سکے۔ سابق علمائے اسلام نے وہابیت کے سلسلے میں تحریر سے زیادہ تقریر سے کام لیا تھا جس سے صرف حاضرین خوب فیضات ہوئے لیکن اعلیٰ حضرت نے تقریر کے ساتھ تحریری رد کے انبار لگا دیے اور وہابیت کے کلیات و جزئیات سب کا ابطال فرمایا۔ پھر اعلیٰ حضرت نے پیارے مصطفیٰ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دینی ہوئی حق بین نگاہوں سے دیکھ لیا تھا کہ ہابیت کو صرف
 موجودہ فتنوں کے پیدا کرنے پر چین نہ آئے گا بلکہ آگے چل کر وہ نئے نئے فتنوں کو
 بھی جنم دے گی تا وقتیکہ آخری فتنہ دجال سے مل نہ جائے اس لئے آپ نے
 ایک طرف احقاق حق و ابطال باطل کی خاطر اپنے دور کے تمام فتنوں کی سرکوبی فرمائی
 اور دوسری طرف حق کو بلند کرنے اور باطل کے دبائے کے لئے عام سنیوں
 کو بھی دلائل و براہین کے ہتھیاروں سے مسلح فرما دیا۔ اور سنیوں کی آئندہ
 نسل کے لئے سامان جنگ کا ذخیرہ اتنا کافی جمع کر دیا کہ جب بھی حق کے مقابلے
 میں بے دین فرقتے بالخصوص وہابی دیوبندی سرابھاریں تو انھیں کچل کر رکھ دیا جائے
 چنانچہ جب اعلیٰ حضرت کے بعد وہابیت کے پیٹ سے مودودی مذہب اور الباسی
 مذہب نئے نئے ساز و سامان لے کر پیدا ہوئے تو غلامان احمد رضا نے دونوں
 کے نیچے ادھیر کر رکھ دیے۔ اعلیٰ حضرت اپنے انھیں خصوصی کارناموں کے باعث
 علماء، صوفیاء، مشائخ اور عام مسلمانوں کی عقیدت و محبت کے مرکز بن گئے
 مسلمانوں نے اپنا دین و ایمان بچانے کے لئے اعلیٰ حضرت کی ہدایات، تحریرات
 اور تصنیفات کو حرز جان اور پناہ ایمان بنالیا ان حالات کو دیکھتے ہوئے دیوبندیوں
 کو اچھی طرح اندازہ ہو گیا کہ مسلمان جب تک امام احمد رضا کے دامن پاک سے
 وابستہ رہیں گے ان کو بڑی سے بڑی طاقت بھی اسلام و سنیت سے برگشتہ نہیں
 کر سکتی اس لئے انھوں نے تاریخی حقائق کو کھلتے ہوئے یہ باور کرانے کی پوری
 کوشش کی کہ صرف احمد رضا ہی وہ تنہا عالم ہیں جنہوں نے وہابی مذہب
 کو باطل اور سبیل دہلوی کو گمراہ بدوین قرار دیا باقی دوسرے علمائے اسلام
 وہابی مذہب کو درست و حق سمجھتے رہے اور مولوی اسماعیل دہلوی کو پیشوائے
 اسلام مانتے رہے تاکہ سادہ لوح نادان مسلمان رد وہابیت کے میدان
 میں اعلیٰ حضرت کو تنہا سمجھ کر آپ سے بدگمان ہو جائیں اور آپ کی تبلیغ و ہدایت
 پر اپنا اعتماد قائم نہ کر سکیں۔

سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ حاصل گفتگو یہ ہے کہ دیوبندیوں نے سوچا کہ رد و ہابیت
 و ابطال اسماعیلیت کے سلسلے میں اگر شاہ ولی اللہ کے پوتے مولانا شاہ مخدوم
 اور مولانا محمد موسیٰ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے تلامذہ میں مولانا فضل حق، مولانا
 مفتی صدر الدین، مولانا رشید الدین، مولانا کریم اللہ، مولانا مسور الدین و
 مولانا خیر الدین وغیرہ مشاہیر پر کینچڑ اچھلا گیا تو خود و ہابیت کا شیش محل ہی
 سفوف بن جائے گا۔ اور سنیت کا زور ٹوٹنے کی بجائے و ہابیت پس ہوگی
 اس لئے انھوں نے رد و ہابیت کا انتقام لینے کے لئے صرف اعلیٰ حضرت کی ذات
 گرامی کو منتخب کیا اور اعلیٰ حضرت کے خلاف افتراء و بہتان کے جتنے بندل
 وہ پھینک سکتے تھے اس میں کوئی کسر اٹھانہ رہی۔

فتنہ و ہابیت کی بیخ کنی

سرو بی پر کو شیش بلینگی وجہ

یوں تو عام طور پر اعلیٰ حضرت نے اسلام و سنیت کی جملہ مخالف پارٹیوں
 کا رد فرمایا۔ لیکن و ہابیت اور دیوبندیت کی سرکوبی اور پیشوا یاں و ہابیہ
 کے عقائد باطلہ کی بیخ کنی پر آپ نے زیادہ توجہ فرمائی اس کی وجہ یہ ہے
 کہ کھلے کفار و مشرکین۔ مثلاً فلاسفہ، آریہ، یہود، نصاریٰ، مجوس اور ہنود کے
 پہچانے میں عام مسلمانوں کو کوئی دشواری نہ تھی اور چونکہ و افس کی
 مسجد و عید گاہ اور دیگر مذہبی چیزیں پہلے ہی سے الگ ہو چکی تھیں قادیانی

حضرات مرزا غلام احمد قادیانی کو بنی بنا کر مسلمانوں سے جدا ہو گئے تھے۔ اس لئے ان دونوں فرقوں کا پہچاننا مسلمانوں کے بس سے باہر نہ تھا اب رہے وہابی و یوبندی تو چونکہ یہ لوگ اپنے کو سنی کہلاتے ہیں حنفی ہونے کا دم بھرتے ہیں قرآن و حدیث پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں عقائد و فقہ کی کتابوں کے ماننے کا اظہار کرتے ہیں سنی مسلمانوں جیسی نماز پڑھتے روزہ رکھتے اور حج ادا کرتے ہیں۔ قادری حنفی نقشبندی اور سہروردی بننے ہیں علمائے سلف و خلف کی تصنیفات کا اعتراف کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث اور دینی کتابوں کے درس و تدریس کا شغل رکھتے ہیں اس لئے ان کی پہچان عوام مسلمین کے بس سے باہر تھی۔ اہل سنت سے ان کا امتیاز کرنا ان کے اقوال کفر و ضلال کا پہچاننا ان کے خیالات فاسدہ و عقائد باطلہ سے واقف ہونا۔ عامۃ المسلمین کے لئے سخت دشوار کام تھا ان حالات کے پیش نظر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے و یوبندی مذہب کی کھال اُدھیرنے وہابی دھرم کی وجہی بکھیرنے میں کوشش بلیغ فرمائی پشوا یان و ہابیہ کے ایک ایک فریب کا پردہ چاک کیا ان کے طرح طرح کے دجل و مکر کو بے نقاب فرمایا۔ جب وہابیوں نے تقویۃ الایمانی تعلیمات کے مطابق شور مچایا کہ درود تاج کا پڑھنا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنا شرک و بدعت ہے تو حضرت مولانا شاہ کرامت اللہ خاں صاحب نے ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ مطابق ۲۱ دسمبر ۱۸۹۳ء عیسوی کو ذہلی سے اعلیٰ حضرت کی خدمت بابرکت میں استفتاء بھیجا آپ نے ان کے استفتاء کا جواب دیتے ہوئے رسالہ مبارکہ ”الامن والعلیٰ تحریر کیا جس میں آیات و احادیث سے چمکتے ہوئے موتیوں کی طرح مندرجہ ذیل باتیں روشن طور پر ثابت فرمائیں۔

اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دولت مند کر دیا
اللہ و رسول نگہبان اللہ و رسول کے والی ہیں۔ اللہ و

رسول مالوں کے مالک ہیں، اللہ و رسول زمین کے مالک ہیں۔ اللہ و رسول کی طرف توبہ اللہ و رسول کی دہائی اللہ و رسول دینے والے ہیں۔ اللہ و رسول سے دینے کی توقع اللہ و رسول نے نعمت دی اللہ و رسول نے عزت بخشی (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے حافظ و نگہبان ہیں حضور کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہیں حضور کے آگے سب گڑ گڑا رہے ہیں۔ حضور ساری زمین کے مالک ہیں۔ حضور سب آدمیوں کے مالک ہیں حضور تمام امتوں کے مالک ہیں۔ دنیا کی ساری مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے مدد کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں۔ نفع کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں۔ جنت کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں دوزخ کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں۔ آخرت میں عزت دنیا حضور کے ہاتھ ہے قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ ہے حضور مصیبتوں کے دور فرمانے والے حضور سختیوں کے ٹالنے والے ابو بکر صدیق اور عمر فاروق حضور کے بندے حضور کے خادم رزق آسان کرتے ہیں۔ حضور کے خادم بلائیں ہٹاتے ہیں حضور کے خادم بندی مرتبہ دیتے ہیں۔ حضور کے خادم تمام کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔ اولیاء کے سبب بلا دور ہوتی ہے اولیاء کے سبب روزی ملتی ہے۔ اولیاء کے سبب مدد ملتی ہے اولیاء کے سبب بارش ہوتی ہے۔ اولیاء کے سبب زمین قائم ہے۔

یہ اور ان سب جیسی بیسیوں باتیں آپ نے قرآن و حدیث سے لکھی ہیں چونکہ یہ سب باتیں کتاب و سنت سے ثابت ہوئی ہیں۔ لہذا وہابی دیوبندی ان باتوں کو شرک قرار دینے سے پہلے اللہ و رسول کی جناب میں لڑائی کے لئے تیار ہو جائیں۔ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَتَقْرَأُوا النَّارَ الَّتِي ذُكِرَ هَا النَّاسُ وَالْجَهَنَّمَ أَعْدَتْ بِتَكْفِيرِيْنَ

جب عام وہابیہ اور مولوی رشید احمد گنگوہی نے مولوی اسماعیل دہلوی کی پیروی میں اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹا بولنا ممکن قرار دیتے ہوئے امکان

کذب الہی کا فتنہ کھڑا کیا تو شہر میرٹھ سے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں سوال آیا آپ نے اس کے جواب میں مقدس کتاب سبحن السبوح ۱۲ ربیع الآخر ۱۲۰۸ھ مطابق ۶ دسمبر ۱۸۸۹ء میں تصنیف فرمائی جو ۱۲۰۸ھ میں شائع ہوئی اس نورانی کتاب میں آپ نے بچے خدا کو بھوٹ کا عیب لگانے والے تمام دیوبندیہ وغیرہ مقلدین کے عقیدہ غیثہ امکان کذب پر دو سو کوڑوں کی ایسی ضرب شدید لگائی جس سے قلعہ دیوبند کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ سبحن السبوح نے دیوبندیوں کے ہوش اڑا دیے چھکے چھڑا دیے ان کے دانت کھٹے کر دیئے اسماعیل دہلوی اور مولوی گنگوہی کے ایک ایک جملے ایک ایک کلمے حرف حرف کے ایسے منہ توڑ جواب دیے کہ اس کے بعد سے دیوبندیوں نے مسد امکان کذب باری کی بحث کو اپنے لئے موت کا خوفناک جنگل سمجھ لیا۔ ۱۲۰۸ھ سے اعلان عام ہے کہ کسی دیوبندی کسی گنگوہی میں اگر دم ہے تو سبحن السبوح کے دلائل قاہرہ کا علمی تحقیقی جواب لکھے اس کے دو سنگین اعتراضوں کی ضرب کاری سے مولوی اسماعیل دہلوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کی کھوپڑی کو بچا لے۔ مگر آج ۱۲۰۴ھ ہجری مطابق ۱۹۸۳ء کا دور گزر رہا ہے اب تک کسی دیوبندی کو جرأت نہ ہو سکی کہ سبحن السبوح کی کسی ایک دلیل کا جواب لکھتا اس چھپا نو ۹۶ برس کی طویل خاموشی ڈنکے کی چوٹ اعلان کر رہی ہے۔ کہ دیوبندیوں کا اہانت آلود دامن علمی دلائل سے بالکل خالی ہے ہاں گالی گلوچ سنت و شتم مکر و فریب شیراز ہے۔ مدرسہ دیوبند کے صدر المدرسین جناب حسین احمد صاحب ٹانڈوی نے ایک گالی نامہ بنام الشہاب الثاقب تحریر کیا ہے جس میں انھوں نے علمائے اہل سنت اور اعلیٰ حضرت کو بے شمار گالیاں دی ہیں۔ مولانا شاہ محمد امین سیکنجلی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب رد شہاب الثاقب میں ٹانڈوی صاحب کی صرف موٹی موٹی گالیوں کا شمار کیا تو وہ چھپا نو ۹۶ برس کی عمر میں دیوبند مولوی عامر صاحب

ایڈیٹر تجلی تحریر کرتے ہیں کہ ۔

۔۔۔۔۔ دارنی مولانا رحیم احمد صاحب مدنی نے اس کتاب (شہاب ثاقب) میں جس طرح کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں انھیں مولیٰ مولیٰ گالیاں نہ سہی مہذب گالیاں کہنا ضرور حق بجانب ہے ۔۔۔۔۔

(تجلی فروری و مارچ ۱۹۵۹ء صفحہ ۷۹ء کالم ڈو۔)

ٹانڈوی صاحب سبحن السبوح کے براہین قاہرہ دلائل باہرہ سے چمکا چونکہ ہو کر یوں رقمطراز ہیں کہ

۔۔۔۔۔ مجدداً تفصیل صاحب نے خیال کیا کہ ہم بھی خون لگا کر شہدوں میں داخل ہو جائیں چٹ ایک رسالہ مسیحی سبحن السبوح لکھ کر پھینچ مارا اس کو دیکھا گیا تو سوائے گالی گلوچ اور خرافات و بازاری باتوں کے اور کوئی مضمون علمی ایسا نہیں تھا کہ جس کی طرف توجہ کی جاوے علاوہ ازیں کبھی کسی عالم نے ان کو اہل علم سے شمار ہی نہ کیا اور نہ کچھ علمی باتیں تھیں بازار یوں کی سنی گفتگو بھی اس لئے ان کے رسالے کے رد کی طرف توجہ کرنا محض بے سود بلکہ

خلاف شان و ہتک عزت شمار کیا گیا ۔۔۔۔۔ (الشہاب الثاقب ص ۱۱)

دیوبندی علماء جو بارگاہ رسالت میں گالیاں دینے کے عادی رہ چکے ہیں وہ اگر اعلیٰ حضرت کو مجدداً تفصیل کہہ کر گالیاں دیں تو اس پر ہمیں کوئی حیرت نہیں لیکن اس بات پر ہمیں اور ہر انصاف پسند کو سخت حیرت ہے کہ جس سبحن السبوح میں اعلیٰ حضرت نے امکان کذب کے باطل ہونے پر تیس نصوص پیش کئے اور پچیس نو لادی دلائل اور تیس محبتیں قائم فرمائیں وہ ٹانڈوی صاحب کے نزدیک صرف گالی گلوچ، خرافات اور بازاری باتوں کا مجموعہ ہے۔ اور پھر یہ بات اور بھی زیادہ قابل غور ہے کہ جس سبحن السبوح میں کثیر آیات قرآنیہ کے روشن مولیٰ پروئے کئے ہوئے۔ اور تفسیر کبیر، تفسیر بیضاوی، تفسیر مدارک، تفسیر ابی سعید، تفسیر

روح البیان، تفسیر عزیزی، فقہ اکبر، شرح السنوی، مواہف، شرح مہافت، عقائد
 شرح عقائد، شرح مقاصد، بیامرہ، مسامرہ، حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ،
 کنز الفوائد، طوابع الانوار، شرح طوابع، شرح عقائد جلالی، مسلم الثبوت فوارح الرحموت،
 مغلیع العیوب، ارشاد العقل، منع الروض، شفاۃ قاضی عیاض، نسیم الریاض،
 شرح مقاصد الطالبین، رد المحتار، حلیہ، المعقد المنتقد سے کثیر حوالے نقل
 کیے گئے ہوں ایسی تحقیقی کتاب میں صدر المدرسین جناب ٹانڈوی صاحب کو کوئی
 بھی علمی بات نہ ملی۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ اس مقام پر خود ٹانڈوی صاحب
 نے اپنے علم و دانش کا بھانڈا پھوڑ دیا جو لوگ نہیں جانتے تھے اب وہ بھی جان
 گئے کہ دیگر فاضلان دیوبند کی طرح جناب صدر المدرسین حسین احمد صاحب
 ٹانڈوی بھی سبحن السبوح کے علمی دلائل وبراہین کے جواب سے نہ صرف عاجز
 تھے بلکہ سمجھنے سے بھی قاصر ہی رہے۔ رہا اعلیٰ حضرت کی کتابوں کا رد اور
 جواب لکھنا تو یہ کام مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی اشرف علی
 صاحب تھانوی جیسے بڑوں سے تو ہو ہی نہ سکا جو علماء دیوبند
 کے اُستاد، مخدوم اکل اور حکیم الامت تھے ٹانڈوی صاحب تو بہر حال
 ان سے چھوٹے ہی ہیں۔

جاننا جس نے جانا اور جس نے نہ جانا وہ اب جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل
 اور اس کے پیارے رسول سرکار اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرم سے
 اعلیٰ حضرت نہ صرف یہ کہ علوم دینیہ کے صاحب بصیرت عالم تھے بلکہ اپنے معاصرین
 فقہاء و محدثین کے امام اور ارباب منطق و فلسفہ کے استاد تھے کہ معظّم اور مدینہ منورہ
 کے اکابر علمائے اسلام نے آپ کے علم و فضل کا بیجا ہرجہ کر کے تحریری گواہی دی کہ
 شیخ احمد رضا بریلوی

علامہ کمال، استاذ ماہر، یکتائے زمانہ امام یگانہ، علماء مشاہیر کے سردار،
 نادر و زنگار، دربارے نگار، عالم کثیر العلم، فاضل سریع الفہم ہیں۔

رہا حظ ہو حسام الحرمین ص ۵۲ تا ص ۵۷

مکہ شریف کے فقیہ جلیل حضرت مولانا سید اسماعیل علیہ الرحمہ بن مولانا سید خلیل
علیہ الرحمہ نے آپ کے فتاویٰ کے صرف چند اوراقِ ملاحظہ فرما کر یہاں تک لکھ دیا کہ
واللہ اقول والحق اقول انه لورأھا ابو حنیفة النعمان رضی اللہ تعالیٰ
عنه لاقت عينه ولجعل مولفہا من
جملة اصحاب

(رسائل رضویہ ص ۲۵۸ مطبوعہ لاہور، الاجازات المتینہ، مطبوعہ بریلی ص ۶)
یعنی بخدا میں کہتا ہوں کہ اور سچ کہتا ہوں کہ اگر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ
عندہ العلیہ حضرت (کے) اس فتویٰ کو ملاحظہ فرماتے تو حضرت امام اعظم کی آنکھیں ٹھنڈی
ہوتیں اور فتویٰ لکھنے والے (اعلیٰ حضرت) کو اپنے شاگردوں (امام ابو یوسف
امام محمد، امام زفر وغیرہ کے طبقہ میں) شامل کرتے۔

استاذ علم المیراث سراج الفقہاء حضرت مولانا سراج احمد علیہ الرحمہ ساکن
نصیر مکن بید ضلع رحیم یار خاں ریاست بھاول پور پاکستان سے ایک وہابی
فاضل ملا نظام الدین احمد پوری کی ملاقات ہوئی یہ وہابی فاضل اپنے
زمانے کے علمائے دیوبند میں کسی کو علم فقہ میں اپنا ہمسر نہیں سمجھتا تھا اب
آگے کا واقعہ حضرت سراج الفقہاء کے زبانِ قلم سے سنئے۔ حضرت موصوف
تحریر فرماتے ہیں۔

۔۔۔ مولوی نظام الدین فقیہ احمد پوری وہابی جو فقہ میں اپنے
ہمعصر علمائے دیوبند وغیرہ میں اپنے آپ جیسا کسی کو خالق نہیں جانتا تھا۔
فتاویٰ رشیدیہ (مصنف مولوی رشید احمد گنگوہی) کے اس فتویٰ پر کہ۔

حدیث صحیح کے مقابل قول فقہاء پر عمل نہ کرنا چاہئے، اس کے سامنے
میں نے رسالہ الفضل الموهبی فی معنی اذا علم الحدیث فهو مذہبی
مصنف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ابتدائی اوراق، منازل حدیث

کے سناے تو اس (دوہابی فاضل) نے بعد حیرت کہا یہ سب منازل فہم حدیث مولانا احمد رضا کو حاصل تھے۔ افسوس کہ میں مولانا احمد رضا کے زمانے میں رہ کر بے تجربے فیض رہا۔

پھر میں دسراج احمد نے اس دوہابی عالم کو رسائل رضویہ سے چند مسائل فقہ کے جوابات سناے تو کہنے لگا کہ علامہ شامی اور صاحب فتح القدر مولانا احمد رضا کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں۔

دسراج احمد الفقیہ، مطبوعہ مرکزی مجلس رضالاہور ص ۲۲، ہندوستان کے مشہور مفتی ڈاکٹر محمد اقبال صاحب اعلیٰ حضرت کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ۔

۔۔۔ ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع و ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔ میں نے ان کے فتاویٰ سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت، فطانت، جودت طبع کمال نقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عدل ہیں۔

(فاضل بریلوی اور ترک مولات ص ۱۶ مصنف پروفیسر محمد امجد ایم۔ اے۔ پی ایچ

ڈی مطبوعہ لاہور)

فاضل اہل حدیث ڈاکٹر محمد امجد ایم۔ اے۔ پی ایچ پروفیسر ازمریہ یونیورسٹی مصر کا ایک مقالہ جریدہ صوت الشرق قاہرہ مصر شمارہ فروری ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا ہے پروفیسر صاحب اپنے مقالہ مذکور میں لکھتے ہیں کہ۔

بعد مولانا احمد رضا خاں بنو یوحنا رحمۃ اللہ علیہ من طلبہ علماء الہند المسلمین الذین ساءلوا مساحمة فعالة في خدمة العلم والدين واللغة العربية

(بحوالہ البیان امام احمد رضا نمبر بمبئی شمارہ اپریل ۱۹۵۵ء ص ۵۵) یعنی جن علمائے ہند نے علوم دینیہ کی خدمات میں اعلیٰ قسم کا عہدہ کیا ہے

ان میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔
وہابیوں کی تحریک جماعت اسلامی کے پیشوا مسٹر ابوالاعلیٰ مودودی اپنے مکتوب بنام
ایڈیٹر ترجمان اہلسنت کراچی میں تحریر کرتے ہیں۔

_____ میری نگاہ میں مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم و مغفور دینی علم و بصیرت
کے حامل اور مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ کے قابل احترام مقتدا تھے۔ اگرچہ ان کے بعض فتاویٰ
وآراء سے مجھے اختلاف ہے لیکن میں ان کی دینی خدمت کا بھی معترف ہوں۔

_____ (بحوالہ المیزان نمبر ۱۱۱۱ امام احمد رضا نمبر شمارہ ہیریل مئی جون ۱۹۷۶ء ص ۱۶)
ہندو یوں کے پیشوا مولوی حکیم عبدالحی رائے بریلوی اور دیوبندیوں کے زعمیم اکبر ابوالحسن
علی ندوی رائے بریلوی مسزہ الخواطر ۲۸ جلد ہشتم مطبوعہ حیدرآباد دکن میں
لکھتے ہیں کہ

_____ الشیخ العالم الملقی احمد رضا بن نقی علی بن رضا
علی الافغانی الحنفی البریلوی المشہور بعبد المصطفیٰ ولد یوم الاثنين عاشر
شوال سنہ اثنتین و سبعمائتین بعد الف بیلد لا بریلی و اشتغل بالعلم علی
والدہ و لازمہ مدۃ طویلۃ حق برع فی العلم وفاق اقل نصف کثیر
من الفنون لاسیما الفقہ و الاصول _____

یعنی استاذ کامل، عالم، مفتی احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی افغانی حنفی
بریلوی عرف عبد المصطفیٰ، ارشوال ۱۲۷۲ھ ہجری کو دوشنبہ کے دن شہر
بریلی میں پیدا ہوئے اور عرصہ دراز تک اپنے والد سے تعلیم حاصل
کرنے میں لگے رہے یہاں تک کہ علم میں غالب ہوئے اور کثیر فنون خصوصاً فقہ و اصول فقہ

علہ و هو غلط بل یوم السبت۔ ۱۲

یوم دوشنبہ کا دن غلط ہے۔ یوم پیدائش سینیر کا دن ہے۔ ۱۲

میں اپنے معاصرین (علماء) پر فوقیت لے گئے۔

اعلیٰ حضرت کے علم کامل کا شہرہ عالم گیر اور خدماتِ دینیہ کا چرچا جا بجا نکیر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی بارگاہِ عالی میں اضلاع ہندوستان، بنگال، پنجاب، گجرات، دکن، گوا، برہما، ارکان، چین، غزنی، افریقہ، امریکا، مکہ شریف، مدینہ منورہ سے بے شمار استفتاء آتے اور ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے۔ آپ کے ذمہ کارِ فتویٰ اس درجہ وافر و کثیر تھا جسے دس مفتی انجام نہ دے سکتے تھے مگر آپ کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے صاحبِ قلم سیال مفتی، نادر روزگار فقیہ، یکملے زمانہ امام بنایا تھا۔ اس لیے تنہا آپ نے اتنی وسیع و عریض خدمتِ دینی اوجہ اللہ تعالیٰ انجام دی۔

فالحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین
والہ الطیبین وصحبہ الطاہرین۔

حضرات ناظرین! ایک طرف تو عرب و عجم کے مشاہیر اہل علم کی تحریری گواہیاں ہیں کہ شیخ احمد رضا بریلوی بے مثل فقیہ اسلام، نادر روزگار عالمِ دین، علوم و فنون کے یکتا امام ہیں لیکن دوسری طرف مدرسہ دیوبند کے محدث، وہابیوں کے شیخ الاسلام جناب حسین احمد ٹانڈوی صاحب کا بیان ہے کہ (مولانا) احمد رضا بریلوی کو کسی عالم نے کبھی صاحبِ علم مانا ہی نہیں۔ ٹانڈوی صاحب کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

• — کبھی کسی عالم نے ان کو اہل علم سے شمار ہی نہ کیا۔ — •

(شہاب ثاقب ص ۱۱۱ مصنفہ حسین احمد ٹانڈوی)

سُبْحَانَ اللَّهِ الْقَهَّارِ مُقَلِّبِ الْقُلُوبِ وَالْأَبْصَارِ افسوس افسوس
کہ ایسا صریح، سفید، ننگا بے پردہ جھوٹ لکھنے والے قلم کو پسینہ نہ آیا، حیا نہ آئی
شرم محسوس نہ ہوئی لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَذِبِیْنَ کا تازیانہ یاد نہ پڑا۔
ٹانڈوی صاحب اپنے دستخط میں اپنے کو ننگ اسلان لکھا کرتے تھے۔

واقعی وہ اپنے کوننگ اسلاف قرار دینے میں بالکل حق بجانب تھے۔
 یہ پوسٹ برکندہ حقیقت ہے کہ دنیا میں وہابی ایک ایسی قوم ہے جس کے
 مذہب میں وہابیت کی حمایت و تائید کی خاطر تھوٹ بولنا، تھوٹ لکھنا صرف
 جائز و خلّال ہی نہیں بلکہ کارِ ثواب عمل صالح اور خدمتِ دین ہے تو چونکہ
 شہاب ثاقب کا مصنف نہ صرف یہ کہ خود وہابی ہے بلکہ وہابیوں کا شیخ الاسلام
 محدث کبیر، پیشوا اور پیر بھی ہے اس لئے دروغ گوئی اور دروغ نویسی میں
 اس نے اپنی پیشوائی کا لوہا منواتے ہوئے شہاب ثاقب میں ایک سوچ پس سے
 زیادہ تھوٹ تحریر کئے ہیں۔ حدیہ کا اپنے عقیدہ کفری کی تائید میں اپنے جی
 سے دو فرضی کتابیں بھی گڑھ لیں۔ پھر ان فرضی کتابوں کو حوالہ میں پیش کرتے
 ہوئے لکھتا ہے کہ۔

۱۔ — دیکھئے جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم خزینۃ الاولیاء
 مطبوعہ کانپور صفحہ ۱۵۱ میں ارقام فرماتے ہیں۔ (شہاب ثاقب ص ۱۲۱)
 ۲۔ مولوی رضا علی خان صاحب ہدایت الاسلام مطبوعہ صبح صادق سینا پور
 صفحہ ۱۱ میں فرماتے ہیں کہ۔ (شہاب ثاقب ص ۱۲۲)
 ہر خاص و عام کو معلوم ہونا چاہئے کہ نہ تو اعلیٰ حضرت کے دادا پیر حضور سیدنا
 سید حمزہ مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خزینۃ الاولیاء نام کی کوئی کتاب تحریر
 فرمائی اور نہ اعلیٰ حضرت کے جد امجد حضرت مولانا رضا علی خان بریلوی رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ نے ہدایت الاسلام نام کی کوئی کتاب تصنیف کی ان دونوں
 محول کتابوں کا دنیا بھر میں کہیں نام و نشان نہیں یہ صرف دیوبندی شیخ الحدیث
 ٹانڈوی صاحب کے اختراعی و مبالغہ کی پیداوار ہے۔ کہ انھوں نے ان دو
 خیالی کتابوں کا نام گڑھا۔ ان کے مصنفین کا نام گڑھا ان کا پرلٹ کا پودہ اور

سے شمار کذب کے لئے ملاحظہ ہو رد شہاب ثاقب ص ۲۵۸ تا ۲۵۹

سیتا پور گڑھا ان مذکور بالا فرضی کتابوں کا صفحہ ۱۵ اور صفحہ ۳۰ گڑھا پھر فرضی ۱۵۔ ۱۵ جعلی صفحہ ۳۰ کی عبارتیں گڑھیں پھر اپنی ان منکر محنت عبارتوں کو حوالہ میں پیش کیا۔ تو اگر جعلی فرضی جھوٹی کاروائیاں وہابی مذہب کے نزدیک ناجائز و حرام ہوئیں تو ان کو وہ شخص کیسے انجام دے سکتا تھا جو وہابی قوم کا شیخ الاسلام مدرسہ دیوبند کا محدث کبر اور دیوبندیوں کا پرپر لقت رہا ہے لیکن چونکہ حقیقت وہی ہے جو میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ وہابیت کی تائید و حمایت کی خاطر جھوٹ بولنا جھوٹ لکھنا عمل صالح اور فرضی حوالے دینا کارِ ثواب نیز جعلی عبارتیں گڑھنا خدمتِ دین ہے اس لئے دیوبندی محدث ٹانڈوی صاحب نے بلا کسی ہچکچاہٹ کے ان اعمالِ صالحہ کو انجام دیا اور اس کے صلے میں علمائے دیوبند و پیشوایان وہابیہ سے شیخ الاسلام کا خطاب پایا۔ حضرت مولانا شاہ محمد امجد علی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی تصنیف روشہاب ناقدِ مبلوہ کراچی پاکستان ص ۷ میں علمائے وہابیہ کے دجل و فریب، بہتان و افتراء، دروغ گوئی و دروغ نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

۔۔۔۔۔ اس فرقہ وہابیہ میں نہ شرم و حیا ہے، نہ ان کے نزدیک جھوٹ بولنا جرم و خطا ہے۔ نہ افتراء و بہتان باندھنا فعلِ حرام ہے نہ دجل و فریب دینا برا کام ہے۔ اور ہو بھی کس طرح کہ جب جھوٹ جیسے عین کو اپنے دموہوم خدا کی صفت ثابت کریں۔ اور اس کے لئے غلط گوئی اور مکر جیسے نقص کو روا رکھیں تو پھر ایسے کاذب بالفعل اور مکار خدا کے پیار یوں کو جیتا جھوٹ بولتے افتراء و بہتان کرتے کیوں خوف و ہراس ہو اور منکر محنت کتابیں اور عبارتیں اپنے دل سے تراشتے ہوئے، صفحہ ۱۵ و ۱۶ گڑھتے ہوئے کس کا لحاظ و پاس ہو؟

۱۔ آپ ہندوؤں کے زرخیز، پاکستان کے مخالف اور کانگریسی جماعت کے اہم مہدی پر آخر عمر تک رہے۔ آپ کو مئی ۱۹۴۷ء کو جے لہ کے ضلع فیض آباد تحصیل ٹانڈہ کے محلے من پورہ میں کچھ عرصہ قیام رہا آپ کی تصنیف چھ سو چالیس گلیوں کا مجموعہ شہاب الثاقب۔

انبیائے عظام سے استعانت کرنا اولیائے کرام سے مدد مانگنا مصیبتوں میں
 یا رسول اللہ، یا علی مشکل کشا یا خوث پکارنا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر
 مجربان الہی کو بے طائے خدا متصرف و کار ساز سمجھنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرات
 انبیاء کے لئے بے طائے خدا علم غیب ثابت کرنا میلاد شریف کی مجلس منعقد کرنا ذکر
 ولادت کے وقت قیام تعظیم کرنا، دفن کے بعد قبر پر اذان دینا، اپنی اولاد
 کا نام عبد اللہ، عبدالرسول، غلام معین الدین، حسین بخش، امام بخش رکھنا، حضور
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے کو چومنا وغیرہ کثیر مسائل کو وہابیہ
 دیوبندیہ نے محض اپنے گمراہ ذہن کے زور سے شرک، کفر اور بدعت قرار
 دے رکھا تھا اور اپنی وہاندگی کے بل پر امور مذکورہ کے ماننے والے
 مسلمانوں کو کافر و شرک بنا رکھا تھا سنی حنفی چشتی بن کر مسلمانوں میں خوب
 گمراہی و بدعت پھیلا رکھا تھا اعلیٰ حضرت نے قرآن و حدیث کے دلائل قاہرہ
 اور ائمہ دین کے اقوال باہرہ سے امور مذکورہ بالا کا جائز و صحیح ہونا ثابت
 فرمایا۔ وہابیوں کے من گڑبست فتاویٰ کفر و شرک کو باطل قرار دیا اور ان کی
 بناوٹی سنیت، مصنوعی حنفیت، خود ساختہ چشتیت کی نقاب نوچ کر پھینک
 دی اور چمکتے سورج کی طرح واضح کر دیا کہ وہابی دیوبندی ہرگز خادم دین
 نہیں بلکہ ہادم دین ہیں۔

وہابی دیوبندیوں کے ہتھکنڈوں سے بچنے اور ان کے
 دجل و فریب سے آگاہ ہونے نیز ان کی بددینی گمراہی پر مطلع ہونے اور اپنے
 عقائد وینہ و مسائل شرعیہ سے واقف ہونے کے لئے اعلیٰ حضرت کی مندرجہ ذیل
 کتابوں کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔

فتاویٰ افریقہ، احکام شریعت، الدولۃ المکیہ، نفی النفی، خالص الاعتقاد
 انبیا المصطفیٰ، النکوبۃ الشہابیہ، اقامۃ الیقیم، منبر العین، نبج السلام،
 ابرالمقال، سبل الاصفیاء، تمہید ایمان صفا للبحین، اہلک الوہابین اتیان الادواح

افضل النور، صلات الصفا، الامن والعلی، ازالت العار، النضی الاکید، بریق
 المنار بشموغ الزار، الاستمداد علی اخیال الارتداد، عجب العقاب علی
 الناطق الکذاب، نشاط السکین، القلوب بید المحبوب، تجلی الیقین، نسم الصبار
 لبحر الغایت، اسماع الاربعین، مجوه فتاوی حسام الحرثین، فتاوی الحرمین،
 الانتباه فی حل ندایار سول الشہ، انہار الانوار فی یم صلوة الاسرار، سجن السبوح
 منبہ المنیہ ہادی الناس، الیا قوتہ الواسط، الزمرۃ القمریہ، برکات الامداد،
 بذل الجوائز۔

جو شخص تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، ایضاً الحی، ایک روزی کی
 گمراہ کن عبارات کا خصوصی رد و ابطال دیکھنا چاہے وہ الانتباہ، الامن
 والعلی، الکوکبۃ الشہایہ، سجن السبوح کا مطالعہ ضرور کرے۔



فرضیت تکفیر کا مسئلہ

کسی کلمہ گو آدمی کو کافر کہنے کے بارے میں اعلیٰ حضرت سخت احتیاط فرماتے تھے اسی کمال احتیاط کے باعث مولوی اسماعیل دہلوی کے ستر کفریات لزومی شمار فرما کر بھی ان کی تکفیر سے کف بلسان فرمایا۔ شدت احتیاط کا یہ عالم تھا کہ مبعث البیوع جو ۱۳۰ھ کی تعریف ہے اس میں مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ پیشوائے دہابہ کے عقیدہ باطل امکان کذب کا رد و ابطال فرماتے ہوئے ان پر اہتر وجہ سے لزوم کفر ثابت کرنے کے باوجود ان کے کافر و مرتد ہونے کا آپ نے فتویٰ نہیں دیا بلکہ صرف بد مذہب اور گمراہ قرار دینے پر اکتفا فرمایا چنانچہ آپ مبعث البیوع ص ۵۷ میں لکھتے ہیں۔

عہ اعلیٰ حضرت نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر کلامی سے جو کف لسان فرمایا ہے اس پر علمائے دہابہ کفر لزومی و کفر التزامی، کفر مرتجیع بمعنی متعین و کفر مرتجیع بمعنی متبیین کے مابین ادویوں ہی مذہب عامہ فقہاء و مسلک متحققین فقہاء و متکلمین کے درمیان فرق و امتیاز سمجھ نہ سکنے کے باعث طرح طرح کے جاہلانہ اعتراضات کرتے ہیں۔ اگلو کتبہ الشہابیہ جس کی بحثیں فقہی مسلک پر ہیں اور تہمید ایمان جس کے مباحث کلامی انداز پر ہیں ان دونوں کتابوں کی عبارات میں تناقض پیدا کر کے عوام کو یوں مغالطہ دیتے ہیں کہ مولانا احمد رضا نے مولوی اسماعیل دہلوی کو اقوال کفریہ کا قائل مانتے ہوئے بھی ان کی تکفیر سے کف بلسان کیا اور ان کو مسلمان لکھا جس کا معنی یہ ہے کہ ایک کافر کو مسلمان لکھ کر مولانا احمد رضا خود اپنے فتویٰ سے کافر ہو گئے۔

خالص علمی مسائل میں بھینس جیسا دماغ رکھنے والے اور عیاری و مکاری میں لومڑی جیسی چال چلنے والے علمائے دہابہ کف بلسان کے سلسلہ میں جس قدر پر فریب

کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت و ضلالت یعنی ان کے بد مذہب و گمراہ ہونے میں شک نہیں۔

لیکن جب اس کے بعد پیشوا یان و ہابیہ مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد بٹھئی، مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی اشرف علی تھانوی کی جانب سے ضروریات دین کا انکار اور بارگاہِ احادیث و سرکار رسالت میں صریح متغیبات، التزائی گالیوں کا اظہار انھیں کی مطبوعہ کتابوں اور تحریروں کے ذریعہ شائع ہوا تو اب احتیاط کا تقاضا یہی تھا کہ ان منکرین ضروریات دین کو کافر و مرتد کہا جائے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت نے اپنی کتاب البعث المسند میں پیشوا یان و ہابیہ کی عبارات کفریہ قطعیہ التزانیہ پر تفصیلی بحث تحریر کی اور اپنا نیز عوام مسلمین کا ایمان بچانے کے لئے حکم شریعت اسلامیہ مولوی رشید، مولوی خلیل احمد مولوی قاسم اور مولوی اشرف علی کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا جو ۱۳۲۱ھ میں پٹنہ سے چھپ کر شائع ہوا۔

کئی وجوہ و اسباب کی بنیاد پر تکفیر فرض قطعی ہوتی ہے، اس سلسلہ میں خود پیشوائے و ہابیہ مولوی مرتضیٰ حسن درکھنگوی صاحب ناظم تعلیمات مدرسہ دیوبند نے اپنی کتاب اشد العذاب میں نہایت بسط و تفصیل سے گفتگو کی ہے ہم ذیل میں و ہابیوں پر اتمامِ حجت کے لئے مولوی درکھنگی صاحب کی تصنیف اشد العذاب سے چار عبارتیں نقل کرتے ہیں جن کا مسئلہ تکفیر کی فرضیت سے بڑا گہرا تعلق ہے۔

(۱) جب ایک شخص نے قطعاً یقیناً ایک ضروری دین کا انکار کیا اور وہ انکار محقق ہو گیا تو اب اس کو کافر نہ کہنا خود بے احتیاطی سے کافر و مرتد ہونا ہے

۔ دَامَشْدُ الْعَذَابِ ص ۱۰

(۲) جیسے کسی مسلمان کو اقرار توحید و رسالت وغیرہ عقائد اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے اسلام کو کفر بنایا اسی طرح کسی کافر کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔ کیونکہ اس نے کفر کو اسلام بنایا حالانکہ کفر کفر ہے اور اسلام اسلام ہے اس مسئلہ کو مسلمان خوب اچھی طرح سمجھ لیں۔ اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں حالانکہ احتیاط یہی ہے کہ جو منکر ضروری دین ہو اسے کافر کہا جائے کیا منافقین توحید و رسالت کا اقرار نہ کرتے تھے پانچوں وقت قبلہ کی طرف نماز نہ پڑھتے تھے مُسْلِمٌ کَذَابٌ وغیرہ بیان نبوت اہل قبلہ نہ تھے (کیا) انھیں بھی مسلمان کہو گے؟ اہل قبلہ کے یہی معنی ہیں کہ تمام ضروریات دین کو تسلیم کرتا ہو ورنہ پھر دیانند سرتی اور شرودھانند جی اور گاندھی جی نے کیا قصور کیا ہے۔ دَامَشْدُ الْعَذَابِ ص ۱۰

(۳) جو نماز اور روزہ بھی ادا کرتا ہے اور تبلیغ اسلام میں ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ تمام یورپ کی خاک بھی چھانتا ہو بلکہ فرض کرو کہ اس کی سچی اور کوشش سے تمام یورپ کو اللہ تعالیٰ حقیقی ایمان و اسلام بھی عنایت فرمادے مگر اس دعویٰ اسلام و ایمان اور سعی تبلیغ اور کوشش وسیع کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو کالیاں دیتا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیا بمعنی آخر الانبیاء نہ جانتا ہو اللہ تعالیٰ کو مفاذ اللہ جھوٹا جانتا ہو..... یا اور ضروریات دین کا انکار کرے وہ قطعاً یقیناً تمام مسلمانوں کے نزدیک مرتد ہے کافر ہے اس کی مثال ایسی ہے جس کو کسی دیوانے نے کٹ لیا ہو اور اس کا زہرا سن کے رگ وریشہ میں سرایت کر چکا ہو اور ہر ک اکٹھ چکی ہو وہ تمام دنیا کو چاہے سیراب کر دے تمام ہندوستان کے دریا اور بہریں اس کے پانی سے بہتی ہوں مگر اس بد نصیب

کو ایک قطرہ پانی کا نصیب نہیں ہو سکتا وہ دنیا کو سیراب کرے مگر خود تشنگام
ہی دنیا سے رخصت ہوگا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَیْسُدُّ الدِّیْنَ بِالْوَجَلِ
الْفَاجِرِ دین کے کام کرنے سے مغرور نہ ہونا چاہیے۔ قابلِ لحاظ یہ ہے
کہ وہ خود بھی مسلمان ہے یا نہیں؟ — (اشد العذاب ص ۵)
(۲) انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کرنی اور توہین نہ کرنا ضروریات

دین سے ہے۔ — اشد العذاب ص ۹
دیوبندیوں کے پیشوا مولوی مرتضیٰ حسن صاحب درہنگی کی مذکور بالا
عبارتوں سے مندرجہ ذیل باتیں کھلے طور پر ثابت ہوئیں۔

(۱) — حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام
علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم ضروریات دین میں سے ہے لہذا جس جاہل،
عالم، مفتی، محدث، قاسم العلوم، حکیم الامت، واعظ، مبلغ نے حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی اور توہین کی وہ ضروری
دین کا منکر ہو کر کافر و مرتد ہے۔

(۲) اہل قبلہ سے مراد صرف وہی لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین کو تسلیم کرتے
ہوں۔ لہذا جو شخص کسی ایک ضروری دین کا منکر ہو جائے وہ پانچوں وقت کعبہ
کی طرف نماز پڑھنے کے باوجود شرعی معیار کے مطابق اہل قبلہ سے نہیں بلکہ
کافر و مرتد ہے۔

(۳) — جو شخص صرف ایک ضروری دین کا منکر ہو تو احتیاط اسی بات
میں ہے کہ اس کو کافر و مرتد کہا جائے۔

(۴) — جس شخص کے متعلق واقعی طور پر ثابت ہو گیا کہ وہ کسی ضروری
دین کا منکر ہے تو اب اس کو کافر کہنا بے احتیاطی سے خود کافر و مرتد ہونا ہے۔

(۵) — جو عالم قاسم العلوم و انجرات ہو اور حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کو خاتم النبیین بھی جانتا ہو لیکن حضور کو آخری نبی نہ مانتا ہو وہ تمام

مسلمانوں کے نزدیک کافر و مرتد ہے۔

(۶) جس عالم کی تبلیغ و ہدایت کی بدولت اللہ تعالیٰ ہندوستان والوں کو حقیقی ایمان و اسلام عطا فرما دے وہ بھی تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر و مرتد ہے جب کہ کسی ضروری دین کا منکر ہو۔

(۷) ————— جو شخص خواہ بڑے سے بڑا محدث اور مفتی کیوں نہ ہو اگر وہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹ بولنے والا جانتا ہے تو وہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر و مرتد ہے۔

(۸) ————— جو عالم قرآن و حدیث پھیلا کر پورے ہندوستان والوں کو علوم دینیہ سے آراستہ و مزین کر چکا ہو اگر وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں توہین و گستاخی کرنے کا مرتکب رہا تو وہ خود دنیا سے بے دین ہی ہو کر جائے گا۔

(۹) ————— ضروری دین کا منکر اگر ہندوستان کے گوشے گوشے میں اسلام کی تبلیغ کرے قرآن و حدیث کی اشاعت کرے تعلیمات اسلامیہ کو پھیلائے تو یہ سب باتیں اس کو کافر و مرتد ہونے سے ہرگز نہیں بچا سکتیں اگر وہ بلا تو بہ مرگیا تو دنیا سے بیدین ہو کر رخصت ہوگا۔

اب آئیے اور پیشوا یاں و صاحبہ کی عبارتوں کو پڑھئے
ماور خود ہی فیصلہ کیجئے کہ ان عبارتوں کے نکلنے والے مولوی حضرات
ضروریات دین کے منکر ہیں یا نہیں؟ اور ان کو کافر و مرتد کہنا
فرض ہے یا نہیں؟



دیوبندیت کے بانی اول ختم نبوت سے انکار کا

○ — مولوی قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اپنی کتاب تحذیر الناس میں خاتم الانبیاء بمعنی آخر الانبیاء کا صریح کھلم کھلا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
۔ — بعد حمد و صلوة کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوامہذا سمجھ لوگوں کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ انبیاء کے سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری ہیں مگر اہل فہم و سمجھ دار لوگوں پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔
(تحذیر الناس ص ۲)

مولوی قاسم صاحب نانوتوی کی اس عبارت کا صاف و صریح واضح مطلب یہی ہے کہ خاتم النبیین کا یہ معنی سمجھنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پہلے نبی ہیں یہ تو نا سمجھ لوگوں کا خیال ہے سمجھ دار لوگوں کے نزدیک یہ معنی غلط ہیں کیونکہ زمانے کے لحاظ سے سب سے پہلے یا سب سے پیچھے ہونا اپنی

عہ وسلم لکھنا حرام ہے ہم مسلمان اس کے بجائے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھتے ہیں ۱۲

marfat.com

Marfat.com

ذات کے اندر کوئی خوبی اور فضیلت کی بات نہیں۔

ساڑھے تیرہ سو برس سے بھی زیادہ پیشتر سے اب تک تمام اگلے پچھلے اولیاء و علماء و عوام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ آیت کریمہ میں خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں یہی معنی تمام ائمہ اسلام صوفیاء و عظام، متکلمین و فحام، فقہاء و اعلام، مفسرین و عالی مقام نے بتائے ہیں معنی صحابہ کرام نے تابعین کو سمجھائے بلکہ یہی معنی خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیکڑوں حدیثوں میں ارشاد فرمائے۔ علامہ ابن نجیم الاشباہ و النظائر میں تحریر کرتے ہیں۔

اذا لم يعرف ان محمداً صلى الله تعالى عليه وسلم اخر الانبياء
فليس بمسلم لانه من الضروريات

یعنی کوئی شخص جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ جانے تو وہ مسلمان نہیں۔ کیونکہ حضور کو آخری ہی ماننا ضروریات دین میں سے ہے۔ (الاشباہ والنظائر مع عموی ص ۲۶)
خود مفتی دیوبند مولوی محمد شفیع دیوبندی اپنے رسالہ "ہدیۃ المہدیین" میں لکھتے ہیں کہ۔
ان اللغة العربیة، حاکمة، بان معنی خاتم النبیین فی الایۃ
ہو آخر لا غیر۔

بے شک عربی زبان کا اٹل فیصلہ ہے کہ آیت کریمہ کے اندر خاتم النبیین کا معنی ضرور
آخر الانبیاء ہے دوسرا کوئی معنی نہیں
یہی مفتی دیوبند دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ اجمعت علیہا الامۃ فیکفر
مدعی خلافہ، ویقتل ان اصر

امت محمدیہ کا خاتم الانبیاء کے اس معنی پر اجماع و اتفاق ہے لہذا خاتم الانبیاء کا دوسرا
معنی گڑھنے والا کا قرقر پائے گا اور اپنے گڑھے ہوئے معنی پر اصرار کرے وہ قتل کیا جائے گا۔

ہدیۃ المہدیین کے حوالے پر www.marfat.com پر منقول ہیں۔

والجاء مذکور بالانے آفتاب کی طرح روشن کر دیا کہ خاتم النبیین کا معنی صرف آخر الانبیاء ہے یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ تعاد وسلم کا زمانہ انبیاء کے سابق کے زمانے کے بعد ہے اور حضور سب میں آخری نبی ہیں۔ اور یہ معنی ضروریات دین میں سے ہے۔ نیز جو شخص اس معنی کے علاوہ کوئی دوسرا نیا معنی بتائے وہ کافر و مرتد ہے۔ مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے اس اجماعی اتفافی دینی معنی کا انکار کرتے ہوئے قرآن مجید، حدیث شریف اور لغت عربی کے خلاف خاتم النبیین کا ایک نیا معنی خاتم ذاتی گڑھا ہے اور تحذیر الناس میں سارا زور اسی نئے معنی کو ثابت کرنے کے لئے خرچ کیا چنانچہ ایک مقام پر وہ لکھتے ہیں کہ۔

۔۔۔۔۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔۔۔۔۔ (تحذیر الناس ص ۲۸)

تحذیر الناس کی اس عبارت نے صاف فیصلہ ہی کر دیا کہ اگر مولوی قاسم کے نزدیک خاتمیت محمدی کا یہ معنی ہوتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں حضور کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا تو کس طرح وہ جائز مانتے کہ حضور کے بعد نیا نبی پیدا ہونے سے خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ ظاہر بات ہے کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ حضور کے بعد بھی دوسرا نبی پیدا ہو سکتا ہے تو پھر حضور آخر الانبیاء کیسے قرار پائیں گے حضور کے بعد بھی نئے نبی کے پیدا ہونے کو فرض کرنا کھلے طور پر بتا رہا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی کے نزدیک خاتمیت محمدی کا معنی ختم زمانی نہیں بلکہ ختم ذاتی ہے۔ لہذا ان حقائق سے ثابت ہو گیا کہ مولوی قاسم صاحب خاتم الانبیاء بمعنی آخر الانبیاء کا انکار کر کے ایک ضروری دین کے منکر ہوئے۔ اور بحکم شریعت اسلامیہ و بشہادت مولوی مرتضیٰ حسن دہلوی اور بہ فتویٰ مولوی شفیع دیوبندی کافر و مرتد ہوئے۔ مولوی قاسم کا عالم و محدث ہونا قاسم العلوم والخرات کہلانا، مدرسہ دیوبند کا بانی ہونا تبلیغ اسلام میں کوشش کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت شریف میں لمبے چوڑے قصائد لکھنا

ان کو کافر و مرتد ہونے سے ہرگز ہرگز بچا نہیں سکتا۔

دیوبندیوں کے صدر المدرسین جناب حسین احمد ٹانڈوی تحذیر الناس کی
الٹھی زلفیں سنوارنے اور منکر ضروری دین مولوی قاسم کو مسلمان ظاہر کرنے کے
لئے یوں تحریر کرتے ہیں کہ۔

۔۔۔ حضرت مولانا (قاسم نانوتوی) صاحب صاف طور پر تحریر فرما
رہے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخر النبیین ہونے کا
منکر ہوا اور یہ کہے کہ آپ کا زمانہ سب انبیاء کے زمانے کے بعد نہیں بلکہ آپ
کے بعد اور کوئی نبی آ سکتا ہے تو وہ کافر ہے۔۔۔ (شہاب ثاقب ص ۸۹)
ٹانڈوی شیخ دیوبند نے عبارت مذکورہ لکھ کر عام قارئین کو یہ تاثر دینا
چاہا ہے کہ جب ہمارے مولانا نانوتوی صاحب اہل حق کی موافقت کرتے
ہوئے خود ہی فتویٰ دے رہے ہیں کہ عقیدہ ختم نبوت زمانی کا منکر کافر ہے
تو پھر مولانا نانوتوی کو اس عقیدہ دینہ کا منکر قرار دینا کیونکر درست ہوگا
یہ فتویٰ تو اس امر پر شاہد عدل ہے کہ مولانا نانوتوی صاحب عقیدہ
ختم نبوت زمانی کا صاف اقرار کرتے ہیں تو پھر ایسی صورت میں مولانا قاسم نانوتوی
صاحب کو منکر ختم نبوت قرار دیکر ان پر کفر و ارتداد کا فتویٰ دینا بالکل غلط
ہے۔ لیکن ملائے ٹانڈوی صاحب کو جوش حمایت میں یہ ہوش نہ رہ گیا کہ
جس عبارت کو انھوں نے اپنے پیشوا نانوتوی کی صفائی میں پیش کی ہے اس
نے ملا قاسم نانوتوی کی مٹی اور پلید کردی تفصیل ہم سے سنیئے قرآن حکیم میں
اللہ رب العزۃ جل شاد ارشاد فرماتا ہے اِذَا جَاءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ
اِنَّكَ لَرَسُوْلٌ اَللّٰهُمَّ اَعْلَمُ اَنَّكَ لَرَسُوْلُكَ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اَنَّ
الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (پارہ ۲۹ سورہ منافقون)

یعنی (اے پیارے مصطفیٰ جب منافقین تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے
ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک لقیۃ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے

کہ واقعی تم اس کے رسول ہو۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین ضرور جھوٹے ہیں صاف صاف و اشکاف لفظوں میں اقرار رسالت کے باوجود منافقین کو قرآن پاک نے قطعی جھوٹا قرار دیا اور ان کے کاذب ہونے کا اعلان کیا۔ قابل غور امر یہ ہے کہ سچا، کھرا، حق کلمہ بولنے والے منافقین کو دروغ گو، کاذب، جھوٹا ٹھہرایا گیا۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ منافقین منکر رسالت تھے سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کو مانتے نہ تھے دھوکا دینے کے لئے عقیدہ رسالت کا صرف زبانی اقرار کرتے تھے تو جس طرح عقیدہ رسالت کے اقرار میں منافقین قطعی کاذب تھے۔ یوں ہی منکرین ختم نبوت کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی صاحب عقیدہ ختم نبوت زبانی کے اقرار میں ضرور جھوٹے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ ملا نانوتوی صاحب عقیدہ ختم نبوت زبانی کے منکر ہیں سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء نہیں مانتے اور رہا نانوتوی صاحب کا بحوالہ شہاب ثاقب یہ فتویٰ کہ۔

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخر النبیین ہونے کا منکر ہو وہ کافر ہے۔

تو فتویٰ یقیناً حق ہے لیکن فتویٰ دینے والے ملا نانوتوی صاحب قطعاً جھوٹے ہیں اس لئے کہ اگر نانوتوی صاحب کا یہ اعتقاد ہوتا کہ سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں سرکار کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہو سکتا تو وہ تحذیر الناس کتاب کیوں تصنیف کرتے؟ خاتم النبیین کا نیا معنی کیوں گڑھتے تحذیر الناس صفحہ ۲ میں عقیدہ دینہ ضروریہ ختم نبوت زبانی کو عوام جاہلوں کا خیال کیوں قرار دیتے؟ تحذیر الناس صفحہ ۱ میں حضور اقدس تاجدار ختم نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نیا نبی پیدا ہونے کو جائز کیوں مانتے؟ ان سب امور سے کانٹے کی تول ثابت ہوگا کہ ملا نانوتوی صاحب نے اہل حق کی موافقت کر کے خود اپنی ذات پر کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا ہے۔

لہذا نانوتوی صاحب کو کافر و مرتد ثابت کرنے کے سلسلے میں ہمیں کسی دوسری دلیل اور حوالہ پیش کرنے کی ضرورت نہ رہ گئی شہادتِ ناقب ص ۵۹ کی عبارت کا صرف حوالہ دے دیدینا۔

یہ اطمینان حاصل کرنے کے لئے کہ لانا نانوتوی صاحب نے عقیدہ ختم نبوت زامانی کا انکار کرنے اور خاتم النبیین کا نیا معنی گڑھنے کی خاطر کتاب تحذیر الناس تصنیف کی ہے تاہم یہ حضرات ذیل کا حوالہ ملاحظہ کریں۔
دیوبندیوں کے حکیم الامت پشواہے و ہابیت مولوی اشرف علی صاحب فرماتے ہیں کہ۔

۔۔۔۔۔ جن وقت مولانا قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی بجز مولانا عبدالحی کے۔۔۔۔۔ الافاضات ایومیہ حصہ چہارم ص ۵۸ زیر ملاحظہ ۹۲۷
تھانوی صاحب کی صاف صاف بے پیر بھار گواہی نے ثابت کر دیا کہ مولوی نانوتوی صاحب نے اپنی تصنیف تحذیر الناس میں عقیدہ و بیہ ختم نبوت زامانی کا ایسا کھلا انکار کیا تھا جس کے باعث ان کے زمانے کے علمائے دیوبند بھی ان کے صریح کفر کی موافقت نہ کر سکے۔ لیکن بعد میں شخصیت پرستی کے جذبہ باطل نے مولوی حسین احمد ٹانڈوی منظور احمد بھلی، رفیع الحسن درہنگی اور خود مولوی اشرف علی تھانوی نیز بقیہ سارے علمائے دیوبند کو تحذیر الناس کی موافقت پر مجبور کر دیا ہے۔



دیوبندیت کے بانی دوم

اور وقوع کذب کا عقیدہ باطل

• — مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال ہوا کہ ایک شخص وقوع کذب باری کا قائل ہے یعنی معاذ اللہ وہ کہتا ہے کہ خدا نے تعالیٰ جھوٹ بولا تو ایسا شخص مسلمان ہے یا کافر اور مسلمان ہے تو بد مذہب گمراہ یا وقوع کذب باری تعالیٰ تسلیم کرنے کے باوجود سنی ہے بینوا تو جبر و ا — مولوی رشید احمد نے جواب دیتے ہوئے فتویٰ دیا کہ۔

• — اگرچہ اس شخص نے تاویل آیات میں خطا کی مگر تاہم اس کو کافر کہنا یا بدعتی ضال و بد مذہب گمراہ کہنا نہیں چاہیے کیونکہ وقوع خلف وعید کو جاعت کثیرہ علمائے سلف کی قبول کرتی ہے۔ خلف وعید خاص ہے اور کذب عام ہے۔ کیونکہ کذب بولتے ہیں قول خلاف واقع کو سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے گاہ وعدہ گاہ خبر اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا وجود جنس کو مستلزم ہے انسان اگر ہو گا تو حیوان بالضرور موجود ہو وے گا لہذا وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے اگرچہ بعض کسی فرد کے ہو پس بناء علیہ اس شخص کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہئے۔ — (ماخوذ از فتویٰ مہری دستخطی گنگوہی بوالہ رد شہاب ثاقب ص ۸۶)

اس فتویٰ کا صاف صریح مطلب یہی ہے کہ جو شخص کہے کہ خدا جھوٹ بولا خدا جھوٹا ہے (معاذ اللہ) وہ مولوی رشید احمد کے نزدیک سنی مسلمان ہے اس کو کوئی سخت بات نہ کہنی چاہئے پھر مولوی رشید احمد صاحب نے اپنی ایک دلیل باطل سے ان بھی لیا کہ وقوع کذب باری تعالیٰ کے معنی درست ہو گئے یعنی یہ بات ٹھیک ہو گئی کہ خدا جھوٹا ہے — (معاذ اللہ تعالیٰ)۔

اللہ تعالیٰ کو وجوبی طور پر سچا اور صادق ماننا ضروریات دین میں سے ہے۔ لہذا مولوی رشید احمد اس ضروری دین کے منکر ہو کر بحکم شریعت اسلامیہ کافر و مرتد ہوئے مولوی رشید احمد صاحب کا مفتی و محدث ہونا ان کا مخدوم اکل اور مطاع العالم بننا اسلام کی اشاعت کے لئے کتابیں لکھنا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کا خلیفہ کہلانا ان کو کافر و مرتد ہونے سے ہرگز بری نہیں کر سکتا واضح ہو کہ مولوی گنگوہی صاحب کا یہ فتویٰ جب ماہ ربیع الآخر ۱۲۸۷ھ مطابق سنہ ۱۸۹۰ء میں میرٹھ سے چھپ کر شائع ہوا تو ملک میں اس کے خلاف بڑی ہچل مچل اٹھی اس پر ہر طرف سے اعتراضات شروع ہوئے مولانا ندیر احمد خاں صاحب رامپوری ثم احمد آبادی نے وقوع کذب باری تعالیٰ ماننے کے سبب مولوی رشید احمد پر کفر کا فتویٰ دیا جو ۱۲۰۹ھ میں مطبع خیر المطالع میرٹھ سے چھپ کر شائع ہوا۔ مولوی رشید احمد کے اس ایمان سوز فتویٰ کے رد میں ایک رسالہ "صیانتہ الناس" مطبع حدیقہ العلوم میرٹھ سے چھپ کر شائع ہوا۔ پھر ان کا یہی فتویٰ مع رد بلوغ ۱۲۱۸ھ میں مطبع گلزار حسنی بمبئی سے چھپ کر شائع ہوا۔ پھر یہی فتویٰ مع رد قاہرہ ۱۲۲۰ھ میں مطبع تحفہ خفیفہ پٹنہ سے چھپ کر شائع ہوا۔ مسلسل پندرہ برس تک مولوی گنگوہی صاحب اپنے کافر و مرتد ہونے کا اعلان خاموشی کے ساتھ سنتے رہے اور پھر ۱۲۲۳ھ میں مر بھی گئے۔ ان کی زندگی میں ان کے مریدین، معتقدین تلامذہ اور خلفاء بھی چپ چاپ گونگے بہرے بنے رہے۔ بس گنگوہی صاحب کا مرنا تھا کہ مرید شاگرد خلیفہ سب کے منہ میں زبان پیدا ہو گئی۔ اور سب صاحب قلم ہو گئے اور کہہ دیا کہ یہ فتویٰ ہمارے حضرت گنگوہی کا لکھا ہوا نہیں ہے۔ لیکن پھوٹے بڑے

عہد شہاب ثاقب مصنفہ حضرت مولانا شاہ محمد علی علیہ الرحمہ ص ۲۹۲ عہد مہیا
اعلیٰ حضرت عہد شہاب ثاقب مصنفہ حضرت مولانا شاہ محمد علی علیہ الرحمہ ص ۲۹۲۔

ہر وہابی کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس فتویٰ سے انکار کا حق صرف مولوی گنگوہی کو تھا جب انہوں نے انکار نہیں کیا اور ان کی زندگی میں ان کے معتقدوں نے بھی انکار نہیں کیا تو کیا گنگوہی صاحب کے مر جانے کے بعد ٹانڈوی سنی بھلی اور ڈرنگی وغیرہ کسی وہابی کو اب نہ تو انکار کا حق ہے اور نہ انکار صحیح مانا جائے گا۔

مولوی رشید احمد و مولوی خلیل احمد

کی بارگاہ رسالت کے خلاف شدید ترین گستاخی

ہ — مولوی رشید احمد گنگوہی اور ان کے شاگرد مولوی خلیل احمد براہین قاطعہ ص ۵ میں شیطان اور ملک الموت کے مقابلے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی وسعت کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔
الماصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص قرآن و حدیث، سے ثابت ہوئی فخر عالم (علیہ السلام)

عہ یہ زبان دانی اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اردو زبان سکھانے کا حوصلہ؟ نعوذ باللہ تعالیٰ منہ۔ اگر قیاس فاسدہ کی ترکیب درست ہے تو مولوی فاضل کی ترکیب بھی فضلائے دیوبند کے نزدیک درست ہونی چاہیے ۱۲

کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

براہین قاطعہ کی اس کفری عبارت کا کھلا ہو اور واضح مطلب صرف یہی ہے کہ شیطان کے لئے اور فرشتہ موت کے لئے علم کا زیادہ ہونا قرآن و حدیث کے کھلے ہوئے ارشادوں سے ثابت ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کا زیادہ ہونا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں جو شخص فرشتہ موت کیلئے اور شیطان لعین کیلئے وسیع اور زائد علم مانے وہ تو مومن مسلمان ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو وسیع اور زائد ماننے والا مشرک بے ایمان ہے۔ مولوی رشید احمد اور خلیل احمد نے اپنے ان الفاظ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو ملک الموت اور شیطان کے علم سے بھی کم بتا کر حضور کی سخت شدید گستاخی و توہین کی ہے۔

مُبلغ و ہابیت مولوی اشرف علی تھانوی کی بارگاہِ نبوت میں سخت ترین گالی

۵۔۔۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کل علم غیب کا انکار کرتے ہوئے صرف بعض علم غیب کو حضور کے لئے ثابت کیا اور اس کے ساتھ لکھ دیا کہ۔

۶۔۔۔ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ)، و محنون (پاگل)، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے (حفظ الایمان)

تھانوی صاحب کی اس کفری عبارت کا مرید معنی یہی ہے کہ جو بعض

علم غیب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے اس میں حضور کی کچھ خصوصیت نہیں ایسا علم غیب تو کلو، بدھو، تھو کو بلکہ ہر ایک بچے ہر ایک پاگل کو بلکہ ہر ایک جانور ہر ایک چوپائے کو بھی حاصل ہے مولوی مہتانوی نے حضور کے مقدس علم غیب کو ہر خاص و عام شخص ہر ایک بچے اور پاگل ہر ایک جانور اور چوپائے کے علم غیب سے مشابہت دیکر حضور کی شان میں کھلی ہوئی گالی دی ہے۔

اب جب کہ پیشوایان و ہابیہ مولوی گنگوہی، نانوتوی، شبلیہی اور تھانوی کی مستند تحریروں سے ثابت و محقق ہو گیا کہ واقعی ان حضرات نے ضروریات دین کا انکار کیا عقیدہ دینیہ ضروریہ مسئلہ ختم نبوت کو جھٹلایا اللہ تعالیٰ سبحانہ قدوس کے حق میں جھوٹ جیسے گندہ عیب کو ثابت کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں شدید اور سخت گالی کا استعمال کیا تو ایسی حالت میں ان مولویوں کو کافر و مرتد کہنا بے احتیاطی سے خود کافر و مرتد ہونا تھا جیسا کہ فاضل دیوبند نمائندہ و ہابیہ مولوی مرتضیٰ حسن نے تحریر کیا ہے کہ ۔

۔ جب ایک شخص نے قطعاً یقیناً ایک ضروری دین کا انکار کیا اور وہ انکار محقق ہو گیا تو اب اس کو کافر نہ کہنا خود بے احتیاطی سے کافر و مرتد ہونا ہے۔ (اشد العذاب ص ۶)

۱۔ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کرنی اور توہین نہ کرنا ضروریات دین سے ہے۔

اس لئے احتیاط ہی کے پیش نظر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے المعتمد المستند
جولہ ۱۳۲۱ء میں مطبع تحفہ حنفیہ پٹنہ سے شائع ہوئی اس میں فتوے شرعیہ صا در
فرمایا کہ مولوی تھانوی، مولوی گنگوہی، مولوی نانوتوی اور مولوی ابی بھٹی
نبی عبار توں میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی تکذیب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی توہین اور عقیدہ دینیہ ضروریہ ختم نبوت کا انکار کرنے کے سبب حکم شریعت
سلا میہ قطعاً یقیناً کافر و مرتد ہیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت تحذیر الناس، فتویٰ دستخطی

مہری گنگوہی، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی عبارات کفریہ التزامیہ پر اسلامی نقطہ نظر سے بحث مکمل کر لینے کے بعد لکھتے ہیں کہ

۔۔۔ هؤلاء الطوائف كلهم كفار صرحتون خارجون

عن الاسلام باجماع المسلمين وقد قال في البرازية والدار والفرار والفتاوى الخيرية وجمع الا نهر والدار المختار وغيرها من معتملات الاسفار في مثل هؤلاء الكفار من شك في كفره وعذابه فقد كفر۔

یعنی یہ طائفے مولوی نانوتوی، مولوی گنگوہی، ابیسی، تھانوی اور

ان کے ہم عقیدہ چیلے، سب کے سب کافر و مرتد ہیں باتفاق امت اسلام سے

خارج ہیں اور بے شک برازیہ، دار، نذر، فتاویٰ خیریہ، مجمع الاضرار اور

در مختار وغیرہ معتبر کتابوں میں ایسے کافروں کے حق میں فرمایا کہ جو شخص ان

کے کفری عقائد سے آگاہ ہو کر ان کے کافر ہونے اور عذاب پانے میں شک

کرے تو وہ بھی کافر ہے۔۔۔۔۔ (صمام الحرمین ص ۱۰۸ المعتمد المستند ص ۲۵)

حسام الحرمین



ایلیحضرت نے المعتمد المستند کی وہ ساری بحثیں جو پیشوایان و ہادی اور مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارتوں کے بارے میں تھیں اور اپنا فیصلہ شرعیہ ان سب کو رسالہ مبارکہ حسام الحرمین میں لکھ کر مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے اکابر علمائے اسلام کے سامنے جب تصدیق کے لئے پیش کیا تو ان حضرات نے متفق علیہ اجماعی فتاویٰ صادر فرمائے کہ ایسی گندہ کفری عبارتیں لکھنے کے سبب مرزا غلام احمد قادیانی اور خلیفہ احمد، مولوی خلیل احمد اور

مولوی اشرف علی بحکم شریعت اسلامیہ بلاشک و شبہ کافر و مرتد بیدین ہیں پھر ان علمائے اسلام نے اعلیٰ حضرت کے فتوائے مقدسہ کی تصدیق و توثیق ہی پر بس نہ کیا بلکہ ساتھ ہی ساتھ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عظیم و جلیل فضائل سے یاد کرتے ہوئے اپنا سردار و پیشوا تسلیم کیا۔ اب ذیل میں ان علماء اسلام کے نام لکھے جاتے ہیں جنہوں نے اپنی مہر و دستخط سے مجموعہ فتاویٰ حسام الحرمین کو مزین فرمایا۔

اسمائے گرامی علماء مکہ معظمہ

- ① استاذ العلماء مفتی شافعیہ مولانا شیخ محمد سعید بابصیل مکی ② شیخ الامام مولانا شیخ احمد ابوالخیر میر داد مدرس و امام مسجد حرام ③ امام العلماء مفتی حنفیہ علامہ شیخ صاحب کمال مکی مدرس حرم شریف ④ علامہ محقق مولانا شیخ علی بن صدیق کمال مکی ⑤ عالم کبیر فاضل شہر مولانا شیخ عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی مصنف اکلیل ⑥ غیظ المنا فقین محافظ کتب خانہ حرم شریف حضرت مولانا سید اسماعیل خلیل مکی ⑦ مولانا سید مرزوقی ابو حسین مکی مدرس حرم شریف ⑧ فاضل کامل مولانا شیخ عمر بن ابوبکر جلیل مکی ⑨ مقدم العلماء مفتی مالک مکی مولانا شیخ عابد بن حسین مکی مدرس حرم شریف ⑩ فاضل ماہر علامہ محمد علی بن حسین مکی مدرس حرم شریف ⑪ مولانا علامہ جمال بن محمد بن حسین مکی مدرس حرم شریف ⑫ جامع اصول و فروع مولانا شیخ اسعد بن احمد وہان مکی مدرس حرم شریف ⑬ فاضل ادیب علامہ شیخ عبدالرحمن وہان مکی ⑭ مولانا شیخ محمد یوسف افغانی مکی مدرس مدرسہ صولتیہ ⑮ مولانا شیخ احمد مکی مدرس حرم شریف اجل خلیفہ حاجی شاہ امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی ⑯ فاضل کامل مولانا محمد یوسف

خیاط مکی ①۷ پیشوائے جلیل القدر مولانا شیخ محمد صالح بن محمد بافضل مکی ①۸
فاضل کامل مولانا شیخ عبدالکریم ناجی و اُغتانی مکی مدرس حرم شریف ①۹ فاضل
کامل مولانا شیخ محمد سعید بن محمد بیانی مکی مدرس حرم شریف ②۰ فاضل کامل
مولانا شیخ حامد احمد محمد جدادی مکی۔

اسمائے گرامی علمائے مدینہ طیبہ

① تاج العلماء مفتی حنفیہ مولانا تاج الدین الیاس مدنی ② فاضل ربانی
مولانا عثمان بن عبدالسلام و اُغتانی سابق مفتی مدینہ منورہ ③ شیخ المالکیہ
مولانا سید احمد جزائری مدنی ④ کبیر العلماء مولانا شیخ خلیل بن ابراہیم خربوتی مدنی
⑤ شیخ الدلائل مولانا سید محمد سعید بن سید محمد مغربی صاحب الدلائل ⑥ فاضل
جلیل مولانا محمد بن احمد عسری مدنی ⑦ شیخ الدلائل علامہ سید عباس مدنی
بن سید جلیل محمد رضوان مدرس حرم نبوی ⑧ فاضل کامل مولانا عمر بن محمدان
محرمی مدنی مدرس حرم نبوی ⑨ فاضل کامل علامہ سید محمد بن مدنی ویداوی
⑩ فاضل ربانی مولانا شیخ محمد بن محمد موسیٰ خیاری مدرس حرم نبوی ⑪ جامع
علوم نقلیہ حاوی فنون عقلیہ مفتی شافعیہ مولانا سید شریف احمد برزنجی مدنی ⑫
فاضل شہیر مولانا محمد عزیز وزیر اندسی تونسوی مدنی ⑬ شیخ فاضل علامہ عبدلقدار
توفیق شہلی مدرس حرم نبوی۔



الصّوام الہندیۃ

اور پیشاور تا بنگال کے دو سو ار سٹھ پیشوائے اسلام



یہ اعلیٰ حضرت کی انتہائی دیانتداری اور کمال احتیاط تھی کہ آپ نے فتوائے تکفیر سے پہلے تخذیر الناس، حفظ الایمان، براہین قاطعہ و فتویٰ مہرئی دستخطی گنگوہی کی کفری عبارتوں کی بڑی چھان پھٹاک کی۔ ان کے ہر گوشوں کی خوب جابج پڑتال کی ان کے ایک ایک جوڑ و بند کی اچھی طرح دیکھ بھان کی ان کے ظاہری اور باطنی معنی کی ایک حافق ماسر حکیم کی طرح شخصیت و منفتح درمائی ان کے قریب و بعید تمام پہلوؤں کو خوب ٹولا تاکہ کوئی سا بھی پہلو اگر اسلامی معنی کا حامل ہو تو ان عبارتوں کے لکھنے والوں کی تکفیر نہ کی جائے لیکن جب ہر طرح کی جابج پڑتال اور تنقیح و تحقیق کے بعد یقینی طور پر متعین ہو گیا کہ عبارتوں کے یہ مردہ جسم روح اسلامی کے معنی اور حیات ایمانی کے مفہوم سے بالکل ہی خالی ہیں۔ ان عبارتوں کا کوئی بھی پہلو ایمان و اسلام سے موافقت کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں تھا آپ نے فتویٰ دیا کہ یہ عبارتیں قطعی یقینی کفری ہیں اور ان کے لکھنے والے یقینی طور پر کافر و مرتد ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی اسی چھان پھٹک کا نتیجہ ہے کہ جب آپ کا فتوائے مقدس حسام الحرمین مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے حکمائے اسلام و علمائے کرام کے سامنے پیش ہوا تو کسی بھی مفتی شرع نے آپ کے فتویٰ میں کوئی خامی نہ پائی اس لئے سب نے بالاتفاق

اپنی مبارک تصدیقات سے حُسام الحرمین کی حقانیت کو آفتاب کی طرح روشن و تابناک کر دیا اور اعلیٰ حضرت کے علم و دانش فضل و کمال کا کھلے طور پر اعتراف فرمایا۔ پھر جب اعلیٰ حضرت کا یہ حقانی فتویٰ غیر منقسم ہندوستان کے میٹروپولیٹن اسلام کے سامنے تصدیق کے لئے پیش کیا گیا تو سرکار مارہرہ مطہرہ آستانہ کچھوچھو مقدسہ، جبل پور، دربار علی پور سیدان (پنجاب)، سرکار اعظم اجیر مقدس، دارالافتاء منظر اسلام بریلی، دارالافتاء مراد آباد، مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور، آرہ، بانگی پور پٹنہ، سیتا پور، ریاست جلال آباد، ضلع فیروز پور پنجاب، پوکھر، ضلع مظفر پور، ریاست بھاو پور پنجاب، گڈھی اختیار خاں بھاو پور، کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ پنجاب، کھروٹہ سیدان ضلع سیالکوٹ، جتوڑا چوٹانہ، لودھیانہ پنجاب، دہلی، مزنگ، لاہور، سہاورد ضلع ایٹہ، مدراس، بھین ضلع جلم، سنبھل ضلع مراد آباد، دادوں ضلع علیگڑھ شاہجہاں پور، نکودر ضلع جالندھر، موٹو ضلع اعظم گڑھ، معسکر بنگلور، امرتسر ضلع مراد آباد، کھنورہ ضلع ہوشیار پور پنجاب، وزیر آباد، رامپور، کانپور، آنولہ ضلع بریلی، ہلدوائی ضلع نیننی تال، مان بھوم، حیدر آباد دکن، سورت، بھڑوچ گجرات، بدایوں، بھیمڑی ضلع تھانہ، جام جوڈھی پور کاٹھیاواڑ، دھوراجی کاٹھیاواڑ، پٹلی بھیت آگرہ، پیپی ضلع پشاور، فرنگی محل لکھنؤ، سراج گنج بنگال، پارہ ضلع اعظم گڑھ، کرمبا ضلع بلیا، فتح پور، مسوہ، جاورہ، ننگل ضلع حصار، گونڈول کاٹھیاواڑ، جوناگڑھ کاٹھیاواڑ، جلال پور جٹان پنجاب، بڑودہ، سلطان کوٹ سندھ، گڈھی یاسین ضلع سکھر سندھ، ڈیرہ غازی خان پنجاب، ماتر ضلع کھڑا گجرات کے ۲۶۸ مفسرین کرام، فقہائے عظام، مستدین عالی مقام مفتیان فخام، علمائے اسلام و مشائخ اعلام نے الصوادم الہندیہ مطبوعہ برقی پریس مراد آباد کے اندر تحریری طور پر فتویٰ حُسام الحرمین کی تصدیق کی اور اس کے بیان کردہ احکام شرعیہ کو نافذ فرمایا ہم طوائف کے خوف سے

ان حضرات کے اسمائے گرامی اور ان کے ایمان افروز شیطان سوز مضامین
عالمیہ یہاں نقل کرنے سے قاصر ہیں۔

نمائندہ وہابیہ ناظم تعلیمات دیوبند مولوی مرتضیٰ حسن درہنگی کا فیصلہ کن بیان

سُنی مسلمانوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے تو صرف اعلیٰ حضرت احمد رضا
مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ کے اکابر پیشوائے اسلام اور بنگال تاشاور کے
شاہیر علمائے کرام کے مقدس فتاویٰ ہی کافی اور روانی ہیں لیکن یہ حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ اور اعلیٰ حضرت کی کرامت جلیلہ
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شک و شبہ میں گرفتار مذہب حضرات کی ہدایت کا
سامان پیدا فرماتے ہوئے نمایندہ وہابیہ کے قلم سے بھی حق لکھوا دیا اور
حنام الحرمین کی تصدیق کرا دی چنانچہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب تحریر کرتے
ہیں کہ۔

۔۔۔ اگر د مولانا احمد رضا، خالص صاحب کے نزدیک بعض علمائے
دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی مولوی اشرف
علی تھانوی اور مولوی خلیل احمد بیٹھی واقعی ایسے ہاتھ جیسا کہ انھوں
نے انھیں سمجھا تو د مولانا احمد رضا، خالص صاحب پر ان علمائے دیوبند
کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے جیسے علمائے

اسلام نے جب مرزا غلام احمد صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کر لئے۔ اور وہ قطعاً ثابت ہو گئے تو اب علمائے اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر و مرتد کہنا فرض ہو گیا۔ اگر وہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں۔ چاہے وہ لاہوری ہوں یا قدنی وغیرہ تو وہ خود کافر ہو جائیں گے۔ کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ —————
 (اشد العذاب مولوی تفسیٰ حسن صاحب)
 یہ بیان کسی سنی عالم کا نہیں بلکہ ناظم تعلیمات دیوبند کا فرمان والا نشان ہے لہذا وہابی دیوبندی حضرات ضد، ہٹ اور تعصب سے بے پرواہ ہو کر اس کو غور سے پڑھیں اور خوب سمجھ لیں کہ ان کے مولانا تفسیٰ حسن صاحب کے نزدیک۔

۔ اگر اعلیٰ حضرت احمد رضا مولوی گنگوہی نانوتوی وغیرہ مشوایان وہابیہ کو کافر و مرتد نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے اور جس طرح علمائے اسلام پر مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر و مرتد کہنا فرض تھا ٹھیک اسی طرح اعلیٰ حضرت پر ان مولویوں کو کافر کہنا فرض تھا۔ —————

فیض آبادیوپی کا تاریخی مقدار

پیشکار، مختار، وکیل، سیرسٹر، مجسٹریٹ

نچ وغیرہ کے جھگڑے میں حسام الحرمین کا اعلان حق

حسام الحرمین کا مقدس فتویٰ ابھی تک صرف علمائے اسلام سے اپنی حق گوئی اور باطل ہونے کی سند حاصل کی گئی ہے لیکن غیب سے ایسا سامان

پیدا ہوا کہ کچہری اور کورٹ کے مجسٹریٹ نیز جج صاحبان سے بھی اس نے اپنی حقانیت و صداقت کا لوہا منوالیا اس کا واقعہ یوں ہے کہ حضرت شیر بشیرؒ سنت علامہ حشمت علی خاں لکھنوی علیہ الرحمہ والرضوان نے ضلع فیض آباد کے علاقہ قصبہ بھدرہ اور اس کے قرب و جوار میں ۱۲ مئی ۱۹۴۶ء تا ۶ جون ۱۹۴۶ء مسلسل تقریریں فرمائیں جن میں آپ مذہب اہلسنت کی تبلیغ اور سنی مسلمانوں نیز دیگر حاضرین کی نصیحت و ہدایت کے لئے حسام الحرمین اور انصوارم الہندیہ کے مضامین پڑھ کر سناتے رہے۔ وہابیوں کے عقائد کفریہ سے آگاہ کرنے کے لئے تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان اور مختصر سیرت نبویہ کی عبارات کفریہ کتاب کھول کھول کر لوگوں کو دکھلاتے رہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے وہابی دیوبندی جو بیچارے اپنے پیشواؤں کے عقائد کفریہ سے آگاہ نہ تھے تو بہ کر کے سنی مسلمان ہو گئے جب گھاگ وہابیوں نے دیکھا کہ علامہ لکھنوی کے ہاتھوں وہابیت کی مٹی پلید ہوتی جا رہی ہے تو انھوں نے اپنے علماء سے سازش کر کے علامہ لکھنوی کے خلاف مہا بر پر شاد اگر وال مجسٹریٹ درجہ اول شہر فیض آباد کے اجلاس میں استغاثہ دائر کر دیا جس میں یہ الزام قائم کیا کہ ۔۔۔۔۔ ملزم د مولانا حشمت علی نے بتاریخ ۸ جون ۱۹۴۶ء بوقت ۹ بجے شب لغایت ۱۲ بجے شب ایک تقریر کی جس کے دوران میں ملزم نے مدعیان کے مذہبی عقائد مجروح کرنے نیز فرقہ وارانہ فساد برپا کرنے کی غرض سے مجمع عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی خلیل احمد بیہٹی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی عبدالشکور کاکوروی لکھنوی کا فرد مرتد بیدین ہیں ملزم کی تقریر مذکور سے مدعیان اور ان کے علمائے دین کی سخت توہین اور دل آزاری ہوئی۔

عالی جاہ! ملزم نہایت ہی مفسد آدمی ہے اور جرم دفعات ۲۹۸، ۵۰۰، ۱۵۲ الف کا مرتکب ہے۔ لہذا تدارک ملزم حسب دفعات

بالا فرمایا جائے ۔

عرضی :- فدویان عبد الحمید خاں و سراج الحق خاں و حبیب اللہ
مدعیان ساکنان قصبہ بھدرہ ضلع فیض آباد مورخہ ۱۲ جون ۱۹۴۹ء ۔
کاروائی استغاثہ کے مطابق حضرت شیر پیشہ سنت علامہ لکھنوی جب کورٹ میں
ہینچے تو مجسٹریٹ نے استغاثہ کے متعلق جواب طلب کیا آپ نے اجلاس میں تحذیر الناس
براہین قاطعہ ، حفظ الایمان ، فوٹو فتویٰ مہری و سختی گنگوہی اور مختصر سیرت نبویہ
مصنف عبد الشکور کاکوروی پیش کیا اور ان کی عبارات کفریہ سے مجسٹریٹ کو آگاہ فرمایا
اور اس کے ساتھ ہی آپ نے مجسٹریٹ پر یہ بھی واضح کر دیا کہ دنیا کے سنیت کے
عظیم و جلیل پیشوا شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
مولوی تھانوی ، مولوی نانوتوی ، مولوی گنگوہی مولوی ابیٹھی پر ان کے
عقائد کفریہ یقینیہ کے سبب حکم شریعت اسلامیہ کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا ہے ۔
جو مقدس کتاب حسام الحرمین میں چھپ کر پورے ہندوستان میں شائع ہو چکا
ہے اور اس فتویٰ کی تصدیق عرب شریف کے اکابر پیشوائے عظام اور ہندوستان
کے دو سواڑ سٹھ علماء اسلام اپنی مہر اور دستخط کے ساتھ کر چکے ہیں حسام الحرمین
کے فتویٰ میں ایک حکم شرعی یہ بھی ہے کہ جو شخص مولویان مذکورین بالا کے
عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو کافر کہے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے
تو بحکم قانون شرع وہ بھی کافر ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ مبلغ وہاڑی کی زاری میں
ہندوستان کے چوراہوں نے علماء اسلام نے شرعی فتویٰ دیا کہ مولوی عبد الشکور
کاکوروی نے اپنی کتاب نصرت آسمانی ص ۱۵ ، ص ۱۶ ، ص ۱۷ ، ص ۱۸
میں مولوی تھانوی اور ابیٹھی کی کفری عبارتوں کی حمایت و طرفداری کی
ہے ۔ لہذا مولوی عبد الشکور کاکوروی ایڈیٹر انجم بھی حکم شریعت اسلامیہ
کافر و مرتد بیدین ہیں ۔

بہر علامہ لکھنوی علیہ السلام کی تصدیق نیز مجسٹریٹ کے اطمینان

کے لئے اجلاس میں حسام الحرمینی اور الصوارم الہندیہ وغیرہ کتابیں پیش فرمائیں اور ان کے ساتھ اپنا ایک طویل تحریری بیان بھی پیش کیا جس میں آپ نے عبارات حفظ الایمان ص ۵، براہین قاطعہ ص ۵۵ و نو فتویٰ گنگوہی وغیرہ کی ہندی کی چندی کر کے ان کو اتنا عام فہم بنا دیا کہ انگریزی و ادا غیر مسلم مجسٹریٹ بھی پوری طرح سمجھ گیا کہ مولوی تھانوی، مولوی گنگوہی وغیرہ نے ضرور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کھلی گستاخی اور بے ادبی کی ہے اور یہ لوگ یقینی طور پر حسام الحرمین کے فتویٰ کے مطابق کافر و مرتد ہو چکے ہیں۔

اس مقام پر وہابی حضرات ہرگز یہ خیال نہ فرمائیں گے کہ کسی نے مجسٹریٹ کے سامنے الہند کا مضمون نہیں سنایا اور نہ کسی نے اجلاس میں پیشوایان وہابیہ تھانوی وغیرہ کا مسلمان ہونا ثابت کیا اس لئے کہ اس تاریخی مقدمہ میں وہابیوں کے مشہور عالم چرب زبان مقرر مولوی ابوالوفا صاحب شاہجہاں پوری وہابیت کے اکسیرٹ عالم کی حیثیت سے پیش کئے گئے اور برسر اجلاس مجسٹریٹ کے سامنے حضرت شیربیشہ سنت علامہ لکھنوی اور مولوی ابوالوفا کے درمیان ایک طویل و عریض مناظرہ ہوا جس میں پیشوایان وہابیہ کو مسلمان ثابت کرنے کے لئے دیوبندی میگزین کے نئے اور پرانے جتنے بھی ہتھیار تھے وہابیت کے اس اکسیرٹ عالم نے وہ سب استعمال کر ڈالے لیکن احمد رضا کے شیر حشمت علی نے حرمین کی حسام براں سے کفر و ارتداد کے قلب و جگر کو کاٹ کر پھینک دیا اور بارگاہ رسالت کے گستاخ باغیوں کے طرف دار مولوی کو لوہے کے چنے جوادیے اور دلائل شرعیہ کے کانٹے پر پیشوایان وہابیہ مولوی تھانوی گنگوہی وغیرہ کا کافر و مرتد ہونا ایسا بے نقاب فرمایا کہ مولوی ابوالوفا جیسا گھاگ ہوشیار مشاق عالم بھی مجسٹریٹ کے سامنے دیوبندی کفریات پر پردہ ڈالنے میں ہر طرح ناکام رہا اور پیشوایان وہابیہ کا مسلمان ہونا ثابت نہ کر سکا اب ہم مجسٹریٹ کے فیصلہ کی طویل بحث کا وہ حصہ یہاں نقل کرتے جو اس کے فیصلے کی روح ہے۔

محضر ط کا فیصلہ

۔ ملزم کہتا ہے کہ اس نے ۸ جون ۱۹۴۶ء کو کوئی تقریر بھدر سے
میں نہیں کی اور نہ اس نے کبھی بھی ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو مستغیثان
نے حلفاً بیان کئے ہیں نہ کبھی وہ اس طرح ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے وہ قطعی طور
پر کہتا ہے کہ اس نے ۷ جون کے پہلے کچھ تقریریں کی تھیں جن میں اس نے مختلف
کتابوں (یعنی حسام الحرمین، الصوارم الہندیہ، مبلغ و ہابیہ کی زاری) سے کچھ
عبارتیں پڑھیں تھیں ان کتابوں میں یہ مولویان (اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، قاسم
نانوتوی، خلیل احمد نبیٹھی اور عبدالشکور کاکوروی) اسلامی فتویٰ سے بیدین
کافر مرتد اور دیو کے بندے کہے گئے ہیں۔

اب ہم دیکھیں گے کہ تقریر میں کیا کہا گیا۔ مستغیثان نے تحریر میں کچھ بھی نہیں دیا کہ ملزم نے کیا
کہا۔ صرف مستغیثان اور دو گواہوں کا بیان ہے کہ ملزم نے اوپر
کے لکھے ہوئے الفاظ یعنی مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی خلیل احمد نبیٹھی
مولوی عبدالشکور کاکوروی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کافر و مرتد اور بیدین ہیں استعمال کئے ہیں ملزم یہ ماننا ہے
کہ اس نے ان مولویوں کے حق میں اوپر کے لکھے ہوئے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ مگر وہ عبارت دوسری
تھی۔ گواہ نمبر (۱) کہتا ہے کہ (ملزم کی) تقریر کو کسی نے بھی نوٹ نہیں کیا۔ اور نہ خود اس (گواہ) نے نوٹ کیا
ملزم نے جو الفاظ کہے ہیں وہ اس کو زبانی یاد ہیں اور کچھ مختصر مفہوم تقریر کا بھی یاد ہے۔ اس (گواہ نمبر ۱) کے بیان
کے مطابق ملزم تقریر کے وقت کتابیں اپنے ہاتھ میں لیتا تھا۔ اس بیان سے ملزم کی بات کو تقویت ملتی ہے۔
ملزم اقرار کرتا ہے کہ اس نے ان مولویوں کے حق میں اوپر کے لکھے ہوئے الفاظ استعمال کئے ہیں لیکن عبارت
دوسری ہے اور اس نے وہ الفاظ چند کتابوں کی تحریک کی مدد سے لئے تھے۔ میرا خیال ہے کہ ملزم کا فعل بالکل درست
تھا کہ وہ کتاب سے پڑھ رہا تھا اور ملزم یہ بات نیک نیتی سے ہلک کی آگاہی کے لئے کر رہا تھا تاکہ وہ مذہبی بات

سمجھ لیں۔ اسلئے ملزم کا فعل دفعہ ۵۵ تعزیرات ہند میں نہیں تھا ملزم کی تقریر سے پبلک کے اشتعال جھگڑے کے احتمال کے متعلق کچھ گواہوں نے یہ بیان کیا کہ ملزم کی تقریر سن کر بہت سے (دوبابی) لوگ اس کی باتیں سمجھ کر ملزم کے ہم مذہب (دستی) ہو گئے اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ملزم کا وعظ بہت دلچسپ تھا۔

اس مقدمہ میں ایک اکسپٹ مولانا ابوالوفار پیش کیا گیا ملزم نے مذہبی امور میں خود بڑی لمبی جرح اس پر کی مولانا ابوالوفار کی گواہی کو مقدمہ کی گواہی کہنے کی بجائے مذہبی مناظرہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔

میرا خیال ہے جیسا کہ میں نے اوپر بحث کی ہے کہ ۸ جون ۱۹۴۶ء کا واقعہ سراسر گڑھی ہوئی بات ہے اور ایسا کوئی واقعہ نہ ہونے پایا ملزم کی وہ انگلی تقریریں تھیں جن سے (دوبابی) مستفیثوں کی دل آزاری ہوئی کیونکہ فوقی ثانی (دستی مسلمانوں) کے عقائد پر قبضہ جمار ہے تھے اس لئے مستفیثوں نے بغیر سیاق و سباق کا تعلق دیکھتے ہوئے تقریر کے چند الفاظ لے کر ملزم کے خلاف جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا۔ میرے خیال میں ملزم کو اس کی جماعت میں صرف بدنام کرنے کے لئے یہ مقدمہ دائر کیا گیا ہے کیونکہ وہ مذہبی مبلغ ہے اور اچھی مقدار میں مریدین رکھتا ہے جیسا کہ دوران مقدمہ میں دیکھا گیا۔

میں ملزم (مولانا) شمت علی کو تعزیرات ہند کی دفعات ۵۰، ۵۱، ۱۵۲ سے ۱۹۸ سے جن کا الزام اس پر لگایا گیا ہے اور اس پر مقدمہ چلایا گیا ہے بے قصور قرار دیتا ہوں اور اس کو زیر دفعہ ۱۵۸ ضابطہ فوجداری آزاد کرتا ہوں۔

دستخط:- مہابیر پرشاد اگر وال مجسٹریٹ درجہ اول

فیض آباد

۲۵ ستمبر ۱۹۴۸ء

شیش نوح کا فیصلہ

۱۲ ذیقعدہ ۱۲۶۷ھ ہجری مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۴۸ء کے اس تاریخی فیصلے نے دنیا کے وہابیٹ میں تہلکہ مچا دیا دیوبندیوں کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی ان کے سارے فتنہ پرور منصوبے خاک میں مل گئے حق و باطل کے اس معرکہ میں میدان حسام الحرمین کے ہاتھ رہا اور بارگاہ رسالت کے باغیوں کے گلے میں شکست و ذلت کا طوق پڑا۔ پھر وہابیوں نے سوچا کہ اس فیصلے نے تو غضب ہی ڈھا دیا کہ مجسٹریٹ نے شیر رضا کو جیل خانہ کے پنجرہ میں بند کر دینے کی بجائے اس کو باعزت طور پر آزاد کر دیا اور حسام الحرمین کی حقانیت و صداقت کا لوہا بھی مان لیا اس لئے مجسٹریٹ کے اس فیصلے کو توڑ دینا بہت ضروری ہے۔ چنانچہ اپنی ناکامی کو کامیابی سے بدلنے کے لئے ایک بار پھر انھوں نے زور باندھا اور مجسٹریٹ کے فیصلہ کے خلاف شیش نوح یعقوب علی کے اجلاس میں اپیل دائر کر دی شیش نوح کے فاضل نوح نے اپیل پر بحث کرتے ہوئے فیصلہ لکھا جس کا اقتباس ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

۔۔۔ ملزم نے بیان کیا کہ ۷ جون ۱۹۴۶ء کے قبل اس نے چند تقریریں بھر سے میں کہیں جن میں اس نے (حسام الحرمین الصوارم الہندیہ وغیرہ) کتابوں سے چند عبارتیں پیش کیں اور ان عبارتوں میں دیوبندی تھانوی مولوی گنگوہی، مولوی نانوتوی وغیرہ علماء جو کہ استغاثہ میں درج ہیں بذریعہ فتویٰ کافر مرتد بے دین دیوبندیوں کے بندے اور وہابی قرار دیے گئے تھے۔

۷ جون ۱۹۴۶ء کے قبل تقریریں ملزم نے بھر سے میں کہیں

ان کا مضمون کچھری میں خود ملزم نے پیش کیا جس پر E x.D7 پڑا ہے۔

فریقین کی طرف سے ثبوت پہنچنے کے بعد لائق مجسٹریٹ نے اولاً فیصلہ کیا کہ ملزم نے ۱۹۴۶ء کو کوئی تقریر نہیں کی جس کی مستغیثان شکایت کرتے ہیں اور یہ صرف ایک بنایا ہوا قصہ تھا دوسرا فیصلہ مجسٹریٹ نے یہ کیا کہ یہ الفاظ ملزم نے گذشتہ دوسری تقریر میں استعمال کئے تھے جن سے ان کے جذبات کو صدمہ پہنچا تھا کیوں کہ انہوں نے ان الفاظ کا سیاق و سباق سے تعلق دیکھے بغیر غلط مطلب نکال لیا اور یہ غلط مقدمہ ملزم کے خلاف دائر کیا۔ اس پر لائق مجسٹریٹ نے مقدمہ خارج کر دیا اور یہ اعتراض کیا کہ ملزم چونکہ مذہبی مبلغ ہے اور اس کے بہت کافی مسرید اور معتقد ہیں اس لئے پبلک میں اس کی بے عزتی کرنے کو یہ مقدمہ دائر کیا گیا ہے۔ ملزم اس وجہ سے بری کر دیا گیا تھا۔

اور اسی بریت کے خلاف مستغیثان نے نگرانی کی درخواست دی ہے اور وہ اس حکم کے خلاف ہیں۔ فریقین کے لائق وکلاء کی طویل بحثوں اور فریقین کے پیش کردہ زبانی اور تحریری ثبوت کو بہت غور سے پڑھنے اور سننے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ درخواست نگرانی کچھ دم نہیں رکھتی۔

لائق مجسٹریٹ کی تجویز سے مجھ کو پتہ چلتا ہے کہ لائق مجسٹریٹ نے ثبوت زبانی و تحریری کو بغور دھیان دیا اور ملاحظہ کیا اور یہ صحیح فیصلہ کیا کہ ملزم نیک نیتی کے ساتھ کتابوں کی عبارتیں پڑھنے میں صحیح راستے پر تھا۔

لائق مجسٹریٹ کا فیصلہ جس میں اس نے ملزم کو بری کر دیا فریقین کے پیش کردہ ثبوتوں کی بنا پر بالکل صحیح اور درست ہے۔ مستغیثان میرے سامنے لائق مجسٹریٹ کے فیصلے میں کوئی قانونی غلطی یا اور کوئی غلطی نہ بتا سکے۔ درحقیقت اس اپیل میں کوئی جان نہیں میں اس کو خارج کرتا ہوں۔

دستخط: یعقوب علی شمشین جمع فیض آباد

۲۸ اپریل ۱۹۴۹ء

marfat.com

Marfat.com

واضح ہو کہ وہابیوں کا دائرہ کردہ مقدمہ دو برس تین ماہ تیرہ دن جاری رہ کر ۲۵ ستمبر ۱۹۴۸ء کو ختم ہوا پھر ان کی اپیل کا فیصلہ ۱۲۸ اپریل ۱۹۴۹ء کو ہوا۔ فرحت افزا فتح مبین میں وہابیوں کے استغاثے کا پورا مضمون مستفیضان و بعض گواہوں کا بیان ظہری پھر برسر اجلاس حضرت مولانا ختمت علیٰ خاں علیہ الرحمہ کا زبانی مختصر بیان اور تحریری طویل بیان پھر مجسٹریٹ اور جج کا انگریزی میں فیصلہ اور اس کا اردو ترجمہ چھپ کر ہندوستان بھر میں شائع ہو چکا ہے۔ جو صاحب اس تاریخی مقدمہ کی کارروائی اور حضرت شیربیشہ سنت علیہ الرحمہ کا مکمل تحریری بیان اور مجسٹریٹ و جج کا مکمل فیصلہ دیکھنا چاہیں وہ فرحت افزا فتح مبین کا مطالعہ فرمائیں ہم نے مجسٹریٹ کا فیصلہ اسی کتاب فرحت افزا کے صفحہ ۴۴ تا صفحہ ۴۷ سے اور جج کا فیصلہ ص ۵۱ تا ص ۵۴ سے نقل کیا ہے۔

مجسٹریٹ اور جج کے فیصلوں کا

اصل انگریزی متن

”سوانح اعلیٰ حضرت“ کی سابقہ اشاعتوں میں مجسٹریٹ اور جج کے انگریزی فیصلوں کے اقتباس کا صرف اردو ترجمہ پیش کیا گیا تھا لیکن زیر نظر کتاب میں کالج، یونیورسٹی، کورٹ کے انگریزی دان حضرات ماسٹروں، پروفیسروں، ہرٹروں اور وکیلوں کے مزید اطمینان کی خاطر مجسٹریٹ اور جج کے مکمل فیصلوں کا اصل انگریزی متن بھی شامل اشاعت کیا جا رہا ہے اب انگریزی دان حضرات آنے والے صفحات میں اصل فیصلہ ملاحظہ کریں۔

وہابیوں پر سنیوں کی
فخیم غلط فہمی

GREAT VICTORY
of
SUNNIES AGAINST WAHABIES

Publishers:- Rashid Hasankhan Kadri
Mohalla Bhoorekhan Pilibhit.

CHOUHAN PRINTING PRESS, GONDAL.

Copy of a judgement dated 25-9-1948
 passed by M.P. Agarwal Magistrate
 I Class Faizabad in case No.1/84 u/s
 298/500/153 I.P.C. Abdul Hamid Khan
 and others v/s Hashmat Ali P.S. Pura
 Qalandar (SEAL) 1359/Ibrar Husain
 Abdul Hamid Khan and others..Versus
 Hashmat Ali u/s 500/298/153 I.P.C.
 Abdul Hamidkhan Sirajul Haq Khan and
 Habibullah of Qasba Bhadersa have fil-
 -ed this complaint against one Hashme-
 -at Ali of Pilibhit on the following
 allegations:-

That the complainants are Hanfi Musal-
 -mans and the accused is ā resident
 of Pilibhit and poses himself to be
 an Alim of Barelvi ideas. The accused
 wants that there should be dissension
 in different seets of MuslimCommunity
 and uses filthy language against those

Muslims who are not of his ideas, He is staying in Qasba Bhadresa for about a month and during the course of his stay he is trying to propagate his ideas by every possible means. During the course of his stay he with the help of the people of his ideas delivered several lectures and during the course of his speech he used insulting language against the complainants and their Ulama whom they respect. The complainants tried that the accused should stop this method of insult but to no use. On the 2th June '46 between 9 and 12 at night the accused delivered a speech in which he told certain matter which was insulting and leading to dissensions between different sects. The words were "MOULVI ASHFAQ ALI TAFARI, MOULVI MOHAMED QASIM

(۱۵۴)

NANETVI, MOLVI KHALIL AHMED AMETEVI
MOLVI ABDUL SHAKOOR KAKORVI, MOLVI
ABDUL RASHID GANGOHI' are kafir,
Murtad, and Bedin. Further, he said
'Muhammadian Abdul Haid Khan, Habiullah
Mohamed Sharif Khan, Molvi Sirajulhaq
Mohamed Aurif residents of Bhadaresa
are Wahabi, Murtad, Kafir, Bedin and
Deo-ke-Bandi. In addition to this the
accused is also trying that the people
of his ideas should not mix with the
people of other ideas, nor there shou-
-ld be marriages between them in
other words there should be social
boycott of the people of other ideas.
The accused is propagating feeling of
hatred between one Muslim and another.
This speech of the accused has harmed
the reputation of the complainants
and their Ulmas, and is defamatory to
them. The accused also intended to
create religious hatred between one

sect and another of Muslim community. The complainant Abdul Hamid Khan had made F.I.R. st police also to this effect. The accused Hashmat Ali has charged U/s 500/298/153 I.P.C. to which he pleads not guilty, and alleges that he delivered no speech at Bhadarsa on 8th June'46 nor he used these words as alleged by the complainants nor he ever uses words in this manner. He alleges that before 7th June'46 he delivered certain lectures wherein he quoted certain passages from different books. In these books these Maulanas have been declared by Fatwas to be Kafirs, Murtebedin, Deo-ke-Bande and Wahabis. He did not tell them so on his own initiative. He did not even recognise the complainants the being of the views of these Maulanas might have taken it

for themselves. On 7th June '46 there was an agreement between the two parties not to have any religious discussion of 15 days in Qasba Ehadarsa without the order of district Magistrate. A note of the lectures by the accused before the 7th June '46 at different places has been filed.

Here in, we have to see if the accused delivered any lecture on the 8th June, '46 alleged by the prosecution, and secondly if it was defamatory with respect to the complainants and the accused malignantly and want only by doing an illegal act gave provocation as to cause the offence of rioting.

As regards the date of lecture which is alleged to have been delivered on the 8th June, '46, it is alleged that

Abdul Fawid Khan made an F.I.R. is not coming on record nor it has been proved by any witness. This goes against the prosecution that no F.I.R. was made. The complaint has been filed on 12th June, '46, there is no explanation for the delay in the absence of any F.I.R. PW 1 Sirajulhaq has deposed that on the 7th June, '46 police came in the Mauza and the police and the Chairman Town Area proclaimed that there should be no religious discussion in Bhadarsa without previous sanction nor any public meeting should be held whereby there may be danger of breach of peace. It is not possible that after this proclamation there could be any public speech inspite of this proclamation. Sirajulhaq has deposed in cross examination that the complaint was filed

some seven or eight days after the occurrence. We find the complaint dated 12th June '46 which means that the occurrence took place some time on 4th or 5th June '46. Abdul Hamid Khan, the complainant deposes that discussion was to take place on 7th June, '46 but on the report of Mohamed Akbar police arrived and the witness and others made an agreement that there should be no such discourse wherein the feelings may be injured. This was in the evening of the 7th June, '46 and the same night the complainant delivered lecture and Abdul Hamid Khan made F.I.R. on the morning of the 8th June at P.S. This finishes the date of occurrence 8th June, '46.

The statement of two of the complainants shows that the lecture could not have been delivered on the 8th

June, '46 but it was before that date. Now, we have to see the matter of speech. There is nothing in writing on behalf of prosecution about the subject of the speech. There is the evidence of the three complainants and two more witnesses that the accused uttered the words given above. The accused admits to have told these words with reference to those Maulanas, but the content was a different one.

P.W.1 deposes that nobody noted the speech nor he had noted it. He remembers only so many words uttered by the accused and gist of the lecture he could say. The accused according to him was taking books in hand at the time of speech. This supports defence version. None of the witnesses nor any other person noted the lecture; the accused has filed the subject matter of lecture in writing and it is presumed to be correct in the absence of any other writing. These witnesses have denied certain portions read over to them from his writing, but oral denial is nothing. The accused admits to have

told these words with respect to these Maulanas but the context is different and he told it with the help of certain books in writing. In my opinion -n he was quite justified in reading from books, and the accused told it in good faith to warn the public regarding religious matter, and he comes under exceptions of section 500 I.P.C. As regards provocation to the public and thereby causing riots, some of the witnesses have deposed that by the lecture of the accused most of the persons went over to the belief of Maulana, which means accused's version was convincing. Abdul Hamid Khan complainant deposes that there was danger of breach of peace due to discussion and not due to lecture, and Abdul Hamid Khan was the person to give open challenge for Manazra (discussion) so it was not due to the accused but rather the complainants were responsible for it.

One Abdul Wafa an expert Maulana has been produced in the case, who has been cross examined at a very great

length by the accused himself on religious matter. His evidence was mostly a religious discussion. (Manaz-ra) so to say than evidence regarding the case. In religious discussion there is never defeat or success as it always happens that different meanings are put to quotations in books of every religion and people take their own meaning fitting to their own ideas and thereby the whole matter ends. No body tries to look to the real sense and the subjects of the writer and the circumstances under which, those scriptures were prepared. The complainants belong to one sect of ideology and the accused belongs to another sect. It is apparent from the evidence of Abdul Hamid Khan that certain letters passed between him and Ashraf And Akhtar on the other side. These persons were signing authorities and the Ulmas of one side gave the subject matter and the other side replied as mouth piece of their Ulmas Abdul Hamid Khan has used the same words for the

accused which he deposes to be in reply to Ashraf and Akhtar's letters.

From the evidence on record it appears to my mind that Abdul Hamid Khan is a religious fanatic of his sect, and he left aggrieved by the lectures of the accused on May '46 and he challenged his followers for Manazra, which was to take place on June, '46. He had called one Maulana Noor Mohammed for it. He has deposed that he wanted police arrangement for it, as there was danger of breach of peace in it. This fact was reported to the police and Manazra was stopped. The complainant Abdul Hamid Khan left aggrieved all the more as the accused had his stay in the Mousa and people heard him and understood his ideans which he wanted to refute by this Manazra. He joined two more persons of his ideas and took opportunity of fixing up the occurrence of 8th June, '46, which never took place as discussed above, and filed this false and frivolous complaint against the accused which

he could not substantiate. What possibly could be the reason that he could not find respectable people of Bhadarsa to support him, if really the accused delivered speech on 8th June, '46 which tend to create religious feelings of hatred between one sect of Muslims and another sect. Only three complainants have been adduced, one Tajammul Husain has been produced who alleges himself to be a Hakim at Bhadarsa and lives at Sahbadi at 2½ miles. He did not go home that day and went to the lecture. He has deposed that Maulana Hashmat Ali has said that Maulanas have written so in their books and so they have become Kafirs. This statement supports defence theory. One Qayamali resident of one mile has

been produced. He deposes that Maula-
 -na had said, do not act on the ways
 told by Deoband Maulanas. I was act-
 -ing on their way and I told him that
 if I were to be convicted how their
 ways are bad, I would change myself.
 There was milad and I went away.
 Excepting these two witnesses of ano-
 -ther Mausaz no other witness of fact
 has been produced. In my opinion as
 I have remarked above, the occurrence
 of the 8th June '46, is all got up
 storey, and no such occurrence took
 place. It was on the previous lecture
 of the accused, which injured the
 feelings of the complainants as the
 other sect. ideas were gaining ground
 that they took certain words of the
 spe ch without the reference and
 context and started this false case

against the accused.

In my opinion this case has been filed simply to put to race the accused in the community as he is a religious preacher and has got good following as appeared during the course of trial.

P.W.7 has been produced to prove some case against the accused in Burma which is of no avail.

I told the accused Hashmat Ali not guilty of the offences U/s 500/153/298/ I.P.C for which he has been charged and tried and acquit him U/s 258 Cr. P.C.

Sd./M.P. Agarwal

Magistrate I Class
Faizabad. 25-9-48

True copy: Sd/Illegible
Head Copyist,
Collectorate Faizabad

Copies by Jay Ramdas
Compared by: Not legible

Words about 2016

(۲۴۴)

Words about

1800

IN THE COURT OF THE SESSION JUDGE
F Y Z A B A D

.....

Copy of order dated 28th April, 1949

passed by Shri Y. A. Rizvi

Session Judge,

FYZABAD

Fyzabad Criminal Revision No.

58 of 1948

(S E A L)

11 / 30-4-1949

Sri Kaniya Prasad

marfat.com

Marfat.com

1) Sirajul Haq 30 years son of
Mohammed Zahoor Khan.

2) Habibullah 44 years son of
Jumman, Resident of village
Bhadarsa, Police Station,
Pura Qalandar, District-
F Y Z A B A D

Applicants

Versus

Rex through Hashmat Ali son of
Nawab Ali Khan of Mohalla Bhoorkhan
Distt. Pilibhit ... OPPOSITE PARTY
Revision under section 435 CR.

P.C. against the judgement and
order dated 25th September, 1948
by Shri Mahabir Prasad Agarwal,
Special Magistrate 1st class,
Fyzabad, acquitting the accused

opposite party from the charges
under section 298, 500 and 153
I.P.C.

.....

Fyzabad Criminal Revision No. 58
of 1948 Sirajul Haq and Another
V/S

Hashmat Ali

O R D E R

This is a revision application
against the order dated 25th Sept.
1948, passed by Shri Mahabir Prasad
Agarwal, Special Magistrate First
Class, Fyzabad, acquitting the
accused, Hashmat Ali of the offence
under section 298, 500 and 153
I.P.C.

On June 12, 1946, applicants
Abdul Hamid Khan, Sirajul Haq and
Habibullah, residents of Qasba

Bhadrasa, Police Station, Pura Qalandar, who are Hanfi Musalmans filed a complaint for offences under sections 298, 500 and 153 A, against the opposite party (accused Hashmat Ali, a resident of Pilibhit on the allegations that he posed as an Alim and a follower of Bareilvi ideas, that in order to create dissensions among different sects in the Muslim community in the town of Bhadrasa, he used filthy language against those Muslims who do not follow him, that he had been staying in Bhadrasa for about a month during which period he had been propagating his ideas by delivering lectures and making speeches in which, he used insulting

language against the complainants and Ulmas they follow and respect, and that on the 8th June, 1946, between 9 and 12 o'clock at night, the accused delivered a speech during which, in order to injure the religious feelings of the complainants, he used insulting and abusive language in a public gathering by saying :-

"That Molvi Ashraf Ali, Molvi Mohammed, Molvi Khalil Ahmad, Molvi Abdul Shakeer, and Molvi Abdul Rashid were Kafirs, Murtads and Bedin (Apostates), that he also said during the same speech that the complainants and one Mohammed Arif, residents of Bhadrasa, were

wahabis, Murtads, Kafirs, Bideen and Deo-ke-Bande, that in addition to this speech, the accused had been trying that his followers should not mix up with people, holding different ideas, that there should be no inter marriages between them and that his followers should specially boycott the people who do not follow him, that this speech of the accused had harmed the reputation of the complainants and their Ulmas and was defamatory and that, Abdul Hamid Khan, one of the complainants, had already made a report (First Information Report) at Police Station, Pura Qalandar, against the accused.

The accused pleaded not guilty and denied to have delivered any such speech at Bhadrasa on the 8th June, 1946, as alleged by the complainants. He also denied to have used the words, objected to, by the complainants. He stated that before 7th June, 1946, he had delivered a few lectures at Bhadrasa, which he had quoted various passages from different books in which, the Alims named in the complaint, had been declared by Fatwas to be Kafir, Murtad, Bedeen, Deo-ke-Bande, and Wahabis, that what he told the audience, were not his own words, that he did not even recognise the complainants who were not known to him, and that, on 7th June, 1946,

there was an agreement between the two parties of Muslims, holding different views in religious matter nor have any religious discussions for 15 days within Qasba Bhadrasa without the previous sanction of the District Magistrate.

Notes of the lectures, delivered by the accused before 7th June, 1946 at different places in the town of Bhadrasa, have been filed by the accused himself (Ex-D7).

On the evidence, produced before him by the parties, the learned Magistrate, firstly held that the accused did not deliver any lecture on the 8th June, 1946, which was the cause of action for the complainants

and the allegations of the complainants about it, were only a got up story. Secondly, he held it was in the previous lecture of the accused that the feelings of the complainants, were injured, because they took certain words of his speech without its context and that the complainants had started a false case against the accused. He, therefore, dismissed the complaint with the remarks that it had been filed to put to disgrace the the accused in the community, because he was a religious preacher and had a good following. The accused was, therefore, acquitted and it is this acquittal which the

Complainants now challenge, as applicants, by means of this revision application.

Having heard the learned counsel of the parties at some length, and having carefully gone through the oral and documentary evidence by the parties, I have come to the conclusion that this revision application, has no force.

The objectionable speech according to the complainants, was delivered by the accused on the 8th June, 1946, with regards to which, it was further alleged that one of the complainants, named Abdul Haaid Khan had already lodged a report at Police Station, Pura-

-Qalandar. But no such report was, either summoned or proved. Further, the complaint was filed on 12th June, 1946, that is, after four days the objectionable speech was made, no explanation of this delay, was given. If the speech complained of, was so inflammatory and insulting to the complainants, as they alleged, they should have lost no time in filing the complaint. According to the other complainant, named Sirajul Haq, the Police and the Chairman of the Town Area of Bhadras having come to the town on 7th June, 1946, had proclaimed that there should be no religious discussions in Bhadrasa without previous sanction of the Magistrate and that

no public meeting may be held there endangering public peace. The learned Magistrate has rightly held that in view of this proclamation, it was not possible for the accused to address any public meeting on the 8th June, 1946, as alleged by the complainants. Further, this very witness, Sirajul Haq has stated that it was 7 or 8 days after the objectionable lecture was delivered by the accused that the complaint which is dated 12th June, 1946, had been filed. Thus the lecture objected to, could not have been delivered by the accused after the 4th or 5th June, 1946. Again, Abdul Hameed Khan, complainant (P.W.2), admitted that

discussion (Manazra), was to take place on 7th June, 1946, but the Police arrived that day and brought an agreement between the parties that there should be no such discourses, where-by the feelings of others may be injured. As stated by this witness, this happened in the evening of the 7th June, 1946, and same night the accused delivered the questionable lecture and next day that is, on the 8th June, 1946, this witness deposed, he lodged the First Information Report in the morning. If this is true, the lecture objected to by the complainants if delivered by the accused at all, was delivered in the night between 7th and 8th June, 1946

and not on the 8th June, 1946 between 9 and 12 P.M. I, therefore, fully agree with the learned Magistrate that the complainants had hopelessly failed to prove that the accused delivered any lecture on the 8th June, 1946 between 8 and 12 P.M. which insulted their Ulama, named in the complaint or injured their feelings in any way. On this ground alone, the revision application is liable to be dismissed.

From the judgement of the learned Magistrate, I find that he had carefully considered all the evidence oral and documentary, and had come to the conclusion that the accused was justified in reading from books passages in good faith.

With regards to the allegation in the complaint that the accused tried to create sectarian riots, the learned Magistrate after going through the evidence held that it was not due to the accused but rather the complainants themselves were responsible for it because Abdul Hamid Khan, one of the complainants (P.W.2) had himself deposed that there was danger of breach of peace due to discussions (Manazra) and not due to the lecture of the accused. An open challenge for such a religious discourse, had been given by Abdul Hamid Khan himself by a written poster, published on his behalf as well as on behalf of others (Ex. D.1).

Having given by most carefull consideration to the evidence and probabilities, I am constrained to agree with the trial Magistrate that the occurrence as alleged in the complaint did not take place on 8th June, 1946 and that the prosecution case was entirely a got-up story brought about by the religious fanatic like Abdul Hamid Khan complainant and others. The findings of the learned Magistrate, resulting in the acquittal of the accused are correct and justified on the evidence adduced by the parties. On behalf of the applicants on illegality or impropriety of the finding given by the Magistrate or

any irregularity of any proceedings during the trial of the case, were pointed out to me.

In fact, this application which was argued just like an appeal on behalf of the applicants, is without any force and is dismissed.

(Sd/-) Y. A. R I Z V I

Session Judge,

28- 4- 1949

TRUE COPY

Sd/-

Head Copyist

District and Session Judge's
Court, FAIZABAD.

Dated: 5th May, 1949.

اہل بصیرت کے نزدیک وہابیوں کا یہ استغناء حقیقت میں حسام الحرمین کے خلاف ایک خطرناک منصوبہ تھا انھوں نے پوری کوشش کے ساتھ حسام الحرمین پر ایسی ضرب کاری لگانا چاہی تھی جس سے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کچل کر رہ جائے۔ اور قانون حکومت کا آہنی پنجہ دنیا کے سنیٹ کے شیر خیمت علی کو اپنی گرفت میں لے لے۔ تاکہ دین کے ڈاکو دن و ہاڑے مسلمانوں کا ایمان و اسلام بے خوف و خطر ہو کر لوٹتے پھریں لیکن دین اسلام کے محافظ حقیقی اللہ تعالیٰ نے نہ صرف وہابیوں کے خطرناک منصوبے کو ناکام بنا یا بلکہ ایسا کھلا ہوا کرم فرمایا کہ دنیا کے سنیٹ کا شیر قانون کے چنگل میں پھنسنے سے بال بال بچا اور حسام الحرمین کے اعلان حق سے کورٹ اور کچہری کے در و دیوار گونج اٹھے۔ اور اردلی، نقل نویس، پیشکار، وکیل، محتسار، بیرسٹر، مجسٹریٹ، جج اور دیگر عوام و خواص حاضرین اجلاس بھی ایٹھی طرح واقف ہو گئے کہ پیشوایان وہابیہ مولوی تھانوی مولوی گنگوہی وغیرہ اسلامی فتویٰ سے کافر و مرتد بے دین قرار پا چکے ہیں اعلیٰ حضرت کا فتوائے مقدس حسام الحرمین دنیا کے سنیٹ کی گردنوں پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے احسان عظیم ہے۔ اسی مقدس فتویٰ نے وہابیوں کے باطل استغنائے کی جڑ کاٹ کر پھینک دی۔

تو جس طرح دن و دیر میں سورج کے ہونے کو چھٹایا نہیں جاسکتا یونہی اعلیٰ حضرت سیخ الاسلام شاہ احمد رضا کے فتوائے مقدسہ علمائے مکہ و مدینہ کی تصدیقات ہند کے تمام علمائے اہلسنت کی شہادت و نمایندہ وہابیہ کے تائیدی بیانات اور مجسٹریٹ و جج کے فیصلہ جات کو بھی جھوٹا قرار نہیں دیا جاسکتا اب ان سب پر روشن حقائق کے ہوتے ہوئے حسام الحرمین کی حقانیت سے وہی شخص انکار کر سکتا ہے جس کا دماغ ناحق طرفداری کے دباؤ سے بھول وراس کا دل اٹھاتا ہو۔

مکفر المرتدین

خدا کے تعالیٰ کا وہ برگزیدہ بندہ جس کا نیرۃ قلم یادگار ذوالفقار، جس کا ایک حملہ صولت فاروقی کا پر تو جس کے مبارک نام کی ہیبت سے بے دینوں کے گلے شق ہو جاتے تھے۔ جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سچا عاشق سیدنا نوح اعظم کا سچا نائب سلطان الہند خواجہ غریب نواز کا سچا جانشین، اسلام کی بنیادوں کو مضبوط کرنے والا کفر کے قلعوں کو ڈھا دینے والا جب اس نے اپنی شمشیر خارا شمس کاف سے الشر قدوس و سبوح کی چادر عظمت پر کذب و عیث کا دھبہ لگانے والوں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں مزین گالی لکھنے والوں، مسئلہ ختم نبوت کا انکار کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تو وہابیوں و یونبدیہ ندویوں وغیرہ نے اس جلیل القدر مرد مومن کے خلاف افتراء و بہتان کا طوفان کھڑا کر دیا۔ اور عام مسلمانوں کو بھڑکانے کے لئے کتابوں، رسالوں، اخباروں میں شہور مچا دیا کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا مکفر المسلمین ہیں بات بات پر مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں حالانکہ اعلیٰ حضرت نے کسی بھی مسلمان کو کافر نہیں بنایا بلکہ جو بھڑے مکار مرتد اپنے کو مسلمان کہہواتے رہے ایسے مسلمان کہلانے والوں کو کافر بتایا اعلیٰ حضرت کے خلاف یہ شور و مہمانہ اس لئے برپا کیا گیا تاکہ پیشوایان دہلیہ کے مزین کفریات قطعیہ مسلمانوں کے ذہن سے اوجھل ہو جائیں اور کوئی مسلمان ان کو کافر و مرتد نہ سمجھے

بلکہ ان کے نمائشی تقویٰ و طہارت سے متاثر ہو کر ان کا معتقد بنارہے۔ مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی علیہ حضرت کے خلاف بہتان طرازی میں اپنا زور قلم دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

۔۔۔ یاد رہے، مولانا امام احمد رضا خاں صاحب اپنے اور اپنے معتقدوں کے سوا دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بلکہ ابو جہل و ابولہب سے بھی بڑھ کر اکفر سمجھتے تھے۔۔۔ (ذکر آزاد ص ۱۲۱)

حالانکہ تقویۃ الایمان میں بانی و ہابیت مولوی اسماعیل دہلوی نے بات بات پر عام مسلمانوں کو کافر اور ابو جہل کے برابر مشرک لکھا تھا اس پر اعلیٰ حضرت نے الامن والاعلیٰ، الکوکبۃ الشہابیہ وغیرہ کتابوں میں مولوی اسماعیل کا سخت رد فرمایا اور قرآن و حدیث سے ثابت کیا کہ جن غریب مسلمانوں کو مولوی اسماعیل مشرک بناتے ہیں وہ ہرگز کافر و مشرک نہیں بلکہ مسلمان ہیں، ملیح آبادی کا اصل مقصد یہ ہے کہ جب عام مسلمانوں کے ذہن و دماغ میں یہ بات پیوست ہو جائے گی کہ اعلیٰ حضرت دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر سمجھتے تھے۔ تو پھر ان کے دل میں آپ ہی آپ یہ بات بھی خوب جم جائے گی کہ منکرین ضروریات دین پر اعلیٰ حضرت نے کفر و ارتداد کا جو فتویٰ دیا ہے وہ ہرگز قابل اعتماد نہیں۔

دیدہ بصیرت کے جن ناداروں کے خیال میں صرف مولوی گنگوہی نانوتوی، تھانوی، ایشی اور ان کے کفری عقائد کی حمایت کرنے والے ہی دنیا بھر کے مسلمان ہیں ان سے کسی بہتان کے متعلق ثبوت اور دلائل کا مطالبہ کرنا بالکل بیکار سی بات ہے۔

رئیس احمد ندوی جو روزنامہ خلافت بھٹی کے از ۱۹۳۳ء تا ۱۹۳۹ء چیف ایڈیٹر اور روزنامہ ہندوستان بھٹی کے از ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۲ء مینیجر اور ایڈیٹر اور روزنامہ زمیندار لاہور کے از ۱۹۵۲ء تا ۱۹۵۵ء چیف ایڈیٹر رہ چکے ہیں۔ ناول نگاری کی دنیا میں بڑے ہونہار صاحب قلم کہلاتے ہیں اعلیٰ حضرت

کے خلاف ان کی زہر افشانی ملاحظہ ہو لکھتے ہیں کہ۔

_____ مولانا احمد رضا بریلوی نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی

کے خلاف ۷۲ وجوہ پر مشتمل کفر کا فتویٰ دیا جس میں ایک وجہ یہ تھی کہ ان کا نام عبدالباری ہے لوگ انھیں باری میاں کہتے ہیں اگر ان کا نام عبداللہ ہوتا تو لوگ انھیں اللہ میاں کہتے ہیں۔ لہذا مولانا عبدالباری کافر! _____

(آزادی ہند مصنف رئیس احمد ص ۱۸۹)

الانفئة الله على الظلمين۔ اس ناول نگار ندوی نے تو بہتان

بازی اور افتراء سازی میں اپنے قلم کا لوہا منوالیا۔

یہ صحیح ہے کہ جب خلافت کمیٹی اور اس کے آزاد خیال لیڈروں کی حمایت میں مولانا عبدالباری صاحب مرحوم فرنگی محلی سے قولاً و تحریراً خلاف شرع امور صادر ہوئے جن میں بعض کفر و ضلالت پر اور بعض معصیت پر مشتمل تھے تو ضرور اعلیٰ حضرت نے ان مشتمل بر کفر و معصیت امور کا رد و رد فرمایا اور اپنے متعدد مفاوضات عالیہ یعنی خطوط کے ذریعہ مولانا موصوف کو ان امور کی شناعة و قباحت سے آگاہ کیا اور ان سے سب حکم شرع تو بہ و رجوع کا مطالبہ فرمایا۔ چنانچہ مولانا موصوف نے اخبار ہمد م بابت ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ ہجری یوم جمعہ مطابق ۲۰ مئی ۱۹۱۱ء صفحہ تین کا لسم چہارم میں حسب ذیل تو بہ نامہ بھی شائع کیا ملاحظہ ہو۔

”میں نے بہت گناہ دانستہ کئے اور بہت سے نادانستہ سب کی توبہ

کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں نے امور قولاً و فعلاً تقریراً و تحریراً بھی کئے ہیں

جن کو میں سیاست و خلافت کی رو میں بہ جانے کے باعث

گناہ نہیں سمجھتا تھا مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ان کو کفر

یا ضلال یا معصیت ٹھہرایا ان سب سے اور ان کے مانند امور سے

جن میں میرے مرشدین اور مشائخ سے میرے لئے کوئی قدوہ نہیں

ہے کچھ بھی نہ ہو۔ براہِ اعتقاد کر کے توبہ کرتا ہوں

اے اللہ! میری توبہ قبول کر — فقیر عبد الباری دہلوی عفی عنہ

دیکھئے مولانا عبد الباری صاحب مرقوم سے جو امور میں برکفر و ضلال صادر ہو گئے تھے اور خلافت کمیٹی سے گہری و چسپی رکھنے کے باعث خود انکو احساس نہ ہو سکا تھا کہ یہ امور میں برکفر و ضلال ہیں۔ لیکن بایں ہمہ چونکہ مولانا موصوف کو اعلیٰ حضرت کی ذات گرامی پر پختہ اعتماد تھا اس لئے انھوں نے ان سب امور سے توبہ کی اور ہمدردی اخبار میں اپنا توبہ نامہ بھی چھپوا دیا۔

مولانا عبد الباری صاحب سے صادر شدہ جن امور کے متعلق اعلیٰ حضرت نے کفر و ضلال ہونے کی تصریح کی ہے اور جو ”الطاری الداری“ میں بالتفصیل مذکور ہیں ان میں سے کسی ایک امر کو بھی ندوی صاحب نے ہاتھ نہیں لگایا جس کا معنی یہ ہے کہ ندوی صاحب بھی خوب سمجھتے ہیں کہ جن امور کے متعلق اعلیٰ حضرت نے کفر و ضلال ہونے کی تصریح کر دی ہے وہ واقعی کفر و ضلال ہیں اور ان کو کسی طرح مطابق شریعت ثابت نہیں کیا جاسکتا لیکن چونکہ خلافت کمیٹی کے سرکاری پیشوا مولانا عبد الباری صاحب سے اعلیٰ حضرت نے توبہ لیکر خلافت والوں کی تمکنت پر ایک کاری ضرب لگائی تھی۔ اس لئے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لئے ناول نگار رئیس احمد صاحب نے ندویت کا بسولا ہاتھوں میں لیا اور اس سے اعلیٰ حضرت کے اس مؤاخذہ شرعیہ کی جو باری میاں سے متعلق تھا خوب کاٹ چھانٹ کی اور اپنے قلم سے مؤاخذہ مذکورہ کی ایسی تصویر کھینچ دی کہ بڑے بڑے کہنے مشق بہتان طرازوں کو بھی دیکھ کر پسینہ آجائے اور پھر اپنے قلم سے گڑھی ہوئی عبارت کو اعلیٰ حضرت کا فتویٰ ٹھہرا دیا۔

اب ہم ندوی صاحب کی بہتان طرازی کو کیفر کردار تک پہنچا دینے کے لئے ذیل میں اعلیٰ حضرت کے چہارہم معاوضہ عالیہ سے وہ عبارت من وعن نقل کرتے ہیں جس میں اعلیٰ حضرت نے باری میاں سے متعلق مؤاخذہ شرعیہ

فرمایا ہے تاکہ دوست و دشمن سب دیکھ لیں کہ اعلیٰ حضرت نے مولانا عبد الباری مرحوم کو کافر کہا ہے یا ان کی شرعی گرفت فرمائی ہے۔ اعلیٰ حضرت اپنے چہار ہم مفاوضہ عالیہ بنام مولانا عبد الباری میں تحریر فرماتے ہیں۔

۔۔۔۔۔ لوگ جناب کو باری میاں سے تعبیر جناب کے نیچے کرتے ہیں جناب کے منہ پر کرتے ہیں جناب انکار نہیں فرماتے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ باری میاں کہہ کر (لوگ جناب کو) پکارتے ہیں اور آپ بولتے ہیں عبد الباری سے باری ہو گئے۔ وہ (پکارنے والے) جہال اگر اپنے جہل کے سبب معذور ہوں جناب تو اپنے منہ بہت بڑے مجددِ مدراس ہیں آپ کے لئے سوا اپنی الوہیت تسلیم کرنے کے اور کیا تحمل ہے۔ "باری" یقیناً آپ کے نام (عبد الباری) کا اختصار ہے جیسے لوگ عبد الماحد کو ماحد کہتے ہیں۔ اور آپ کے نام میں "باری" یقیناً اسمائے حسنی سے بمعنی خالق کل ہے۔ پھلے سے اسم شریف عبد اللہ نہ ہوا اور نہ الترمیاں کہلواتے اور اس پر بولتے۔۔۔۔۔ (اظہاری الداری حصہ سوم ص ۲۰ مطبعہ حنی بریلی) ندوی صاحب مفاوضہ عالیہ کی عبارت مذکور بالا کا پہلے ایک ایک جملہ ٹول لیں پھر بتائیں کہ اعلیٰ حضرت نے کون سی سطر میں یہ فتوائے شرعی صادر فرمایا ہے کہ

”مولوی عبد الباری کا نام عبد الباری ہی ہے لوگ انہیں

باری میاں کہتے ہیں اگر ان کا نام عبد اللہ ہوتا تو لوگ

انہیں اللہ میاں کہتے لہذا مولوی عبد الباری کافر ہیں“

سخت تعجب ہوتا ہے کہ جو نادار مؤرخہ شرعی اور فتوائے شرعی میں

فرق و امتیاز کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے وہ اعلیٰ حضرت کی تحریرات پر تنقید

کرنے کی جرأت کیوں کرتے ہیں بس اب تو سب پر واضح ہو گیا کہ رئیس

احمد صاحب ندوی نے کون کون سے فتوے میں فتویٰ گڑھ کر خلافتِ مہدی

کافی نیک ادا کیا ہے۔

رئیس احمد صاحب ندوی اعلیٰ حضرت کے خلاف اور بھی قسم کے بہتان گڑھ سکتے تھے لیکن انھوں نے بوجس قسم کا یہ بہتان اس لئے ایجاد فرمایا ہے تاکہ ان کی کتاب کا پڑھنے والا ہر شخص فیصلہ کر لے کہ اعلیٰ حضرت کا قلم بالکل بے لگام تھا۔ اعلیٰ حضرت کی تحریروں میں کوئی وزن نہ تھا اور اعلیٰ حضرت واقعی بلا وجہ کفر کا فتویٰ صادر کر دیا کرتے تھے۔ معاذ اللہ منہ۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ جب اعلیٰ حضرت نے اٹل پہاڑ کی طرح جم کر دہابیوں دیوبندیوں، نیچریوں، ندویوں، غیر مقلدوں وغیرہ باطل پرستوں گمراہ گروہوں کا رد و ابطال کیا ان کی گمراہیوں، بدعتوں اور فتنوں کو بے نقاب فرمایا۔ تو ان دشمنان دین نے آپس میں سازش کی اور اپنا بخارا تارنے کے لئے اعلیٰ حضرت کی شخصیت کو ہر طرح سے کنگھالا آپ کے چال چلن کی کڑی نگرانی کی آپ کی کتابوں کو ٹوٹا تحریروں کا ایک ایک جملہ پرکھا لیکن یہاں انھوں نے صرف یہی پایا کہ دین پاک کا یہ مجدد اگر ایک طرف تقدیس الہی کا خطبہ پڑھ رہا ہے غفلت مصطفیٰ کا نغمہ سن رہا ہے۔ عزت انبیاء کا گن گار رہا ہے مذہبی ڈاکوؤں کی سرکوبی کا سامان تیار کر رہا ہے۔ تو دوسری طرف حفاظت دین کا درس دے رہا ہے حمایت اسلام کا سبق پڑھا رہا ہے۔ بدعتوں اور گمراہیوں کو مٹا رہا ہے۔ مردہ سنتوں کو زندہ کر رہا ہے بشریعت مقدسہ کے احکام کو عملی جامہ پہنا رہا ہے۔ دنیا کے اسلام میں کتاب و سنت کی سچی تعلیم پھیلا رہا ہے۔

پھر جب ان لوگوں کو اعلیٰ حضرت کے خلاف کوئی واقعی مسالہ نہ مل سکا تو مجبور ہو کر بہتان طرازی، افتراء پردازی اور الزام تراشی پر آرائے اور مشہور کر دیا کہ مولانا امجد رضا تو مکفر المسلمین تھے بلا وجہ مسلمانوں کو کافر کہتے تھے حالانکہ اعلیٰ حضرت کے تھے ان کے بعد ان کے جو لوگ ضروریات

دین کا انکار کر کے خود ہی کافر و مرتد ہو چکے تھے لیکن اپنی منافقت کی وجہ سے اپنے
کو مسلمان کہلواتے رہے ان مرتدوں کے کفر و ارتداد کو اعلیٰ حضرت نے منظر عام پر
کر دیا اور بحکم شریعت اسلامیہ ان کے کافر ہونے کا فتویٰ شائع کیا لہذا اعلیٰ حضرت
مکفر المسلمین نہیں بلکہ مکفر المرتدین تھے۔

پھر مکفر المسلمین کون ہے؟

اب لگے ہاتھوں زبانی نہیں بلکہ ثبوت و دلائل کے کانٹے پر یہ بتا دینا
بہت ضروری ہے کہ کون کون سے حضرات مکفر المسلمین گزرے ہیں جو ناحق بلا وجہ
صرف اپنی تنگ نظری کے باعث بے چارے مسلمانوں کو بے دھڑک کافر و
شُرک کہتے رہے۔

دہابیوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں، نیچریوں، مودودیوں اور ندویوں
کے پیشوا اے اعظم محمد بن عبدالوہاب نجدی نے کتاب التوحید میں دنیا
بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک بناتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

فَانَا نَدَوْنِي عَامَةً مُؤْمِنِي هَذَا الزَّمَانِ مُشْرِكًا

تو بے شک ہم اس زمانے کے سب مسلمانوں کو مشرک جانتے ہیں۔

دکتاب التوحید برسیف الجبار ص ۶۳ مطبوعہ ۱۲۹۲ھ

باطل پرستوں کا یہ چودھری ان مسلمانوں کے متعلق جو حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو اپنا شیخ اور مددگار سمجھتے ہیں کہتا تھا کہ یہ لوگ
نبی اور صحابہ کے پیغمبر ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ۔

فَوَاحِدٌ يَعْبُدُ النَّبِيَّ وَمُتَّبِعِيهِ حَيْثُ يَعْتَقِدُ هُمُ شَفَاعَتُهُ وَأُولِيَاؤُهُ

وہذا آقع الواقع الشوہد (کتاب التوحید برسیف الجبار صفحہ ۶۳)

یعنی کوئی (مسلمان) تو نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور ان کے صحابہ کو پوجتا ہے اس طرح کہ وہ ان حضرات کو اپنا شفیع اور مددگار سمجھتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یا صحابہ کو اپنا شفیع و مددگار سمجھنا بدترین شرک ہے (معاذ اللہ) مودودیوں کا پیشوا محمد بن عبدالوہاب نجدی لکھتا ہے کہ ۔

۔ — فقد ثبت بالنصوص القرآنية ان من اعتقد النبي وغيره

وَلَيْتَهُ فَهُوَ ابُو جَهْلٍ فِي الشَّرِكِ سَوَاءٌ

بے شک قرآن کے کھلے ہوئے اشاروں سے ثابت ہو چکا ہے کہ جو (مسلمان) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسروں کو اپنا مددگار سمجھتا ہے تو وہ ابو جہل کے برابر مشرک ہے ۔
۔ — (کتاب التوحید بحوالہ سیف البحار ص ۶۹)

حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں یوں ارشاد فرماتا ہے

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ
الزَّكَاةَ وَهُمْ سَرَكَعُونَ ۚ (یعنی اے مسلمانو!) تمہارا مددگار صرف اللہ اور اس کا رسول ہے
اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم رکھتے زکوٰۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں ۔۔۔
یہاں صریح طور پر قرآن مجید نے سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اللہ کے نیک بندوں کو
مسلمانوں کا مددگار قرار دیا ہے ۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے سے آج تک ائمہ عظام، اولیائے کرام اور
مسلمانان عالم کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور اقدس صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ بناتے اور یا رسول اللہ پکارتے ہیں ۔ چودھری محمد
بن عبدالوہاب نجدی لکھتا ہے کہ ۔

فمن قال يا رسول الله اسئلك الشفاعة يا محمد ادع الله في قضاء حاجتي
يا محمد اسئلك الله بك واتوجه الى الله بك وكل من ناداه فهو اشرك شركا اكبر
یعنی جس کسی مسلمان نے کہا یا رسول اللہ میں حضور کی شفاعت

مانگتا ہوں یا نبی اللہ میری حاجت پوری ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو یہ کہے
 یا رسول اللہ میں حضور کا واسطہ دے کر اللہ سے مانگتا ہوں اور حضور کے وسیلے سے اللہ کی
 طرف متوجہ ہوتا ہوں وہ بہت بڑا شرک ہے اور جتنے مسلمان بھی حضور کو پکارتے
 ہوں وہ سب بہت بڑے مشرک ہیں۔۔۔ کتاب التوحید برسیف الجبار ص ۲۸
 حالانکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نابینا کو دعا کے تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے۔
 اللہم انی اسئلك واتوجه اليك بنبيك محمد بنی الرحمة يا محمد انی
 اتوجه بك الی ربی فی حاجتی هذا لیقضی اللہم فشفعه فی۔

الہی میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وسیلے سے جو مہربانی کے نبی ہیں یا رسول اللہ میں حضور
 کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تاکہ میری
 حاجت روا ہو۔ الہی انھیں میرا شفیع کر ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما
 من وَاہل النِّسَاءِ وَالتَّوَمَدِیْ وَابْنِ مَآجَةَ وَابْنِ خُزَیْمَةَ وَابْنِ الطَّبَرَانِ وَ
 الْحَاکِمَ وَابْنِ یَحْقَ عَنْ سَیِّدِنَا عُمَانَ بْنِ حَنِیْفٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ
 وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ حَسَنٌ غَرِیْبٌ۔ وَقَالَ ابْنُ مَآجَةَ وَابْنُ الطَّبَرَانِ وَابْنُ یَحْقَ صَحِیْحٌ
 وَقَالَ الْحَاکِمُ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ ابْنِ خَازِمٍ وَابْنِ الْمُسْلِمِ وَخَبَلُ الْاِمَامِ حَافِظُ الْحَدِیْثِ
 ذِکْرِ الدِّیْنِ عَبْدِ الْعَظِیْمِ الْمُنْذَرِیُّ وَغَیْرَہُمْ مِّنْ اُمَّةٍ اَنْقَضَتْ صَحِیْحَہُ ثَابِتًا
 (الامین والعلیٰ)

نجدیت کے متوالو! دیکھ لو یا رسول اللہ پکارنے اور اپنی ذات اقدس کو
 بارگاہ الہی میں وسیلہ بنانے کا حکم خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نے دیا ہے۔

ندویوں کا مقتدا لکھتا ہے کہ فَکَیْفَ حَالُ الْمُشْرِکِیْنَ السَّاکِظِیْنَ الذِّیْنَ
 یَسْمُوْنَ اِبْنَاءَہُمْ عَبْدِ الرَّسُوْلِ عَبْدِ النَّبِیِّ ۱۲۔

تو ان جھوٹے مشرکین کا کیسا حال ہے جو اپنی اولادوں کا نام عبدالرسول
عبد البنی رکھتے ہیں۔۔۔ کتاب التوحید برسیف الجبار صفحہ ۱۵۲

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے
قُلْ يٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ
اللہ یعنی (اے پیارے رسول) تم فرماؤ کہ اے میرے وہ بند و جنھوں نے اپنی
جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

اس آیت کریمہ میں صاف طور پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عبدالرسول
اور عبد النبی قرار دیا۔ تو پھر اپنی اولاد کا نام عبدالرسول، عبد البنی رکھنے والے
مشرک کیوں قرار پائیں گے۔ لیکن یہ بات یہ ہے کہ گمراہ قرآن فہمی کی بصیرت سے
محروم ہیں۔

ملک شام کے مشہور مفتی علامہ شیدا بن عابد بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
شامی جلد ۲ ص ۴۷ میں نجدی و بابیوں کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ
وکانوا ینتحلون مذهب الختابة لكنهم اعتقدوا انهم المسلمون وان من خالف
اعتقادهم مشرکون۔۔۔ یعنی نجدی کے وہابی کہلواتے تو رہے اپنے کو حنبلی لیکن ان
کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور جو لوگ نجدی عقائد کے مخالف ہوں وہ مشرک ہیں۔۔۔

دیوبندیوں کے صدر المدرسین حسین احمد صاحب جنھوں نے عرب
میں نجدی و بابیوں کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ۔

۔۔۔ محمد بن عبد الوہاب نجدی کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام
مسلمان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان
سے تحصیل لینا حلال و جائز بلکہ واجب ہے۔۔۔ الشہاب ثاقب ص ۱۵

ان سب مستند حوالجات نے دن و دوپہر کی طرح روشن کر دیا کہ وہابیوں و ندویوں،
دیوبندیوں کا پیشوا اے قُل محمد بن عبد الوہاب دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتا تھا
لہذا پہلا مکفر المسلمین وہابیوں کا جو دوسری محمد بن عبد الوہاب نجدی ہے۔

دوسرا مکفر المسلمین

تمام دہائیوں دیوبندیوں، غیر مقلدوں، ندویوں اور مودودیوں کے مُسلم ہونا مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب تقویت الایمان ص ۱۵۱ میں لکھتے ہیں کہ۔

۔۔۔۔۔ پھر جو کوئی کسی پر وینڈ کو یا بھوت پری کو یا کسی سچی قبر کو یا بھوتی قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلے کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو یا نشان کو یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو دے یا جانور چھڑا دے یا ایسے مکانوں میں دور دور سے قصد کر کے جاوے یا وہاں روشنی کرے غلاف ڈالے چادر چڑھاوے ان کے نام کی چھڑی کھڑی کرے رخصت ہوتے وقت اٹے پاؤں چلے ان کی قبر کو بوسہ دیوے، مورچہ چل جھلے اس پر شامیانہ کھڑا کرے چوکھٹ کو بوسہ دیوے ہاتھ باندھ کر التجا کرے مراد مانگے۔ مجاور بن کر بیٹھ رہے وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے۔ اور اس قسم کی باتیں کرے اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔۔۔ تقویت الایمان کی عبارت مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ امام ابو ہامیہ اسماعیل دہلوی کے نزدیک۔

۱۔۔ جو مسلمان کسی نبی یا ولی کی سچی قبر کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو وہ شرک ہے۔

۲۔۔ جو مسلمان کسی نبی یا ولی کی سچی قبر کی زیارت کے لئے دور دور سے سفر کر کے جائے وہ شرک ہے۔

۳۔۔ جو مسلمان کسی نبی ولی کی قبر پر روشنی کرے وہ شرک ہے۔

۴۔۔ جو مسلمان کسی نبی کے غلاف ڈالے وہ شرک ہے۔

۵ :- جو مسلمان کسی نبیؐ ولی کی قبر پر چادر چڑھائے وہ مشرک ہے۔

۶ :- جو مسلمان کسی نبیؐ ولی کے مزار سے رخصت ہوتے وقت ادب کے لئے اٹے پاؤں چلے وہ مشرک ہے۔

۷ :- جو مسلمان کسی نبیؐ ولی کی قبر کو چوم لے وہ مشرک ہے۔

۸ :- جو مسلمان کسی نبیؐ ولی کی قبر کو مورچیل تھلے وہ مشرک ہے۔

۹ :- جو مسلمان کسی نبیؐ ولی کی قبر پر شامیانہ کھڑا کرے وہ مشرک ہے۔

۱۰ :- جو مسلمان کسی نبیؐ ولی کی چوکھٹ کو بوسہ دے وہ مشرک ہے۔

۱۱ :- جو مسلمان کسی نبیؐ ولی کی قبر پر ہاتھ باندھ کر کچھ عرض کرے وہ

مشرک ہے۔

۱۲ :- جو مسلمان کسی نبیؐ ولی کی قبر پر کسی طرح کی کوئی مراد مانگے وہ

مشرک ہے۔

۱۳ :- جو مسلمان کسی نبیؐ ولی کی قبر کی خدمت کے لئے مجاور بن کر

رہے وہ مشرک ہے۔

۱۴ :- جو مسلمان کسی نبیؐ ولی کے مزار کے ارد گرد کے جنگل کا ادب

کرے وہ مشرک ہے۔

یہ ہیں وہابیوں کے پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی جنہوں نے تقویت الایمان کے خوفناک دہانے سے کفر و شرک کے گولے برساکر بے شمار مسلمانوں کو کافر و مشرک بنایا ہے۔ لہذا مکفر المسلمین نمبر دو امام الطائفہ اسماعیل دہلوی ہیں۔



تیسرا مکفر المسلمین

یہ تو شہاب ثاقب کے حوالے سے بیان ہو چکا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار کافر و مشرک ہیں اب حسین احمد صاحب نانڈوی کے پیرومرشد اور تمام دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں کہ۔

۔۔۔ محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے۔ اور مذہب ان کا جلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ (محمد بن عبدالوہاب) اور ان کے مقتدی وہابی حضرات (اچھے ہیں)۔۔۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صفحہ ۷)

ثابت ہو گیا کہ مولوی رشید احمد صاحب کے نزدیک مکفر المسلمین محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد عمدہ ہیں اور چونکہ کھلم کھلا چور کی پاسداری کرنے والا بھی قانون کی نگاہ میں چور ہی قرار پاتا ہے اس لئے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد باطلہ کو عمدہ قرار دے کر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی مکفر المسلمین ہوئے لیکن تیسرے درجہ پر کیونکہ مولوی ایل صاحب دیوبندی ان کے اکابر ہیں۔

یہی مولوی رشید احمد صاحب تقویت الایمان کے متعلق لکھتے ہیں کہ۔۔۔ بندہ درشید احمد گنگوہی کے نزدیک سب مسائل اس کے (یعنی تقویت الایمان کے) صحیح ہیں اور تمام تقویت الایمان پر عمل کرے۔۔۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صفحہ ۶۲)

نور فرمائیے www.marfat.com تقویت الایمان پر عمل کرنے کا حکم

دے کر دوسروں کو بھی مکفر مسلمین بننے کی ترغیب دے رہے ہیں۔

پوچھا مکفر مسلمین

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بہشتی زیور حصہ اول ص ۴۵ و ص ۴۶ پر مندرجہ ذیل امور کو کفر و شرک کی باتوں میں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔
کسی کو دور سے پکارنا اور سمجھنا کہ اس کو خبر ہو گئی، کسی سے مرادیں مانگنا کسی کے سامنے جھکنا، سہرا باندھنا، علی بخش، حسین بخش، عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا یوں کہنا کہ خدا اور رسول اگر چاہے تو فلاں کام ہو جائے گا د کفر و شرک ہے۔

بہشتی زیور کی عبارت بالا سے ثابت ہوا کہ مولوی اشرف علی تھانوی کے نزدیک

۱ :- جس مسلمان نے کسی کو دور سے پکارا اور سمجھا کہ اس کو خبر ہو گئی وہ کافر و شرک ہے۔

۲ :- جس مسلمان نے کسی سے مراد مانگی وہ کافر و شرک ہے۔

۳ :- جو مسلمان کسی کے سامنے جھک گیا وہ کافر و شرک ہے۔

۴ :- جس مسلمان نے سہرا باندھ لیا وہ کافر و شرک ہے۔

۵ :- جس مسلمان نے علی بخش حسین بخش عبدالنبی نام رکھا وہ کافر و شرک ہے

۶ :- جس مسلمان نے یہ کہا کہ خدا اور رسول اگر چاہیں تو فلاں کام ہو جائے

گا وہ کافر و شرک ہے۔

بہشتی زیور کے حوالے سے صاف بتا دیا کہ جو تھوڑے پر مکفر مسلمین مولوی

اشرف علی تھانوی ہیں۔ پھر اگر حقیقت و ہابیت پر غور کر لیا جائے تو بالکل واضح ہو جائے گا کہ ہر وہابی مکفر المسلمین ہے کیوں کہ وہابی وہی تو ہے جو نجدی، دہلوی، گنگوہی، تھانوی وغیرہ کی کتابوں پر ایمان لا چکا ہے۔

حرمین مقدس میں دوبارہ حاضری

اعلیٰ حضرت ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۹۷۷ء میں حج و زیارت کے شرف سے مشرف ہو چکے تھے۔ حرمین مقدس میں آپ کی دوسری بار حاضری بالکل غیر متوقع طور پر ہوئی۔ پہلے سے کوئی تیاری نہ تھی واقعہ یوں ہے کہ ۱۲۲۳ھ مطابق ۱۹۰۶ء عیسوی میں اعلیٰ حضرت کے برادر خرد مولانا محمد رضا اور آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت حمزہ الاسلام مولانا حامد رضا مع متعلقین بارادۂ حج بریلی سے روانہ ہوئے اور اعلیٰ حضرت ان حضرات کو لکھنؤ تک پہنچا کر بریلی واپس آ گئے لیکن چونکہ تقدیر الہی میں اسلام و سنیت کی اہم اہم خدیں اس دفعہ کی حاضری سے متعلق تھیں اس لئے مصلحت خداوندی نے حرمین مقدس کی حاضری کے لئے آپ کے قلب و روح میں ایسا ہیجان پیدا کیا کہ آپ نے پہلے سے بغیر کسی ارادے اور تیاری کے اچانک قصد سفر فرمایا۔ اور ٹرین میں سوار ہونے سے پہلے اپنی روانگی کا ایک تار بریلی اسٹیشن سے بمبئی روانہ کیا جب جمہ کے دن صبح آٹھ بجے بمبئی اسٹیشن پر پہنچے تو دیکھا کہ حاجی قاسم وغیرہ احباب گڑیاں لئے موجود ہیں سلام و مصافحہ کے بعد ان لوگوں کا پہلا لفظ یہی تھا کہ حضور اس وقت شہر کو نہ جلیں وقت کم ہے سیدھے قرظینہ چلئے ابھی آپ کے اعزہ داخل نہیں ہوئے ہیں۔ کیونکہ کل بمبئی میں ایک جمعہ کی آدمی جماعت کو بھپار ا

دے چکا تو دفعہ اسے سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ اس نے کہا اب باقی لوگوں کا بھیار اکل جمو کو ہو گا۔ اس طرح حضرت مولانا حامد رضا صاحب اور آپ کے دیگر اعزہ باقی رہ گئے۔ لہذا اب سیدھے قرطبہ چلنا ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت قرطبہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل کہ آپ کو بھی جگہ اسی جہاز میں مل گئی جس میں مولانا حامد رضا وغیرہ سفر کرنے والے تھے پھر آپ بمبئی سے اپنے اعزہ ہی کے ساتھ حرمین مقدس کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور مکہ معظمہ حاضر ہو کر تمام مناسک حج کو ادا فرمایا۔

کتاب خانہ حرم اور فاضل جلیل

مولانا سید اسماعیل علیہ الرحمہ

شیخ الدلائل حضرت مولانا شاہ عبدالحق مہاجر مکی دنیائے عرب و ہند میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ ہندوستانی ہیں لیکن آپ کے علم کے انوار مکہ میں چمک رہے تھے۔ تفسیر مدارک التزیل پر آپ نے سات ضخیم جلدوں میں حاشیہ لکھا ہے جو اکلیل کے نام سے مشہور ہے۔ جن علمائے حرمین کو شیخ الدلائل مولانا شاہ عبدالحق کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا ان میں فاضل جلیل حضرت مولانا سید اسماعیل مکی بھی ہیں جو حضرت مولانا سید خلیل کے بڑے صاحبزادے ہیں علم و فضل کے پیش نظر آپ کو کتب خانہ حرم کی نظامت کا منصب سپرد کیا گیا اسی لئے آپ محافظ کتب خانہ حرم کے نام سے مشہور تھے۔

اعلیٰ حضرت نے ۱۲۱۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں رندودہ میں ایک فتویٰ مرتب فرمایا جس کا نام فتاویٰ الحرمین لرُجف ندوۃ المین ہے اس میں اٹھائیس سوالات پھر اعلیٰ حضرت کی طرف سے ان کے پانچ جوابات ہیں جب یہ فتویٰ حاجیوں کے

ذریعہ فاضل جلیل مولانا سید اسماعیل اور دیگر علمائے مکہ کی خدمت میں پیش ہوا تو ان حضرات نے اس فتویٰ کو اپنی تصدیقات و تقریبات سے مزین فرمایا اور احقاقِ حق و ابطالِ باطل کے صلے میں اعلیٰ حضرت کو عظیم و جلیل کلمات سے یاد کیا یہی وہ مقدس فتویٰ ہے جس کے باعث علمائے مکہ خصوصاً مولانا سید اسماعیل غائبانہ ہی اعلیٰ حضرت سے کمال عقیدت رکھتے تھے۔ اور آپ کی ملاقات کے لئے مشتاق رہا کرتے تھے۔ اس سال ۱۲۲۲ھ میں جب اعلیٰ حضرت تمام مناسک حج ادا کر کے فارغ ہو گئے تو ایک دن حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کو ساتھ لے کر کتب خانہ حرم میں پہنچے اس وقت مولانا سید اسماعیل کتب خانہ میں موجود تھے لیکن عدم تعارف کے باعث وہ جان نہ سکے کہ اس وقت ہماری عقیدت و محبت کا مرکز و نبیائے سنیت کا امام احمد رضا کتب خانہ میں رونق افروز ہے۔

اعلیٰ حضرت نے مولانا اسماعیل سے کچھ کتابیں نکلوائیں اور مطالعہ میں مشغول ہو گئے۔ حاضرین میں کسی نے مسئلہ پوچھا کہ زوال سے پہلے رمی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مولانا سید اسماعیل نے جواب دیا کہ یہاں کے علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ پھر اسی مسئلہ کے متعلق مولانا حامد رضا اور مولانا اسماعیل کے درمیان گفتگو ہونے لگی اس درمیان میں اعلیٰ حضرت سے بھی مسئلہ دریافت کیا گیا۔ آپ نے جواب دیا کہ زوال سے پہلے رمی کرنا مذہبِ حنفیہ کے خلاف ہے اس پر مولانا اسماعیل نے ایک متداول کتاب کا نام لیا اور بتایا کہ اس میں جواز کو علیہ الفتویٰ لکھا ہے اعلیٰ حضرت نے فرمایا ممکن ہے روایت جواز ہو مگر علیہ الفتویٰ ہرگز نہ ہوگا۔ مولانا اسماعیل علیہ الرحمہ فوراً الماری سے وہ کتاب نکال لائے اس میں دیکھا گیا تو مسئلہ مذکورہ اسی صورت سے نکلا جو اعلیٰ حضرت نے بتایا تھا یعنی اس میں علیہ الفتویٰ کا لفظ نہ تھا مولانا سید اسماعیل نے اعلیٰ حضرت کے متعلق مولانا حامد رضا سے کان میں جھک کر پوچھا کہ یہاں پر fatwa.com پر رضا کو بھی جانتے نہ تھے مگر اس

وقت گفتگو انہیں سے ہو رہی تھی۔

مولانا حامد رضا نے بتایا کہ آپ کا نام اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی ہے نام سنتے ہی مولانا اسماعیل اپنی جگہ سے بے تابانہ دوڑتے ہوئے آئے اور شدت خلوص کے باعث اعلیٰ حضرت سے لیٹ گئے پھر تو عقیدت و محبت کا رشتہ اتنا استوار ہوا کہ جب تک اعلیٰ حضرت مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہے۔ مولانا سید اسماعیل تقریباً روزانہ اعلیٰ حضرت کی قیام گاہ پر تشریف لاتے ان کے کمال اعتقاد کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں صرف اعلیٰ حضرت کی ملاقات کے لئے خود بریلی تشریف لائے۔

حسام الحرمین جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں آچکا ہے اس میں مکہ اور مدینہ کے تین تین علمائے کرام نے اپنی تصدیقات تحریر فرمائی ہیں انہیں میں مولانا سید اسماعیل بھی ہیں۔ میرے نزدیک ان تین تین علماء میں جو عالم سب سے زیادہ قلم کا دھنی ہے وہ مولانا سید اسماعیل مکی ہیں۔ یہ کہنا بالکل حق بجانب ہے کہ آپ کے ہاتھی قلم نے ذوالفقار حیدر کرار کا جلوہ پیش کرتے ہوئے بارگاہ رسالت کے بدگویوں کو کھیرے لکڑی کی طرح کاٹ کر پھینک دیا جس کو حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شمشیر آبدار کی کاٹ دینی ہو۔ وہ اس ہاتھی فاضل کی اس باطل سوز تقریظ کا مطالعہ کرے جو حسام الحرمین میں درج ہے۔

مولانا شاہ سلامت اللہ رامپوری علیہ السلام

اس بار مکہ معظمہ میں اعلیٰ حضرت کی حاضری بلا قصد جس غیر متوقع طور پر ہوئی اس کا بیان سابق صفحات میں موجود ہے۔

انکشاف وہاں پہنچ کر ہوا۔

اعلیٰ حضرت کو لوگوں نے بتایا کہ یہاں وہ بائیں پہلے سے آئے ہوئے ہیں جن میں خلیل احمد ایچی اور ریاست ہند کے بعض وزراء و دیگر امراء بھی ہیں ان لوگوں نے شاہ حجاز شریف علی ہاشم شاہ رسائی پیدا کی ہے شاہی دربار میں مسئلہ علم غیب پر گرامر مجسم جاری ہیں۔ اور مسئلہ علم غیب کے متعلق کچھ پیش سوالات سابق قاضی مکہ رئیس العلماء مولانا صالح کمال کی خدمت میں ہوئے ہیں یہ سن کر اعلیٰ حضرت رئیس العلماء مولانا صالح کمال کے دولت خانہ پر تشریف لے گئے مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے مولانا عبد الاحد بھی ہمراہ تھے۔ رئیس العلماء سے سلام و مصافحہ ہوا پھر آپ نے صحیح نسلیس عربی میں مسئلہ علم غیب پر سلسل و دو گھنٹے تقریر فرمائی اور اسے آیات و احادیث و اقوال ائمہ سے ثابت کیا اور اس مسئلہ میں وہابیہ کی جانب سے پیدا کئے ہوئے شبہات و شکوک کا دندان شکن جواب دیا حضرت مولانا صالح کمال اس دو گھنٹے تک ہر تن گوش ہو کر اعلیٰ حضرت کے ایمان افروز زبان کو خاموشی کے ساتھ سنتے رہے جب تقریر ختم ہو گئی تو مولانا صالح کمال چپکے سے اٹھے اور قریب ہی الماری سے ایک کانڈ نکال لائے جس میں مسئلہ علم غیب کے متعلق پانچ سوال تھے اسی میں ایک سوال حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ را میپوری کے اس قول کے متعلق تھا جو انہوں نے اپنی کتاب اعلام الاذکیاء میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں لکھا کہ ہوا لاؤل والاخذ والظاهر والباطن وهو بكل شیء علیہ اور چہارہ سطر کا اپنا نام تمام جواب اعلیٰ حضرت کو دکھایا اور پھر اسے چاک فرما دیا۔ اور کہنے لگے کہ مکہ معظمہ میں آپ کا آنا اللہ کی رحمت تھا ورنہ مولانا سلامت اللہ را میپوری کے کفر کا فتویٰ یہاں سے جا چکا ہوتا۔

دولتِ میکہ

۵/ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۰ فروری ۱۹۰۶ء کو عصر کی نماز سے فارغ ہو کر اعلیٰ حضرت کتب خانہ حرم کی جانب تشریف لے جا رہے تھے جب دفتر کے زینے پر چڑھنے لگے تو کچھ سے آہٹ معلوم ہوئی دیکھا تو رئیس العلماء مولانا صالح کمال ہیں سلام و مصافحہ کے بعد دونوں حضرات کتب خانہ کے دفتر میں جا کر بیٹھے اس وقت وہاں دیگر علماء کے علاوہ مولانا سید اسماعیل اور ان کے برادر گرامی مولانا سید مصطفیٰ نیز ان کے والد ماجد مولانا سید خلیل تشریف فرما تھے حضرت مولانا صالح کمال نے جیب سے ایک پرچہ نکالا جس پر علم غیب کے متعلق پانچ سوال تھے۔ یہ وہی سوالات تھے جن کا جواب مولانا موصوف نے شروع کیا تھا اور اعلیٰ حضرت کی تقریر سننے کے بعد چاک فرمایا انھوں نے وہ پرچہ اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ یہ سوالات وہابیہ نے سیدنا شریف علی پاشا کے ذریعہ پیش کئے ہیں۔ اور آپ سے جواب مقصود ہے۔ اعلیٰ حضرت جواب لکھنے کے لئے فوراً تیار ہو گئے۔ اور مولانا سید مصطفیٰ سے فرمایا کہ قلم و دست دیکھئے رئیس العلماء مولانا صالح کمال نے سید اسماعیل اور مولانا سید خلیل نے فرمایا کہ ہم لوگ ایسا فوری جواب نہیں چاہتے جو مختصر ہو بلکہ ایسا مدلل جواب ہو کہ خبیث وہابیوں کے دانت کھٹے ہو جائیں اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ اس طرح کے جواب کے لئے کچھ مہلت چاہئے اس وقت صرف دو گھڑی دن باقی ہے اس میں کیا ہو سکتا ہے مولانا صالح کمال نے فرمایا کل مشکل اور پرسوں بدھ ہے ان دو روز میں آپ جواب مکمل فرمادیں اور ہمیں آپ کا جواب جمعرات کو مل جائے تاکہ میں سیدنا شریف

Marfat.com

کتابیں علوم حدیثیہ دینیہ کی مہر میں چھپ چکی تھیں اعلیٰ حضرت نے خیال فرمایا کہ وعدہ میں آج ہی کا دن باقی ہے اور ابھی بہت کچھ لکھنا ہے۔ اس لئے آپ نے معذرت پیش کرتے ہوئے اس خادم سے فرمایا کہ تمہارے مولانا آج کے دن معافی دیں کل میں خود ملاقات کرنے کے لئے آجاؤں گا۔ خادم گنیا اور فوراً واپس آکر اس نے کہا کہ ہمارے مولانا سید عبدالحی صاحب آج ہی مدینہ طیبہ جا رہے ہیں اور ان کے قافلہ کے اونٹ شہر مکہ سے باہر جمع ہو چکے ہیں ظہر کی نماز کے بعد سوار ہو جائیں گے مجبور ہو کر اعلیٰ حضرت نے مولانا سید عبدالحی کو تشریف آوری کی اجازت دیدی چنانچہ وہ تشریف لائے اور اعلیٰ حضرت سے علوم حدیث کی اجازتیں طلب فرمائیں اور کھوائیں بعد اعلیٰ مذاکرے ہوتے رہے یہاں تک کہ ظہر کی اذان ہوئی بعد نماز وہ عازم مدینہ طیبہ ہو گئے آج کے دن کا زیادہ حصہ یوں خالی گزر گیا اور بخاریا ساتھ ساتھ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل خاص نے عشرہ کے بعد دولتِ مکہ کی تکمیل اور بیسیں سب پوری کرا دی اور جمعرات کی صبح ہی کو یہ کتاب حضرت مولانا صالح کمال کے یہاں پہنچا دی گئی۔

رسالہ دولتِ مکہ اعلیٰ حضرت کی زندہ جاوید کرامت ہے کہ آپ نے بخاری کی شدت میں بغیر کسی کتاب کی مدد کے محض اپنی خدا داد یادداشت کے بل پر تفاسیر، احادیث اور کتب ائمہ کی اصل عبارتوں کے حوالجات کثیرہ نقل فرماتے ہوئے صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے کی قلیل مدت میں تصنیف فرمایا جس میں حقائق و دقائق معارف و عوارف کے بحرِ خار لہریں مار رہے ہیں ان کے دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ باخیموں کی سرکوبی کے لئے تازہ دم لشکر ہیں رسالہ مذکورہ کا طرزِ تحریر گویا معانی بدیعہ کی پاکیزہ لڑیوں میں عربی ادب کے خوشنما موتی پر وئے ہیں۔

شاہِ حجب از کا دربارِ پر وقار

رئیس العلماء مولانا صاحب کمال نے ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۰۵ء کو دن ہی میں دولتِ مکیہ کا کامل طور پر مطالعہ کیا اور شام کو شریف علی پاشا کے یہاں لے کر پہنچے عشر کی نماز وہاں اول وقت میں ہو جاتی پھر بارہ بجے رات تک شریف علی پاشا کا دربار ہوتا تھا۔ حضرت رئیس العلماء نے دربار میں کتنا پیش کی اور علی الاعلان فرمایا کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا نے وہ علم ظاہر کیا جس کے انوار چمک اُٹھے ہیں اور جو ہمارے خواب میں بھی نہ تھا شریف علی پاشا نے کتاب پڑھنے کا حکم دیا۔ دربار میں دو وہابی احمد فکیہ اور عبدالرحمن اسکوہی بیٹھے تھے انھوں نے دولتِ مکیہ کے ابتدائی مضامین سن کر خوب اندازہ کر لیا کہ کتاب رنگ بدل دے گی اس لیے انھوں نے چاہا کہ بحث میں الجھا کر وقت گزاریں اور کتاب سننے نہ دیں چنانچہ کتاب پر کچھ اعتراض کیا مولانا صاحب کمال نے جواب دیا اور آگے بڑھے انھوں نے پھر ایک پہل اعتراض کیا حضرت مولانا نے اس کا جواب دے کر فرمایا کہ آپ حضرات کتاب کو سن لیجئے پوری کتاب سننے سے پہلے اعتراض بے موقع ہے ممکن ہے کہ آپ کے شبہات کا جواب کتاب ہی میں ہو اور اگر نہ ہو گا تو میں جواب کا ذمہ دار ہوں اور مجھ سے جواب نہ ہو سکا تو خود کتاب کا مصنف موجود ہے اتنا کہہ کر آگے پڑھنا شروع کیا کچھ دور پہنچے تھے کہ وہابیوں نے پھر ایک اعتراض جڑ دیا کیونکہ ان کا مقصد تو الجھانا تھا اب حضرت مولانا نے شریف علی پاشا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کا حکم ہے میں کتاب پڑھ کر سناتا ہوں اور یہ لوگ بار بار الجھ رہے ہیں اگر آپ

حکم دیں تو میں ان کے اعتراضوں کا جواب دوں یا حکم ہو تو کتاب سناؤں شریف
 نے فرمایا اِقْرَأْ اَپ کتاب پڑھئے شاہی فرمان کے بعد اب کون بول سکتا
 تھا وہابیوں کا منہ سب اٹھا اور حضرت مولانا کتاب سنا تے رہے اس کے دلائل
 قاہرہ سن کر شریف علی پاشا نے باواز بلند فرمایا۔ اللہ یُعْطِی وَهُوَ لَا یَمْنَعُونَ
 اللہ تو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرماتا ہے اور یہ وہابیہ
 منع کرتے ہیں نصف شب تک آدمی کتاب کے مضامین سناے جا چکے
 اب دربار برخواست ہونے کا وقت آگیا شریف نے حضرت مولانا صاحب
 کمال سے فرمایا کہ یہاں نشانی رکھ دیجئے اور پھر کتاب بغل میں لے کر بالا خانے
 پر آرام کرنے کے لئے بشریف لے گئے وہ کتاب پھر انہیں کے پاس رہ گئی
 اور اصل کتاب سے متعدد نقلیں مکہ معظمہ کے علمائے کرام نے لیں کتاب
 کا شہرہ پورے شہر میں پھیل گیا وہابیوں پر اس پڑ گئی بفضل تعالیٰ ان کے
 سب لوہے ٹھنڈے پڑ گئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ منہ پر بارہ بج رہے ہیں مکہ معظمہ
 کے نیچے جب وہابیوں کو دیکھتے تو ان سے تمسخر کرتے کہ تم لوگ اب نہیں کچھ
 بولتے۔ تمہارے جوش و خروش کیوں رنوج کر ہو گئے پیارے مصطفیٰ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علوم غیب ماننے والوں کو کافر کہنا کہ ہر گھسا
 تمہارا کفر و شرک تمہیں پر پٹا وہابیہ جواب دیجئے کہ مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ
 مکیہ میں منطقی تقریریں بھر کر شریف پر جادو کر دیا ہے۔



خطرناک منصوبہ

شہر مکہ میں دولت مکہ کے فتح و ظفر کا ڈکا تو نج ہی چکا تھا اب علمائے کرام نے اس پر دھوم دھامی تقریظیں اور تصدیقیں لکھنی شروع کیں حق کا غلبہ دیکھ کر وہابیوں کا دل جلتا لیکن بس کچھ نہ چلتا غور و فکر کے بعد انھوں نے یہ طے کیا کہ کسی طرح فریب کر کے تمام تقریظات برباد کر دی جائیں۔ چنانچہ وہ سب مل کر حضرت مولانا کبیر العلماء ابوالخیر مرداد کی خدمت میں پہنچے اور کہا کہ دولت مکہ پر ہم بھی تقریظ لکھنی چاہتے ہیں لہذا کتاب منگوا دیجئے وہ سیدھے مقدس بزرگ وہابیوں کے فریب کو کیا جائیں۔ اپنے صاحبزادے مولانا عبداللہ مرداد کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھیجا یہ مولانا عبداللہ شریف کے امام اور اعلیٰ حضرت کے مرید تھے۔ کبیر العلماء مولینا ابوالخیر کا منگوانا اور مولانا عبداللہ کا کتاب لینے کو آنا ہی اطمینان کے لئے کافی تھا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کہ اعلیٰ حضرت اس وقت کتب خانہ حرم شریف میں تھے اور حضرت مولانا اسماعیل بھی وہاں موجود تھے۔ اعلیٰ حضرت کے کچھ بولنے سے پہلے ہی مولانا سید اسماعیل نے ہاشمی جلال کے ساتھ فرمایا کہ کتاب ہرگز نہیں دی جائے گی جو صاحب تقریظ لکھنی چاہتے ہوں وہ لکھ کر یہاں بھیج دیں اعلیٰ حضرت نے مولانا سید اسماعیل سے فرمایا کہ مولانا ابوالخیر منگوار ہے ہیں اور ان کے صاحبزادے مولانا عبداللہ جو میرے مرید بھی ہیں لینے آئے ہیں تو ایسی صورت میں انکار کرنا مناسب نہیں لگتا بھوادینی چاہئے۔

ہوئے ہیں میں انکو جانتا ہوں وہ منافقین ہیں مولانا ابوالخیر مراد کو انھوں نے
 دھوکا دیا ہے اس طرح اس ہاشمی فاضل سید اسماعیل کی برکت نے کتاب کو
 بغضِ تعالیٰ و ہابیوں کی دست برد سے بچا یا اور ان کے خطرناک منصوبے
 کو ناکام بنا دیا۔

گورنر مکہ معظمہ احمد راتب پاشا

جب علی پاشا کے دربار میں دشمنانِ دین کا منہ کالا ہو گیا ساتھ ہی ان کا
 خطرناک منصوبہ بھی خاک میں مل گیا تو انھوں نے اب تیسری کڑوٹ بدلی ایک
 ناخواندہ جاہل شیخ عبدالقادر سیسی کو جو نائب الحرم کہلاتا تھا شیخ معصوم اور احمد
 فکیہ و فیرہ نے دجل و فریب کی پٹی پڑھا کر اپنا موافق بنالیا اور احمد راتب پاشا
 کے پاس بھیجا جو اس زمانے میں مکہ معظمہ کے گورنر تھے احمد راتب پاشا
 ناخواندہ فوجی آدمی مگر دیندار تھے روزانہ عصر کے بعد کعبہ شریف کا طواف
 کرتے و ہابیوں نے سوچا کہ علی پاشا ایک ذی علم آدمی تھے کتاب سن کر معتقد
 ہو گئے اور یہ بے پڑھا فوجی آدمی ہمارے بھڑکانے سے بھڑک جائے گا
 ایک دن کا ذکر ہے کہ جب احمد راتب پاشا طواف سے فارغ ہوئے تو
 عبدالقادر نائب الحرم نے ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ حضور ایک ہندوستانی
 عالم (احمد رضا) نے ہندوستان میں بہت سے لوگوں کے عقیدے بگاڑ
 دیے ہیں اور اب اہل مکہ کے عقیدے خراب کرنے آیا ہے۔ پھر نائب الحرم نے سوچا
 کہ گورنر یہ کس طرح باور کر لگا کہ ایک ہندوستانی شخص مکہ والوں کے عقیدے بگاڑ دیگا
 اس لئے مجبور ہو کر اسے اتنا اور کہنا پڑا کہ شیخ العلماء سید محمد سعید بانصیل

رئیس العلماء مولانا شیخ صالح کمال اور کبیر العلماء مولانا ابوالخیر مرداد وغیرہ اکابر اس ہندوستانی عالم کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان جو بات نائب الحرم نے مجبوراً کہی تھی وہ اس پر الٹی پڑی احمد راتب پاشا نے سخت برہم ہو کر ایک چپت اس کی گردن پر لگائی اور کہا یا خبیث ابن الخبیث یا کلب ابن الکلب اذا کان هو کلاباً معہ فہو یفسد ام یصلح۔ اے خبیث کے بیٹے خبیث اے کتے کے پلے جب یہ بڑے بڑے علمائے کرام اس ہندوستانی عالم کے ساتھ ہیں تو وہ عقیدہ خراب کرے گا یا اصلاح کرے گا پھر تو وہ نائب الحرم ذلت و رسوائی کے پسینہ میں مٹا ہوا ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد سے مولانا سید اسماعیل وغیرہ عبدالقادر شیبی کو نائب الحرم احمند فکیدہ احمق سفیہ اور معصوم کو مخصوص کہا کرتے تھے۔

رئیس العلماء کی خدمت میں رشوت کی پیشکش

جب رئیس العلماء مولانا صالح کمال علی پاشا کے دربار میں دولت مکہ سنانے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ تو اسی اثناء میں آپ نے شریف علی پاشا سے خلیل احمد ندیم کے عقائد باطلہ اور ان کی کتاب براہین قاطعہ کا بھی ذکر کر دیا تھا خلیل احمد ندیم کو جب خبر ہوئی تو آپ کے پاس کچھ اشرفیہاں نذرانہ لے کر پہنچے اور عرض کی کہ حضرت! آپ مجھ پر کیوں ناراض ہیں حضرت مولانا نے فرمایا کہ خلیل! یہ میرا نام نہیں احمد ہے۔ آپ

نے فرمایا تجھ پر افسوس ————— تو نے براہین قاطعہ میں وہ شنیع باتیں کیسے لکھیں ہیں تو تجھے رتقدیس الوکیل میں، زندیق لکھ چکا ہوں اس سے پہلے مولانا غلام دستگیر قصوری لاہوری کتاب تقدیس الوکیل عن توحید الرشید والخلیل لکھ کر علمائے مکہ سے تقریظیں لے چکے تھے اس کتاب پر مولانا صابری کمال کی بھی تقریظ ہے اس میں آپ نے خلیل احمد علی اور رشید احمد گنگوہی کو زندیق لکھا ہے۔

مولوی ایٹھی صاحب نے مولانا صالح کمال سے کہا کہ حضرت جو باتیں میری طرف نسبت کی گئی ہیں وہ میری کتاب میں نہیں ہیں لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہاری کتاب براہین قاطعہ چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ اور وہ میرے پاس بھی موجود ہے جب خلیل احمد نے دیکھا کہ اب بھانڈا پھوٹنے والا ہے۔ تو بول پڑے کہ کیا حضرت کفر سے تو یہ قبول نہیں ہوتی۔ حضرت مولانا نے جواب دیا ہوتی ہے پھر آپ نے چاہا کسی مترجم کو بلائیں اور اسی صاحب کو براہین قاطعہ دکھا کر ان کلمات باطلہ کا اقرار کرا کر توبہ لیں مگر ایٹھی صاحب رات ہی میں جدہ بھاگ گئے۔ حضرت مولانا صالح کمال نے اس واقعہ کی اطلاع کا خط حضرت مولانا سید ایل کے پاس بھیجا انھوں نے مولانا صالح کمال کا اصل خط اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھیج دیا صبح کو جب رئیس العلماء مولانا صالح کمال اعلیٰ حضرت کی قیام گاہ پر تشریف لائے اور یہ واقعہ خود بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ خلیل احمد ایٹھی رات ہی میں جدہ بھاگ گیا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ مولانا! آپ نے بھگا دیا۔ رئیس العلماء اظہار تعجب کرتے ہوئے بولے میں نے بھگا دیا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہاں آپ نے تو انھوں نے پوچھا یہ کیونکر؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا

عہ مکمل خط المفوظ حصہ دوم ص ۱۵۵ میں مع اردو ترجمہ منقول ہے۔

marfat.com

Marfat.com

کہ جب خلیل احمد نے پوچھا کہ کیا کافر کی توبہ قبول نہیں ہوتی ہے؟ تو اس وقت آپ نے کیا جواب دیا؟ انیس العلماء نے فرمایا کہ میں نے کہا ہوتی ہے! علیحضرت نے کہیں آپ کے اسی جملے نے اسے بھگایا۔ آپ کو توبہ جواب دینا چاہئے تھا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی اور توہین کرے اس کی توبہ نہیں قبول ہوتی انہوں نے فرمایا واللہ بات تو مجھ سے رہ گئی۔

الانتباہ :- بارگاہ رسالت میں گستاخی کرنے والے کی توبہ قبول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سلطان اسلام بعد توبہ بھی اس کو سزائے موت دے گا یعنی توبہ کرنے کے باعث وہ سزائے موت سے بچ نہیں سکتا لیکن اگر اس نے صدق دل سے توبہ کر لی ہے تو اس کا کفر مٹ جائے گا وہ مسلمان قرار پائے گا۔ مجمع الانہر اور در مختار میں ہے واللفظ لہ الکافر بیت نبی من الانبیاء لا تقبل توبتہ مطلقاً۔ جو شخص کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہوا اس کی توبہ کسی طرح قبول نہیں — فقہائے کرام کے اس ارشاد کا معنی یہی ہے کہ عدم قبول توبہ صرف حاکم اسلام کے یہاں ہے۔

مولانا عبداللہ بن صدیق ممفتی حنفیہ

مکہ شریف میں علیحضرت کا قیام متواتر علالت شدیدہ کے باعث ۲۲ صفر ۱۳۲۳ھ تک رہا، علیحضرت کے علم و فضل کا چرچا ہر طرف پھیل چکا تھا زمانہ قیام میں علمائے مکہ نے بکثرت علیحضرت کی دعوتیں بڑے اہتمام سے کیں ہر دعوت میں علماء کا مجمع ہوتا علمی مذاکرے ہوتے رہتے علمائے کرام آپ سے سبزیں

اور اجازتیں لکھواتے آپ کی قیام گاہ پر صبح سے بارہ بجے رات تک ملاقات
وزیارت کرنے والے علماء وغیرہ کا ہجوم رہتا۔

خود اعلیٰ حضرت دھوتوں کے علاوہ صرف چار حضرات رئیس العلماء مولانا
صالح کمال، شیخ العلماء مولانا سید محمد سعید با بصیل، شیخ الدلائل مولانا
عبدالحق مہاجر مکی اور کتب خانہ میں مولانا سید اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے
پاس تشریف لے جایا کرتے باقی دوسرے علمائے کرام اور یہ حضرات مولانا
صالح کمال، مولانا محمد سعید، مولانا اسماعیل اعلیٰ حضرت کی فرودگاہ پر تشریف
لے آتے۔ شیخ الدلائل مولانا شاہ عبدالحق علیہ الرحمہ جن کو مکہ شریف میں
سکونت اختیار کئے ہوئے چالیس سال سے زائد ہو چکے تھے اس عرصہ
دراز میں کبھی شریف مکہ کے یہاں بھی تشریف نہ لے گئے لیکن بابر سال
وفصل و کمال آپ اعلیٰ حضرت کی قیام گاہ پر دو مرتبہ تشریف لائے انحضرت
مولانا عبداللہ بن صدیقی جو اس وقت مفتی حنفیہ تھے ان کے علاوہ پورے
شہر مکہ میں ایسا کوئی عالم نہ تھا جو اعلیٰ حضرت کی ملاقات وزیارت کو نہ آیا ہو۔
مفتی حنفیہ کو ان کے جلیل القدر منصب نے اعلیٰ حضرت کی قیام گاہ پر تشریف
لانے سے روکا۔ کیونکہ وہاں مفتی حنفیہ کا منصب شاہ حجاز شریف سے دوسرے
درجہ پر سمجھا جاتا تھا لیکن اعلیٰ حضرت کے علمی کمالات کو سن کر ان کا
اشتیاق ملاقات بڑھتا ہی رہا۔ یہاں تک کہ ایک دن انھوں نے اپنے
ایک شاگرد خاص کو بھیجا ان کے شاگرد نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں
گزارش کی حضرت مفتی حنفیہ مولانا عبداللہ بن صدیقی نے بعد سلام فرمایا ہے کہ میں آپ
کی زیارت کا بہت مشتاق ہوں۔

اس وقت اعلیٰ حضرت کے پاس مولانا سید اسماعیل بھی تشریف فرما تھے
اعلیٰ حضرت نے جانا کہ مفتی حنفیہ کے یہاں جانے کا وعدہ کر لیں کہ اتنے میں مولانا
سید اسماعیل نے فوراً روکا۔ اور فرمایا خدا کی قسم یہ ہرگز نہ ہوگا تمام علمائے

کرام خود ملنے آتے ہیں وہ کیوں نہیں آتے۔ اعلیٰ حضرت اس شہزادہ ہاشمی کی قسم کے باعث مجبور ہو گئے اور وعدہ ذکر کے لیکن تقدیر الہی میں ایک نئی شان سے ملاقات ہونا مقدر تھا۔

واقعوں سے کہ اسی زمانے میں مولانا عبداللہ مرواد امام حرم شریف اور مولانا حامد محمد احمد جدوی نے نوٹ کے متعلق اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ایک استفتاء پیش کیا جس میں بارہ سوال تھے اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں مبسوط کتاب بنام کفیل الفقہ فی احکام قضا و الدراہم تصنیف کرنی شروع کی جو بفضلہ تعالیٰ ۲۳ محرم ۱۲۲۳ھ کو مکمل ہو گئی پھر کتاب تبیین کے لئے کتب خانہ حرم میں حضرت مولانا سید مصطفیٰ کے پاس بھجوائی گئی کہ مولانا موصوف نہایت خوشخط عالم تھے۔

۴ صفر ۱۲۲۳ھ کو اعلیٰ حضرت کفیل الفقہ کے مبیفہ کی تصحیح کے لئے کتب خانہ حرم میں پہنچے دیکھا کہ ایک شاندار عالم بیٹھے ہوئے کفیل الفقہ کا مطالعہ کر رہے ہیں جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں اعلیٰ حضرت نے فتح القدیر سے یہ عبارت نقل فرمائی کہ لَوْ بَاعَ كَافَّةً بِأَلْفٍ ثَجُوزُ لَا يَكْفُرُ یعنی اگر کوئی شخص اپنے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپیے میں بیچے تو بلا کراہت جائز ہے۔ تو پھر ٹکڑے اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر بولے اَیْنَ جَمَالُ بِنِ عَبْدِ اللَّهِ مِنْ هَذِهِ النِّعَةِ الصَّالِحَةِ حَضْرَتِ جَمَالِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ اس شخص صریح سے کہاں غافل رہ گئے۔

جب گزشتہ زمانے میں حضرت مولانا جمال بن عبداللہ بن عمری علیہ الرحمہ مفتی حنفیہ تھے تو ان سے بھی نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا انھوں نے جواب میں لکھا کہ علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے۔ مجھے اس کے جریہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کچھ حکم دوں۔

موجودہ مفتی مولانا عبداللہ بن عمری کا اشارہ انہیں کی جانب

تھا پھر مولانا عبداللہ کو کوئی مسئلہ دیکھنا تھا اس کے لئے کتابیں نکلوائیں اور ان کی عبارتیں نقل کرنی چاہتے تھے اور اعلیٰ حضرت کفل الفقہ کے مبیضہ کو اصل سے ملانے میں مشغول ہوتے۔ اس وقت تک نہ اعلیٰ حضرت نے مولانا عبداللہ رحمہ کو جانا کہ موجودہ مفتی حنفیہ ہی ہیں اور نہ انھوں نے اعلیٰ حضرت کو جانا اسی اشارہ میں انھوں نے دوات ایک ایسی کتاب پر رکھ دی جس کا وہ نہ مطالعہ کر رہے تھے اور نہ اس سے کچھ نقل کر رہے تھے اعلیٰ حضرت نے ان پر کوئی اعتراض نہ فرمایا۔ بلکہ کتاب کی تعظیم کے لئے دوات اتار کر نیچے رکھ دی وہ بولے کہ بخیر الزا بٹش کتاب الکراہیت میں تصریح ہے کہ دوات کتاب پر رکھنی جائز ہے اعلیٰ حضرت نے ان سے یہ تو نہیں فرمایا کہ بخیر الزا بٹش کتاب الکراہیت تک کتب پہنچی وہ کتاب القضاہ ہی میں ختم ہو گئی ہے ہاں اتنا فرمایا کہ ایسا نہیں بلکہ مناعت کی تصریح ہے مگر نکھتے وقت بضرورت جائز ہے مثلاً ہوا کی وجہ سے کتاب کے ورق اڑتے ہوں تو اس وقت اس پر دوات رکھنی جائز ہے انھوں نے فرمایا کہ میں لکھنا ہی تو چاہتا ہوں اعلیٰ حضرت بولے لیکن ابھی آپ لکھتے تو نہیں ہیں پھر وہ خاموش ہو گئے۔ اور حضرت مولانا سید امین سے دریافت فرمایا یہ کون عالم ہیں انھوں نے جواب دیا کہ یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ہیں جن کی تصنیف کف الفقیہ الفاہم کا ابھی ابھی آپ مطالعہ کر چکے ہیں بملے مگر شرماتے ہوئے اور پھر فوراً تشریف لے گئے۔



حسام الحرمین پر علماء کی تقریبات

اعلیٰ حضرت نے مرزا غلام احمد قادیانی، مولوی گنگوہی، مولوی تھانوی، مولوی انبیٹھی، مولوی نانوتوی پرانے عقائد کفریہ التزمیہ کے سبب کفر کا فتویٰ دیا جو ۱۹۰۳ء میں الْمُعْتَمَدُ الْمُسْتَنْدُ میں پٹنہ سے چھپ کر شائع ہوا پھر آپ نے اپنے اسی مقدس سفر میں الْمُعْتَمَدُ الْمُسْتَنْدُ کا خلاصہ رسالہ مبارک حسام الحرمین میں نقل فرما کر علمائے مکہ کے سامنے پیش کیا۔ اکابر علماء نے دولتِ مکیہ کیساتھ ساتھ حسام الحرمین پر بھی نہایت دھوم دھام کیساتھ اپنی تقریبات و تصدیقات تحریر فرمائیں علمائے محدثین کے اسمائے گرامی گزشتہ اوراق میں نقل کئے جا چکے ہیں۔

علمائے جفر بارگاہِ ضوئیں

علم جفر تمام علوم سے مشکل تر اور سکھانے والے مفقود اور اکابر مصنفین کو کمال اخفاء مقصود ہے ۱۲۹۴ھ میں مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری ماہر دینی علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت کو صرف ایک قاعدہ بدوح طین جو مزدوجات سے ہے تذکرۃ تعلیم فرما دیا تھا۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے جو کتابیں علم جفر کے نام سے مشہور اور رائج ہیں ان کے متعلق اسی علم سے سوال کیا اس نے نہایت تشبیح کی اور بتایا کہ سب کتابیں مہمل باطل جلاوینے کے قابل ہیں صرف دو کتابوں کی تحریر کی جاتی ہے مشہور کتابوں کے علاوہ ہیں

جن میں ایک کتاب۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ہے۔ وہ دونوں کتابیں فضیل الہی سے اعلیٰ حضرت کو بھیجا ہو گئیں۔ جہاں تک ہو سکا آپ نے بزور مطالعہ ان کے معانی و دقیقہ و مطالب بدیہ کو حل فرمایا اور جس جگہ حضرات مصنفین نے مخصوص الفاظ و حروف کے ذریعہ معنی اور مطلب کو اپنے ذہن تک محدود رکھا تھا وہاں آپ نے قواعد جفر سے سوال کیا اس نے مطلب بتایا اب اس سے ایک نیا قاعدہ حل ہوا پھر آگے بڑھے جب رکاوٹ پیدا ہوئی تو دوبارہ آپ نے فن جفر سے سوال کیا اس نے بتایا اور مضمون حل ہوا۔ اسی طرح آپ نے وہ دونوں کتابیں کامل طور پر حل فرمائیں۔

آپ کی تصنیف "سفر السفر عن الجفر" یا "الجفر" یعنی جفری سے جفر کو واضح کرنے والی کتاب انھیں مباحث میں ہے جس میں ساٹھ سوال اور جفر سے ان کا جواب ہے۔ حاصل گفتگو یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اللہ تعالیٰ کے کرم اور پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عنایت سے نہ صرف جفر پر عبور حاصل کیا بلکہ اس کے ذریعہ "علم زائر جہ" کے ایک عظیم سرمکتوم کا بھی پتہ لگالیا جس کی نسبت حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ "زائر جہ" میں ہے کہ زمانہ شیت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس راز کے اخفاء کا حلفی عہد ہے۔ فن کی کتابوں میں نہایت غامض چیتاں کی طرح اس کے بارہ تپے دیئے گئے ہیں انھیں میں ایک یہ کہ "خاتم آدم میں ہے" اعلیٰ حضرت نے اس کے متعلق بھی جفر کے اسی پہلے قاعدہ سے سوال کیا اس نے روشن طور پر بتا دیا اب جو ان باعہیلیوں کو آپ نے ملاحظہ فرمایا تو سب خود بخود منکشف ہو گئیں لیکن اس وسعت علم کے باوجود زمانہ قیام مکہ میں آپ نے خیال فرمایا کہ یہ مقدس شہر تمام دنیا کا مرجع و ماویٰ ہے۔ علمائے مغرب بھی یہاں تشریف لاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی صاحب جفرواں مل جائیں تو ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے

ایک صاحب کے بارے میں پتہ چلا کہ علم جفر میں مشہور ہیں اعلیٰ حضرت نے نام پوچھا تو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا احمد دھان مکی کے چھوٹے صاحب زادے مولانا عبدالرحمن وہاں ہیں۔ اعلیٰ حضرت نام سن کر بہت خوش ہوئے کہ مولانا عبدالرحمن رہاں اور ان کے بڑے بھائی مولانا اسعد وہاں قاضی مکہ آپ سے حدیث لے چکے تھے۔ آپ نے مولانا عبدالرحمن کو بلایا اور تنہائی میں کئی گھنٹے گفتگو رہی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علم جفر کے جو ناقص قاعدے مولانا عبدالرحمن کے پاس تھے۔ ان کی تکمیل ہو گئی۔ اسی طرح کا ایک واقعہ شہر مدینہ طیبہ میں پیش آیا۔ وہاں بھی ایک صاحب عبدالرحمن آفندی شامی نام کے اعلیٰ حضرت کو ملے جو مسلسل کئی روز تشریف لائے۔ اور دیر تک بیٹھ کر چلے جاتے علماء و معززین شہر کے ہجوم کے سبب انھیں اپنی بات کہنے کا موقع نہ ملتا تھا ایک دن اعلیٰ حضرت نے ان سے حاضری کی غرض پوچھی جواب دیا کہ تنہائی میں کہوں گا۔ دوسرے دن ان کے لئے وقت مقرر ہوا تشریف لائے اور بولے میں جفر میں کچھ باتیں کرنی چاہتا ہوں۔ جب گفتگو ہوئی تو ان پر ظاہر ہو گیا کہ علم جفر اتنا آسان نہیں جتنا انھوں نے سمجھا تھا۔ کہنے لگے کہ یہاں نہ میرا قیام زیادہ دن تک رہے گا نہ آپ کا لہذا میں خاص اس علم کو حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں ہندوستان آؤں گا وہ تو نہ آ سکے۔ مگر مولانا سید عبدالقادر مدنی کے صاحبزادے مولانا سید حسین مدنی بریلی تشریف لائے اور چودہ ماہ اعلیٰ حضرت کے کاشانے پر قیام پذیر رہے۔ اس مدت میں انھوں نے علم جفر، علم اوفاق، اور علم تکمیر آپ سے سیکھا اطائب الاکسیر فی علم التکسیر انھیں کے لئے عربی زبان میں اعلیٰ حضرت نے تصنیف فرمایا علم جفر میں مولانا سید حسین مدنی کو اتنی قدرت حاصل ہو گئی تھی کہ پانچ سوالوں میں دو کا صحیح جواب نکال لیتے۔ اعلیٰ حضرت ان کے متعلق فرماتے تھے کہ اگر وہ ہندوستان میں رہتے تو سب کے جواب صحیح

نکلنے لگتے۔ آپ نے انھیں تعلیم دینے سے پہلے جب علم جفر سے اجازت کے متعلق سوال کیا تو جواب ملا کہ ضرور سکھائیے کہ یہ اسی کے واسطے اتنی دور سے سفر کر کے آئے ہیں پھر رخصت کے وقت آپ نے وہ تمام ہمد اڈل کثیرہ جو اس فن کی تکمیل کے لئے اپنی طبعزاد ایجاد کی تھیں مولانا حسین مدنی علیہ الرحمہ کو نذر کر دیں کہ خود اس فن کے ترک کا قصد کر لیا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ شب و روز لوگوں کے کثرتِ سوالات آپ کی خالص دینی خدمات میں حارج ہو رہے تھے۔

سرکارِ اعظمِ مدینہ طیبہ کو روانگی

۲۴ صفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۹ اپریل ۲۰۰۲ء کو اعلیٰ حضرت کعبہ تن سے کعبہ جانِ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اس زمانے میں مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان موٹر کا انتظام نہیں تھا خشکی میں اونٹ اور دریا میں کشتی کے ذریعہ لوگ سفر کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت چونکہ عرصہ سے علیل تھے۔ اس لئے آپ نے جدہ ٹک اونٹ سے سفر فرمایا اور وہاں سے رابع تاٹ ساعیدہ کے ذریعہ پہنچے ساوہ اس بڑی کشتی کو کہتے ہیں جس میں جہاز کی طرح مستول ہوتا ہے اور چالیں پیتا لیس آدمی خوب آسانی سے بیٹھتے ہیں اس وقت رابع کے سردار شیخ حسین تھے جنہوں نے بلا جان پہچان کمال خلوص کے ساتھ مدینہ طیبہ کے سفر میں اعلیٰ حضرت کو ہر طرح کی سہولت ہم پہنچائی۔ رابع میں بھی اعلیٰ حضرت کے فضل و کمال کا چرچا پھیل چکا تھا چنانچہ سردار حسین کے بھائی ابراہیم اپنے عزیز واقارب کی جماعت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے خاندان کا ایک نرغمی مقدمہ جو مدت سے بے فیصلہ پڑا تھا پیش کیا۔

اور آپ سے تصفیہ کر دینے کی گزارش کی اعلیٰ حضرت نے حکم شرعی بیان کیا
اور بفضلہ تعالیٰ آپ کی برکت سے باتوں ہی باتوں میں باہم فیصلہ ہو گیا
پھر انیسویں سے اونٹن کے ذریعہ سفر شروع کیا اور چھٹے دن مدینہ پہنچ کر
مَوَاجِہَةُ اَقْدَامُ میں حاضری دی۔

ایک مخالف مدینہ طیبہ کے صلہ میں

مدینہ طیبہ میں ایک ہندوستانی صاحب شیخ الحرم عثمان پاشا کے
دربار میں کچھ رسائی رکھتے تھے وہ ایک مدرسہ کے نام پر ہندوستان
وغیرہ ممالک سے چندہ منگوا کر لاتے تھے۔ یہ صاحب بھی دشمنان دین کی باتوں
میں اگر اعلیٰ حضرت کے مخالف ہو گئے۔ ابھی اعلیٰ حضرت مکہ معظمہ ہی میں موجود
تھے کہ آپ کی آمد آمد کا شہرہ مدینہ طیبہ پہنچا۔ یہ ہندوستانی صاحب
جو حاکم مجازی عثمان پاشا کے یہاں تحصیل تھے۔ اپنی رسائی کے بل پر
یہ غلط بولے کہ مولانا احمد رضا نے تو مکہ معظمہ میں اپنا سکہ جما لیا یہاں
آنے دو آتے ہی ان کو قید کرادوں گا لیکن انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ اعلیٰ حضرت
احمد رضا کا حاکم حقیقی اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندہ احمد رضا پر بڑا مہربان
ہے۔ اور سرکارِ دو عالم شہنشاہ کوہین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم بے
پایاں احمد رضا کا محافظ و نگہبان ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت کا قیام ابھی مکہ ہی
میں تھا کہ ان ہندوستانی صاحب کی نسبت دھوکے سے چندہ
منگوانے کا دعویٰ ہوا اور وہ جیل خانے بھیج دیے گئے۔ جب اعلیٰ حضرت
مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو وہ سزا کی میعاد کاٹ کر آچکے تھے مسجد نبوی
میں ملاقات کی اور ملاقات میں تنہائی میں ملنا چاہت

ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ علمائے کرام کا ہجوم دیکھ رہے ہیں مجھے تو تنہائی آدھی رات کو ملتی ہے بولے میں اسی وقت حاضر ہوں گا اعلیٰ حضرت نے فرمایا بارہ بجے رات میں حکومت کی جانب سے آنے جانے پر بندش ہوتی ہے انھوں نے کہا کہ مجھ پر کوئی بندش نہیں ہوگی پھر وہ وقت مقررہ پر حاضر ہوئے اور اپنی گزشتہ بدگمانی کو ظاہر کر کے معافی کے طلب گار ہوئے اعلیٰ حضرت نے معاف فرما دیا۔ پھر وہ صاحب جب ہندوستان آئے تو دوبارہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں عقیدتمندانہ حاضر دی پردہ پوشی کے لئے اعلیٰ حضرت نے ان صاحب کا نام نہیں ظاہر فرمایا

عالم بیداری میں زیارت کی دولت کبریٰ

اعلیٰ حضرت ان شہیدانِ محبت میں ہیں جن کے نزدیک حاضریِ حرمین کا اصل مقصود آستانہ نبوت کی زیارت ہے۔ عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اعتقاد یہ ہے کہ اگر زیارت کی نیت نہ ہو تو حج کعبہ کا کوئی لطف حاصل نہیں اور اس حج میں کوئی جان نہیں جو نیتِ زیارت سے وابستہ نہ ہو۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت نے اس سفر مقدس کا بھی مقصود آستانہ نبوی کی زیارت ہی قرار دیا تھا۔ آپ اپنی نعتیہ تصنیف حدائقِ بخشش میں لکھتے ہیں کہ۔

اس کے طہیل حج بھی خدا نے کرا دیے

اصلِ مآدِ حاضری اس پاک و پاک کی ہے

کعبہ کا نام مکہ نہ یہاں طیبہ ہی کہا !
پوچھا تھا جس نے مجھ سے کہ نہضت کدھر کی ہے

حدیث شریف میں ہے: **وَالْمَنْعَلُ امْرُؤٌ مَّا لَوْ عَاہِرُ**
شخص کے لئے وہی چیز ہے جس کی اس نے نیت کی۔۔۔ خاص
و عام کا زبان زد ایک مقولہ بھی ہے کہ جیسی نیت ویسی برکت پھر اعلیٰ حضرت
کا یہ سفر مقدس چونکہ خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
زیارت پاک کے لئے تھا اور نیت بالکل خالص تھی اس لئے اللہ
کے پیارے رسول سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے سچے
عاشق احمد رضا کے لئے دنیوی حجابات ہٹا کر اس طرح کرم فرمایا کہ
عبد المصطفیٰ احمد رضا نے اپنے آقا و مولیٰ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کو بیداری کی حالت میں اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور زیارت
مقدس کی اس خصوصیت و ولت کبریٰ و نعمت عظمیٰ سے شرفیاب ہوئے
مولوی سید شاہ جعفر میاں صاحب خطیب جامع مسجد کپور تھلہ نے
اپنے والد صاحب کے عرس کے موقع پر بیان کیا کہ اعلیٰ حضرت جب
دوسری مرتبہ زیارت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے مدینہ طیبہ
حاضر ہوئے۔ تو شوق دیدار میں روضہ شریف کے مواجہہ میں درود شریف
پڑھتے رہے اور یقین کیا کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور
عزت افزائی فرمائیں گے اور ہمارا چہرہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے
لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا تو ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہ ہے

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں۔۔۔ تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

عہ کہیں بہانے کی تیاری کو نہضت کہتے ہیں۔

عہ یہ غزل عدالتِ شریعت میں ہے۔
marfat.com

یہ عِزْلِ مُوْاجِفَہٗ اقدس میں عرض کر کے انتظار میں مودب بیٹھے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور حتم سر سے بیداری میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔

ایلیٰ حضرت علمائے مدینہ کے جہیز میں

مدینہ طیبہ میں اعلیٰ حضرت کی حاضری سے پہلے ہی آپ کے علم و فضل کا کاشہرہ اور آپ کے سچے عشق کا چرچا پہنچ چکا تھا۔ مکہ شریف میں اعلیٰ حضرت حاضری مدینہ کے لئے بے تاب تھے لیکن آپ کی علالت شدیدہ سفر کے لئے مانع تھی اور یہاں علمائے مدینہ اس عاشق رسول نائب نبی کی ملاقات و زیارت کے لئے بیقرار ہو کر آپ کی آمد کا سختی سے انتظار فرما رہے تھے۔

شیخ الدلائل حضرت مولانا شاہ عبدالحق مہاجر مکی علیہ الرحمہ کے مخلص شاگرد حضرت مولانا کریم اللہ مہاجر مدنی علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ ہم سالہا سال سے یہاں مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں۔ اطراف و آفاق سے علماء آتے ہیں اور جو تیاں چٹختے چلے جاتے ہیں کوئی بات نہیں پوچھتا لیکن اعلیٰ حضرت کے پوچھنے سے پہلے ہی علماء تو علماء اہل بازار تک آپ کی زیارت و ملاقات کے مشتاق تھے چنانچہ جب مدینہ طیبہ میں اعلیٰ حضرت کی حاضری ہوئی اور آمد کی خبر ہر طرف پھیلی تو صبح سے عشاء تک آپ کے پاس علمائے مدینہ کا ہجوم رہتا تھا ملاقات و زیارت کرنے والوں کی بھیڑ بارہ بجے رات سے

پہلے بیٹھنے کا نام نہ لیتی تھی یہاں تک کہ اگر کسی کو تنہائی میں اعلیٰ حضرت سے ملنا ہوتا تو وہ آدھی رات کے بعد ہی مل سکتا تھا۔ آپ کے ساتھ خلوص و عقیدت میں مدینہ طیبہ کے حضرات کرام نے باشندگان مکہ معظمہ سے زیادہ حصہ لیا۔ شیخ الدلائل حضرت مولانا سید محمد سعید مغربی کے کمال عقیدت کا یہ عالم تھا کہ آپ اعلیٰ حضرت کو یاسیدی کہہ کر مخاطب کرتے ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت نے ان سے فرمایا کہ حضرت سید تو آپ ہیں۔ وہ بولے واللہ سید (مردار) تم ہو اعلیٰ حضرت نے فرمایا میں سیدوں کا غلام ہوں انھوں نے فرمایا تو یوں بھی سید ہوئے سید علم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مَوْلٰی الْقَوْمِ مِنْهُمْ۔ قوم کا آزاد شدہ غلام انہیں میں سے ہے۔

مدینہ طیبہ کے علمائے کرام بالخصوص حضرت مولانا سید عباسی رضوان، مولانا سید مامون بری، مولانا سید احمد جزائری، مولانا شیخ ابراہیم خر بوطی، مولانا عثمان بن عبد السلام سابق مفتی حنفیہ مدینہ طیبہ اور تاج العلماء مولانا تاج الدین البیاسی مفتی حنفیہ مدینہ منورہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ بڑی محبت و خلوص سے پیش آئے اور شایان شان آپ کا اکرام و اعزاز فرمایا حقیقت یہ ہے کہ جو مرد مومن پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و عظمت پر اپنی فانی عزت قربان کر کے فانی فی الرسول کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو پھر بارگاہ رسالت سے اس کو وہ اعزاز نصیب ہوتا ہے کہ امت کے بڑے چھوٹے سب اس کے آگے جبین احترام کو جھکا دیتے ہیں۔

مکہ معظمہ کے علمائے کرام کی طرح مدینہ طیبہ کے علمائے عظام نے بھی اعلیٰ حضرت سے سندیں اور اجازتیں لیں اور یہ سلسلہ مدینہ طیبہ سے واپسی تک قائم رہا۔ یہاں تک کہ روانگی کے دن جب قافلہ کے اونٹ آگئے اور اس پر سوار ہونے کی تیاری ہو چکی تو

اجازت نامے لکھواتے رہے۔ اعلیٰ حضرت نے حرمین مقدس وغیرہ کے کثیر علمائے کرام کو سندیں اور اجازتیں دی ہیں۔ ان میں جن سندوں اور اجازتوں کی نقلیں لی جاسکیں وہ سب الاجازات المتنبیہ میں طبع ہو چکی ہیں۔

حسام الحرمین کی تصدیقات اور دولت مکہ کی تقریظات کا کام یہاں بھی نہایت شان و شوکت کے ساتھ انجام پایا۔ مفتی شافعیہ مولانا سید احمد برزنجی نے نوحسام الحرمین کی تصدیقی میں ایک مستقل رسالہ لکھا جس میں انھوں نے فتویٰ دستخطی مہری گنگوہی، حفظا لایمان، تحذیر الناس، براہین قاطعہ کی عبارات کفریہ پر اپنی ذاتی بحث تحریر کر کے پیشوایان و بابیہ، نانوتوی گنگوہی، اور تھانوی وغیرہ پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

مولانا کریم اللہ مہاجر مدنی کے خلوص کی تو کوئی حد نہیں تھی حسام الحرمین اور دولت مکہ کی تصدیقات و تقریظات میں انھوں نے بڑی سعی جمیل فرمائی۔ یہاں کے علماء نے بھی دولت مکہ کی نقلیں حاصل فرمائیں ایک نقل حضرت مولانا کریم اللہ نے مزید تقریظات حاصل کرنے کے لئے اپنے پاس رکھی اعلیٰ حضرت کی واپسی کے بعد بھی مصر، شام اور بغداد مقدس وغیرہ ممالک کے جو علماء آستانہ نبوی پر جاہزی دینے کے لئے مدینہ طیبہ پہنچتے مولانا کریم اللہ علیہ الرحمہ ان کی خدمت میں دولت مکہ پیش کرتے اور ان کی تحریر فرمودہ تقریظات کو ذریعہ ڈاک اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھیجتے رہے۔ فجزاۃ اللہ تعالیٰ خیرا کثیرا



ہندوستان کو واپسی

اعلیٰ حضرت کا قیام مدینہ طیبہ میں ایسی کنٹینر^{۳۱} دن تک رہا اس درمیان میں آپ ایک مرتبہ مسجد قبا شریف کو گئے اور ایک بار حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کو حاضر ہوئے باقی ایام سرکار اقدس کی حاضری میں گزارا۔ پھر آستانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہزاروں نعمتوں اور برکتوں سے شرفیاب ہو کر ہندوستان کو واپس ہوئے جدہ ٹانک اونٹ سے سفر فرمایا اور وہاں سے ذریعہ جہاز کراچی پہنچے پھر بمبئی کے معتقدین اصرار کر کے آپ کو بمبئی لے گئے۔ آپ نے بمبئی سے مستورات کو حضرت مولانا محمد رضا اور حجت الاسلام مولانا حامد رضا کے ساتھ بریلی روانہ کر دیا۔ اور خود بمبئی و احمد آباد وغیرہ میں مفتوں قیام فرما کر ایک ماہ کے بعد بریلی پہنچے۔ ہم نے اعلیٰ حضرت کا یہ سفر نامہ نیز حرمین مقدس کے واقعات المملفوظ حصہ دوم سے اخذ کئے ہیں روانگی اور واپسی کے درمیان کے بہت سے واقعات اختصار کے پیش نظر نقل نہ کر سکے۔ مزید معلومات کے لئے المملفوظ حصہ دوم کے ادراک کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

یہاں ہندوستان میں وہاں ہوں نے یہ خبر گرم کر رکھی تھی کہ مولانا احمد رضا تو مکہ شریف میں قید کر لیے گئے چنانچہ ان خبروں سے متاثر ہو کر ہندوستان کے بعض سنیوں نے دریافت حالات کے لئے شیخ الدلائل مولانا شاہ عبدالحق صاحب کی علیہ الرحمہ کی خدمت میں خطوط روانہ

کئے۔ حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے وہ جواب دیا کہ سنیوں کا دل باغ باغ اور وہابیوں کا کلیجہ داغ داغ ہو گیا۔ آپ نے وہاں سے لکھا کہ خبیثوں کا کذب غیث ہے۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا کو مکہ شریف میں وہ اعزاز ملا جو کسی کو نصیب نہیں ہوا۔



زمانہ قریب کے علمائے مکہ

حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے منصب و رفعت سے جس قدر علمائے حرمین واقف ہوئے۔ اس قدر خود ہندوستانی حضرات بھی واقف نہیں ہیں مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں اعلیٰ حضرت کا جیسا اعزاز و اکرام ہوا۔ اور جس طرح اکابر حرمین نے آپ کی عظمت کے سامنے سر نیز کو خم کیا۔ اس کا کچھ اندازہ ناظرین بھی ان واقعات سے کر سکتے ہیں جو گزشتہ صفحات میں پیش کئے جا چکے لیکن وہ واقعات ۱۲۲۳ھ کے ہیں جب کہ اعلیٰ حضرت اس دنیا میں تھے اور مکہ معظمہ میں شریف مکہ کی حکومت تھی اب ہم دور جدید کے چند اہل حق علمائے کرام کے پاکیزہ خیالات سفر نامہ حرمین طیبین کے حوالے سے نقل کرتے ہیں جس سے ناظرین پر واضح ہو جائے گا کہ آج بھی علمائے حرم کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کی عقیدت و محبت کی شمع روشن ہے ۱۲۷۹ھ مطابق ۱۹۵۹ء میں مولانا غلام مصطفیٰ مدرس مدرسہ عربیہ اشرف العلوم گھوڑا مارا راج شاہی مشرقی پاکستان جب جج وزارت سے مشرف ہو کر اپنے وطن پہنچے تو احباب کے اصرار پر انھوں نے ایک کتاب بنام سفرنامہ حرمین طیبین مرتب فرما کر شائع کی

ذیل کے واقعات اسی کتاب سے اقتباس کر کے پیش کئے جاتے ہیں۔

مولانا سید محمد علوی قاضی القضاۃ

مولانا غلام مصطفیٰ صاحب اپنی کتاب سفرنامہ حرمین ص ۶۶ میں رقمطراز ہیں کہ
 ۔۔۔۔۔ ہم لوگ ایک ساتھ بصورت وفد علمائے حرم سے ملاقات
 کو حاضر ہوتے ہمارے وفد کی پہلی ملاقات حضرت مولانا مفتی سعد اللہ مکی
 سے ہوئی جو نہایت ہی معزز بزرگ ہیں تقریباً تیس سال بمبئی میں رہ چکے ہیں
 اب آخری عمر میں پھر مکہ شریف کی سکونت اختیار فرمائی ہے علامہ موصوف
 نے فرمایا کہ بلاد عرب میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ڈنکا بج رہا ہے اور علمائے حرمین طہیین اعلیٰ حضرت سے
 جس قدر واقف ہیں ہندوستان کے لوگ اس قدر واقف نہیں ہیں حضرت
 علامہ سعد اللہ نے ہم لوگوں کو بطور امتحان حضرت مولانا سید محمد علوی مالکی
 کے پاس بھیجا جو اس وقت مکہ شریف کے قاضی القضاۃ ہیں ان کے والد
 محترم اعلیٰ حضرت کے ہم عصر دوست تھے۔ حضرت علامہ سعد اللہ مکی نے ہم لوگوں
 سے فرمایا کہ آپ لوگ علامہ سید محمد علوی سے ملاقات کے بعد صرف اتنا
 کہئے گا کہ فحس تلامیذ تلامیذ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں
 سریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، پھر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے
 گا کہ اعلیٰ حضرت کے علم و فضل کا سکہ علمائے حرم پر کس قدر بیٹھا ہوا ہے اور
 علمائے حرم کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کا کتنا احترام و وقار ہے۔ بہر کیف ہم
 لوگ حضرت مولانا سید محمد علوی مالکی مدظلہ العالی کے در و درت پر حاضر ہوئے
 تھوڑی دیر کے بعد ایک حسین چمیل بزرگ شریف لائے جن کی صورت

سے نور سہادت کی شمعیں نکل رہی تھیں سب لوگ تعظیم کے لئے
 کھڑے ہو گئے حضرت مولانا نے حاضرین کو السلام علیکم کہا اور سب کو بیٹھنے
 کا اشارہ کیا سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔
 اور پھر ہر شخص مصافحہ و دست بوسی کرنے لگا۔ حضرت مولانا نے ہر شخص
 سے خیریت پوچھی پھر نہایت ہی شیریں اور بھنڈا شربت حاضرین کو پیش کیا گیا
 حضرت مولانا نے ہر شخص کا مقصد حاضری دریافت فرمایا اور حاجت روائی
 فرمائی۔ جب ہم لوگوں کی باری آئی تو ہم لوگوں نے وہی جملہ دہرایا۔
 نحن تلامیذ تلامیذ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل

بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ————— یعنی ہم لوگ
 اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ اتنا سنتے ہی
 مولانا سید محمد علوی سرود قدا کھڑے ہو گئے اور فردا فردا ہم لوگوں
 سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا اور بے حد تعظیم کی پھر دوبارہ شربت و قہوہ
 پیش ہوا۔ اور انھوں نے اپنی پوری توجہ ہم لوگوں کی جانب مبذول
 فرمادی ایک آہ سرد بھر کر فرمایا سیدی علامہ مولانا احمد رضا خان صاحب
 فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نحن تعارف بالتصنیفات والتالیفات بحبہ
 علامۃ السنۃ و بغضہ علامۃ البدعۃ یعنی ہم حضرت مولانا
 احمد رضا فاضل بریلوی کو ان کی تصنیفات و تالیفات سے پہچانتے
 ہیں ان کی محبت سنیت کی علامت ہے اور ان سے بغض بدعتی کی
 پہچان ہے۔ اس مجلس میں بڑے بڑے رؤسا و مکہ جلوہ افروز تھے
 اور حضرت مولانا سید محمد علوی کی اس خصوصیتی و شفقت و التفات کو
 دیکھ کر دم بخود تھے تمام لوگوں نے حضرت مولانا موصوف نے ہم لوگوں کا
 تعارف کرایا اور بار بار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر فرمایا۔

علامہ شیخ محمد مغربی الجبزی

علامہ محمد مغربی یہ وہ بے باک عالم حقانی ہیں کہ جس وقت سعودی عرب کا بادشاہ ابن سعود جنت الملعونہ، جنت البقیع شریف کے مزارات مقدسہ کو توڑ رہا تھا اور اپنی بربریت و بہمیت کا مظاہرہ کر رہا تھا تو تمام لوگ دم بخود تھے اس وقت علامہ شیخ محمد مغربی ہی کی ذات گرامی تھی جس نے خانہ کعبہ کی دیوار کے نیچے بادشاہ کے اس جاہلانہ و ظالمانہ حرکت کے خلاف آواز بلند کی اور علمائے حرم کو غیرت دلائی اور فرمایا کہ اے علمائے حرم تم کہاں منہ چھپائے پھر رہے ہو؟ آؤ ہم لوگ خانہ کعبہ کی دیوار مقدس کے نیچے قسم کھائیں کہ ہم بادشاہ سے پوچھیں گے کہ تو مزارات مقدسہ کے ساتھ ایسا ظلم کیوں کر رہا ہے حضرت شیخ مغربی کی اس صدائے حق نے عوام و خواص کو ایسا چونکا دیا کہ ہر طرف سے لوگ اس آواز پر مرجسا و لیشک کے نعرے بلند کرنے لگے۔ غزبوں کی غیرت میں جوش آگیا۔ اور ہر جگہ بادشاہ کے جور و ستم کے خلاف احتجاج ہونے لگا۔ شاہ ابن سعود یہ حالت دیکھ کر گھبرا اٹھا اور علامہ محمد مغربی نیز ان کے ساتھیوں کو اس نے جس دوام کی سزا دے دی۔ میدان حق کے اس بے باک مجاہد نے جیل کی وحشتناک زندگی تو قبول کر لی لیکن اپنی حق گوئی میں کوئی لچک پیدا نہ ہونے دی۔ تھوڑے دنوں کے بعد جب بادشاہ مر گیا اور اس کا بیٹا جو سعودی عرب کا موجودہ حکمران ہے تخت نشین ہوا تو اس نے علامہ محمد مغربی اور ان کے ساتھیوں کو مزارات مقدسہ کے توڑ

پھوڑ کا سلسلہ بند ہو گیا۔

اسی بے باک مرد مومن کی ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا غلام مصطفیٰ اپنے سفر نامہ ص ۱۱ میں لکھتے ہیں کہ۔

• ہم لوگ دوسرے دن حضرت علامہ شیخ محمد مغربی الجزائری کے دربار تک پہنچے یہاں کمروں کی آرائش و زیبائش کا عجیب عالم تھا ہر طرف نہایت ہی قرینے سے گاؤتکے لگے ہوئے تھے۔ نہایت ہی قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی الماریوں میں نایاب کتابیں و نفیس طریقے سے سجائی گئی تھیں۔ ایک طرف ٹیلیفون رکھا ہوا تھا بڑے بڑے روسائے مکہ شیخ کو پنکھا چھل رہے تھے۔ حبشی جوان پٹکا باندھے مؤدب کھڑے تھے۔ شیخ موصوف نہایت ہی معمر لیکن نہایت تندرست ہیں چہرہ نورانی دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے عالم پیری میں بھی وہ نوران کے چہرے سے جھلک رہا تھا کہ اللہ اللہ کیا کہنا ہم لوگ شیخ سے ملے۔ شیخ کو جب یہ معلوم ہوا کہ ہم لوگ اعلیٰ حضرت کے سلسلے میں منسلک ہیں تو پھر دوبارہ شیخ نے کھڑے ہو کر فرودا سب سے مصافحہ و معانقہ فرمایا اور بڑی عزت افزائی کی شیخ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بار بار ذکر فرمایا اور فرمایا کہ حضرت علامہ فاضل بریلوی میرے ہم عصر اور میرے بہت دوست تھے۔ ہم آج بھی ان کے علم و فضل کے مداح ہیں اور ہمیشہ دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں۔ ایک دن حرم شریف میں ہم لوگ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے مغرب کی نماز ہو چکی تھی۔ معمر، مین، ترکی وغیرہ کے بڑے بڑے علماء شیخ کے سامنے جلوہ افروز تھے ہم لوگوں کو دیکھتے ہی شیخ کھڑے ہو گئے پھر کیا تھا غیر ممالک کے علماء کی نگاہیں ہم لوگوں کی طرف اٹھ گئیں کہ یہ کون لوگ ہیں کہ شیخ نے ان کی یہ عزت افزائی فرمائی شیخ نے ہم لوگوں کا تعارف کرایا اور اعلیٰ حضرت کے حالات بیان فرمائے۔

یہ ہیں دور جدید کے علمائے مکہ جن کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کی عظمت و عقیدت اتنی راسخ ہو چکی ہے کہ اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے نہیں شاگرد نہیں بلکہ شاگردوں کے شاگرد بھی ان کے نزدیک قابل احترام و لائق مدد و نصرت ہیں۔



مولانا عبدالرحمن درویش

مولانا غلام مصطفیٰ اپنے سفرنامہ ص ۴۷ میں رقمطراز ہیں کہ
 _____ مکہ شریف میں ہماری ملاقات مولانا درویش عبدالرحمن صاحب قبد بانجو سے ہوئی ان سے مل کر بہت سی باتیں معلوم ہوئیں یہ نہایت ہی بزرگ اور ہر دلعزیز درویش ہیں۔ میں دن کے وقت گرمی سے پریشان ہو کر ان کے مکان پر چلا جاتا۔ ان کا مکان حرم شریف سے بالکل متصل اور نہایت ٹھنڈا تھا ان کی عمر شریف تقریباً اسی سال کی ہو چکی ہے لیکن جوانوں سے بھی زیادہ چُست ہیں۔ سوائے بالوں کی سفیدی کے ان پر بڑھاپے کا قطعی کوئی اثر نہیں ہے میں نے ان کی صحت کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ بزرگانِ دین کے کرم کا اثر ہے۔ میں جب چھوٹا تھا تو حضرت علامہ شیخ الدلائل مولانا عبدالحق صاحب الآبادی مہاجر کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا چھوٹا کھانا مجھے نصیب ہوا کرتا تھا۔ یہ حضرت موصوف کے چھوٹے کھانے کی برکت ہے کہ میں ابھی تک جوان ہوں۔ مولانا عبدالرحمن درویش یہ وہ بزرگ ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے بہت سارے برکات ان کے پاس موجود ہیں جن کی میں نے اور مولانا عبدالصطفیٰ صاحب اعظمی نے زیارت کی مولانا عبدالرحمن صاحب کے پاس www.marfat.com میں حسب ذیل چیزیں اب

بھی موجود ہیں ایک کالے رنگ کی شیروانی ایک روئی دار بند ی بریلی
شریف کے بنے ہوئے تانبے کے دولوٹے ایک مشکب۔ مولانا عبدالرحمن
صاحب کا بیان ہے کہ میں اس وقت چھوٹا تھا لیکن ذی ہوش تھا مجھے
اچھی طرح یاد ہے کہ علمائے حرم شریف جب اعلیٰ حضرت سے ملتے تو ان
کی دُست بوسہ کرتے اور اتنا احترام فرماتے کہ میں نے اتنا احترام کسی
ہندوستانی عالم کا نہیں دیکھا۔



تلامذہ

اعلیٰ حضرت نے کتب درسیہ سے فراغت کے بعد تدریس، افتاء
اور تصنیف کی طرف توجہ فرمائی لیکن ابتدا میں تدریس کی جانب
زیادہ میلان تھا کیونکہ بریلی شریف میں سنیوں کا کوئی مدرسہ نہ تھا صرف
اعلیٰ حضرت کی ذات واحد مرجع طلبہ و علماء تھی پھر جب آپ کے فضل و
کمال کا سکہ ہر طرف رواں ہوا تو دوسرے اصلاخ اور صوبہ جات کے
تشنگان علوم بھی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور علم و فن میں کمال
حاصل کر کے مشاہیر زمانہ ہوئے بارگاہ رضویہ اگرچہ ایک عظیم الشان درسگاہ
تھی جس میں آپ خالصاً لوجہ اللہ تعالیٰ درس و تدریس کی
خدمات انجام دیتے تھے لیکن چونکہ اس کی حیثیت کسی ایسے رواجی مدرسے
کی طرح نہ تھی جس کے رجسٹر داخلہ اور رجسٹر فارغ التحصیل میں آنے والے
طلبہ اور فارغ ہونے والے علماء کے نام نمبر شمار کے ساتھ درج
ہوتے رہتے ہیں اس لیے اعلیٰ حضرت کے شاگردوں کی صحیح تعداد معلوم

نہیں کی جاسکتی۔۔۔ ذیل میں ناظرین کی معلومات میں اضافہ کی خاطر چند مشاہیر شاگردوں کے اسمائے گرامی پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا حسن رضا خاں برادر اوسط اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا محمد رضا خاں برادر خرد اعلیٰ حضرت، شہزادہ اعلیٰ حضرت مجتہد الاسلام مولانا حامد رضا خاں، سلطان المناظرین مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی، محدث اعظم ہند مولانا سید محمد جیلانی کچھوچھوی، ملک العلماء مولانا سید ظفر الدین فاضل بہاری، سلطان الوعظین مولانا عبدالاحد بیلی بھلتی، برادر زادہ اعلیٰ حضرت مولانا حسین رضا خاں، مولانا نواب سلطان احمد خاں بریلوی مولانا سید امیر احمد بریلوی، مولانا حافظ یقین الدین بریلوی، مولانا سید حافظ عبدالکریم بریلوی، مولانا حاجی سید نور احمد چاٹگاٹی، مولانا منور حسین بریلوی مولانا واعظ الدین مصنف دفع زینغ زاغ، مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی مولانا سید شاہ غلام محمد بہارٹی، مولانا سید حکیم عزیز غوث بریلوی، مولانا نواب مرزا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ ورضوانہ علی الواصلین منہم الی الحق۔

مشاہیر خلفاء

حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورج ذیل سلاسل عالیہ کی اجازت و خلافت عطا فرمایا کرتے تھے۔

- ① سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ آباہیہ قدیمیہ ② سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ ③ سلسلہ عالیہ قادریہ اہلیم ④ سلسلہ عالیہ قادریہ منوریہ ⑤ سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ ⑥ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ قدیمیہ ⑦ سلسلہ عالیہ چشتیہ محبوبہ جدیدہ ⑧ سلسلہ عالیہ سہروردیہ فضیلیہ ⑨ سلسلہ عالیہ سہروردیہ واحدیہ ⑩ سلسلہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ علانیہ ⑪ سلسلہ عالیہ علویہ نقشبندیہ علانیہ ⑫ سلسلہ عالیہ بدیعہ ⑬ سلسلہ عالیہ علویہ منامیہ۔ (الاجازات الملتینہ)

حرمین شریفین، افریقہ اور ہندوستان وغیرہ کے جن اکابر علمائے اسلام و حامیان دین کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت و خلافت حاصل ہوئی ان میں چند مشہور و معروف حضرات کے اسمائے گرامی الاجازات الملتینہ، الاستمداد وغیرہ سے نقل کر کے ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

- ① مجمع الفضائل منبع الفواضل عالم کامل مولانا سید محمد عبدالحی بن سید عبدالبکر کتانی حسنی اور سی فاسی محدث بلاد مغرب (افریقہ)
- ② رئیس العلماء سابق مفتی حنفیہ مولانا شیخ صالح کمال مکی۔
- ③ فاضل جلیل مولانا سید اسماعیل مکی محافظ کتب خانہ حرم شریف۔
- ④ صاحب صدق و صفا مولانا سید مصطفیٰ بن مولانا سید جلیل مکی۔
- ⑤ حضرت مولانا سید ابوالحسن محمد مرزوقی امین الفتویٰ مکی۔

حضرت مولانا سید محمد عبدالحی فاسی علیہ الرحمہ ملک مغرب کے رہنے والے ہیں علم حدیث وغیرہ علوم دینیہ میں ساٹھ عظیم و جلیل کتابوں کے مصنف ہیں اور بڑے پائے کے محدث ہیں ۱۳۲۳ھ میں مکہ شریف حج زیارت کے لئے حاضر ہوئے تھے وہیں اعلیٰ حضرت سے ملاقات کر کے اجازت و خلافت حاصل فرمائی۔

- Marfat.com

مولانا محمد عبدالسلام جبل پوری (۲۷) سلطان الاولیٰ عظیمین مولانا عبدالاحد علی
بھیتی (۲۸) فاضل کائنات مولانا رحیم بخش آرونی شاہ آبادی (۲۹) مفتی
سی، پی مولانا برہان الحق جبل پوری (۳۰) عالم نبیل مولانا محمد شفیع
بیسلیپوری (۳۱) فاضل جلیل مولانا حسنین رضا بریلوی (۳۲) ناشر
سنیت قاطع و بہا بیت حضرت حاجی لعل محمد راستی (۳۳) مولانا
احمد مختار صدیقی میرٹھی (۳۴) عالم حقانی مولانا سید فتح علی شاہ
کھروڑ سیدان پنجاب (۳۵) مولانا ابو محمد امام الدین کوٹلی ساکن
(پنجاب) رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی وَرِضْوَانُهُ عَلٰی الْوٰصِلِیْنَ مِنْهُمْ اِلٰی الْحَقِّ

قطب الوقت مظہر غوث اعظم رضی اللہ عنہ

اللہ جل مجدہ نے اپنے برگزیدہ بندہ احمد رضا کو مقدس دین اسلام
کی خدمات جلیلہ کے صلہ میں ولایت کاملہ کا منصب عظیم عطا فرمایا تھا
اور سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی غلامی نے اعلیٰ حضرت
کو قطبیت کا تاج کرامت بخشا تھا۔ چنانچہ اگر ایک طرف آپ سیدنا امام اعظم
ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب ہیں تو دوسری طرف حضور سیدنا
غوث اعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
مظہر بھی ہیں آپ نے جس شان سے احیائے دین و تجدید ملت کے
فرائض منصبی کو انجام دیا وہ شاید عدل ہے کہ یقیناً آپ کی ذات گرامی
حضور غوث اعظم شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بجلی گاہ تھی۔ خود

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

۔۔۔ ایک بار میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک بہت نفیس اور اونچی سواری ہے حضرت والد ماجد نے کمر بچا کر مجھے سوار کیا اور فرمایا گیارہ درجہ تک تو ہم نے پہنچا دیا آگے اللہ مالک ہے۔ میرے خیال میں اس سے سرکارِ غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی مراد ہے۔ (الملفوظ حصہ سوم ص ۱۱)

بیشک سرکارِ غوثیت کی یہی وہ خصوصی غلامی ہے جس کے پیشِ نظر ہم سرکارِ اعلیٰ حضرت کو قطبِ الوقت سے یاد کرتے ہیں آپ کے منصب ولایت کی رفعت اور درجہِ قطبیت کی بلندی کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ حرمینِ مقدس کے بڑے بڑے مشائخ و عارفین نے آپ کو اپنا شیخِ طریقت بنایا۔ آپ کو اپنا استاذ مانا آپ کے ہاتھ پر نبوت ہوئے آپ سے اجازتیں لکھوائیں اب رہے وہ مسافرجن کی تہنیتِ طریقت کی منزل یا حقیقت کے زینے تک محدود ہو وہ بھلا اس احمد رضا کو کیا پہچان سکیں گے جو اپنے آقا حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیابتِ عظمیٰ سے مشرف ہو کر معرفت و عرفان کی بلند منزل پر رونق افروز ہوئے۔ لیکن تو سالکین مجاہدین حضرات بھی جو شرعاً مرفوعاً انقلب ہوئے ہیں آپ کی عظمت و رفعت کے سامنے جبینِ احترام کو غم کر دیا کرنے تھے۔ ایک مجذوب و دینا میاں جن کی زبان پورنی تھی وہ صرف ایک لنگوٹی باندھے رہا کرتے تھے۔

انہوں نے ایک مرتبہ ٹرین کو اپنی کرامت سے روک دیا تھا۔ شہر بریلی کے ہندو مسلمان بھی ان کے نام سے واقف ہیں ایک دن ان کا

گزر محلہ سوداگران میں ہوا جب وہ اعلیٰ حضرت کی مسجد کے سامنے پہنچے تو آپ کا شانہ اقدس سے تشریف لارہے تھے۔ دینامیاں آپ کو دیکھ کر بھاگے اور ایک گلی میں جا کر چھپ گئے لوگوں نے کہا میاں کیوں بھاگتے پھرتے ہو۔ انھوں نے فرمایا کہ یا مَوْلَا، آؤت ہے لوگ بولے کہ مولوی صاحب آرہے ہیں تو کیا ہوا۔ تو گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا پھر ج کھلے بھٹے ہیں۔ — یعنی قابل ستر جسم کا حصہ کھلا ہوا ہے لہذا ایسی حالت میں ایک عظیم المرتبت پیشوا کے طریقت کے سامنے جانا اس کے احترام کے خلاف ہے۔

بریلی میں ایک مجذوب حضرت بشیر الدین آخوندزادے کی مسجد میں رہا کرتے تھے اور جو شخص ان کے پاس جاتا تو کم سے کم پچاس گالیاں سناتے خود اعلیٰ حضرت بچپن ہی سے اولیائے کرام کے عاشق اور ان کی ملاقات کے شائق تھے چنانچہ آپ کو اپنی نو عمری کے زمانے میں حضرت بشیر الدین مجذوب کی ملاقات کا شوق ہوا ایک روز رات کے گیارہ بجے تنہا ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرش پر جا کر بیٹھ گئے حضرت بشیر الدین علیہ الرحمہ حجرہ میں چار پائی پر بیٹھے تھے آپ کو بغور پندرہ بیس منٹ تک دیکھتے رہے اور پوچھا کہ تم مولوی رضا علی صاحب کے کون ہو؟ اعلیٰ حضرت نے جواب دیا کہ میں ان کا پوتا ہوں۔ فوراً وہاں سے چھپنے اور آپ کو اٹھا کر لے گئے اور چار پائی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ آپ یہاں تشریف رکھئے پھر پوچھا کہ کیا آپ مقدمے کے لئے آئے ہیں اعلیٰ حضرت نے فرمایا مقدمہ تو ہے لیکن میں اس کے لئے نہیں آیا۔ میں تو صرف دعائے مغفرت کے لئے حاضر ہوا ہوں قریب آدھے گھنٹے تک برابر کہتے رہے اللہ کریم کرے اللہ رحم کرے۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت کے براہ راست حضرت مولانا حسن رضا علیہ الرحمہ ان کے پاس مقدمہ کی غرض

سے حاضر ہوئے حضرت بشیر الدین علیہ الرحمہ نے ان سے خود ہی پوچھا کہ مقدمہ کے لئے آئے ہو۔ مولانا نے کہا جی ہاں فرمایا کہ مولوی صاحب سے کہنا قرآن شریف میں یہ بھی تو ہے۔ فَصَوُّوْا مِنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ اِس دوسرے ہی دن مقدمہ فتح ہو گیا۔

ملفوظات شریف

غلاموں کو بنا دودرہ شناس منزل عرفاں

کہ اس منزل کے اچھے راہبر احمد رضا تہم جو

جن صاحب کو مرشد عام، مرشد خاص، شیخ اتصال، شیخ ایصال ان دونوں کے شرائط، فلاحِ اول، فلاحِ دوم، فلاحِ تقویٰ، فلاحِ احسان دعوت سلوک کا دائرہ، بیعت ارادت، بیعت برکت، وحدت مقصود، وحدت مشہود، وحدت موجود کے درمیان فرق مراتب وغیرہ اہم مسائل سے متعلق تحقیقی اسباب دیکھنے کا شوق ہو وہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف نقاد کی افریقہ از ص ۱۲۴ تا ص ۱۳۵ اور دولت مکہ ص ۳۲۳ کا مطالعہ فرمائیں نیز طریقت و سلوک کے دیگر کثیر مسائل کی معلومات کے لئے ملفوظات اعلیٰ حضرت کا مطالعہ بھی از بس مفید ہے۔ ہم یہاں اعلیٰ حضرت کے ملفوظات سے ان چند ارشادات مقدسہ کو نقل کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں جن کا سلوک و طریقت کے مسائل سے گہرا تعلق ہے۔ آئندہ سطور میں عرض سے مراد استفادہ کرنے والوں کا سوال ہے اور ارشاد سے مراد اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب ہے۔

مجاہدہ

عُرُض :- مجاہدہ کے کیا معنی ہیں ؟

اس شاد :- سارا مجاہدہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جمع فرما دیا ہے۔ **وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَبِإِذْنِ الْجَنَّةِ هِيَ الْمَأْوَىٰ**۔ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہشوں سے روکے تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔۔۔۔۔ یہی جہاد اکبر ہے۔ حدیث میں ہے جہاد کفار سے واپس آتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **وَرَجَعْنَا مِنَ الْيَعَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْيَعَادِ الْأَكْبَرِ**۔ ہم اپنے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پھرے (الملفوظ حصہ اول ص ۱۹)

عُرُض :- حضور! مجاہدے میں عمر کی قید ہوتی ہے ؟

اس شاد :- مجاہدے کے لئے کم از کم اسی برس درکار ہوتے ہیں باقی طلب ضرور کی جائے۔

عُرُض :- ایک شخص اسی برس کی عمر سے مجاہدات کرے یا اسی برس مجاہدہ کرے ؟

ارشاد :- مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس عالم میں مسببات کو اسباب سے مربوط فرمایا گیا ہے اسی طریقے پر چھوڑ دیں اور جذب و عنایت ربانی بعید کو قریب نہ کر دے تو اس راہ کی قطع کو اسی برس درکار ہیں اور رحمت فرمائے تو ایک آن میں نیرانی سے ابدال کر دیا جاتا ہے اور صدق نیت کے ساتھ مشغول مجاہدہ ہو تو امداد الہی مژدہ فرما ہوتی ہے اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا — جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کریں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے (الملفوظ حصہ اول ص ۷)

عرض :- یہ تو اگر کسی کا ہو رہے تو ہو سکتا ہے۔ دنیوی فرائض معاش اگر چھوڑ دیے جائیں تو یہ بھی وقت طلب ہے۔ اور دینی خدمت (مثلاً تعلیم و نیا تبلیغ کرنا) جو اپنے ذمہ لی ہے اسے چھوڑنا پڑے گا۔ اس مشاد :- اس کے لئے یہی خدمات دینیہ مجاہدات ہیں بلکہ اگر نیت صالح ہے تو ان مجاہدات سے اعلیٰ امام ابواسحق اسفہانی (رحمہ) جب ان کو مبتدعین کی بدعات کی اطلاع ہوئی پہاڑوں پر ان اکابر علماء کے پاس تشریف لے گئے جو ترک دنیا و مافیہا کر کے مجاہدات میں مصروف تھے۔ ان سے فرمایا اَكَلَةُ الْحَشِيشِ اَنْتُمْ هَهُنَا وَاُمَّةٌ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتَنِ — اے سوکھی گھاس کھانے والو! تم یہاں ہو اور امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتنوں میں ہے انھوں نے جواب دیا کہ اے امام یہ آپ ہی کا کام ہے ہم سے نہیں ہو سکتا (حضرت امام ابواسحق علیہ الرحمہ) وہاں سے واپس آئے اور مبتدعین و بد مذہبوں کے رد میں نہریں بہا لیں — (الملفوظ حصہ اول ص ۷)

عزالت نشینی

مولانا عبد الکریم رضوی جتوئی نے عزالت نشینی کے متعلق کچھ عرض کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس میں علم کے ہیں مفید، مستفید، منفرد

مفید وہ ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ مستفید وہ کہ خود دوسرے سے فائدہ حاصل کرے منفرد :- وہ ہے کہ دوسرے سے فائدہ لینے کی اسے حاجت نہ ہو اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتا ہو۔ مفید اور مستفید کو عزت گزینی حرام ہے اور منفرد کو جائز بلکہ واجب امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی ان کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا فرمایا جنت عطا کی گئی نہ علم کے سبب بلکہ حضور قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کتے کو راہی کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت بھونک بھونک کر بھڑوں کو بھڑیے سے ہوشیار کرتا رہتا ہے۔ مانیں نہ مانیں یہ ان کا کام۔ سرکار نے فرمایا بھونکے جاؤ بس اس قدر نسبت کافی ہے لاکھ ریاضتیں لاکھ مجاہدے اس نسبت پر قربان جس کو یہ نسبت حاصل ہے۔ اس کو کسی مجاہدے کسی ریاضت کی ضرورت نہیں اور اسی میں کیا ریاضت تھوڑی ہے جو شخص عزت نشین ہو گیا نہ اس کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے نہ اس کی آنکھوں کو، نہ اس کے کانوں کو اس کا حال پوچھئے جس نے اٹھلی میں سر دیا ہے اور چاروں طرف سے موئل کی مار پڑ رہی ہے۔ کئی ہزار کی تعداد میں وہ لوگ ہونگے جنہوں نے نہ مجھ کو دیکھا اور نہ میں نے ان کو بھی دیکھا اور روزانہ صبح اٹھ کر پہلے مجھ کو کوستے ہوں گے۔ اور بحمد اللہ تعالیٰ لاکھوں کی تعداد میں وہ لوگ بھی نکلیں گے جنہوں نے نہ مجھ کو دیکھا اور نہ میں نے ان کو دیکھا روزانہ صبح اٹھ کر نماز کے بعد میرے لئے دعا کرتے ہوں گے۔

(الملفوظات حصہ سوم ص ۲۳)



بیعت

عس صُنْ! حضور! طلب اور بیعت میں کیا فرق ہے؟
 ارشاد بد طالب ہونے میں صرف طلب فیض ہے۔ اور بیعت کے
 معنی پورے طور سے پکنا۔ بیعت اس شخص سے کرنا چاہئے جس میں یہ چار
 باتیں ہوں۔ ورنہ بیعت جائز نہ ہوگی۔

اول سنی صحیح العقیدہ ہو (دیوبندی، وہابی، اہل اہل حق، اہل حق،
 مودودی، اندوی وغیرہ سب فاسد العقیدہ بد مذہب ہیں) پھر ہونے
 کی پہلی ہی شرط ان کے اندر موجود نہیں (دوم یہ کم از کم اتنا علم ضروری
 ہے کہ بلا کسی امداد کے اپنی ضروریات کے مسائل کتاب سے خود نکال
 سکے۔ سوم یہ اس کا سلسلہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل
 ہو کہیں منقطع نہ ہو۔ چہارم یہ فاسق معلن نہ ہو۔ پھر اسی سلسلہ
 بیان میں ارشاد ہوا کہ لوگ بیعت بطور رسم ہوتے ہیں بیعت کے معنی نہیں
 جانتے بیعت اسے کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ منیری علیہ الرحمۃ کے ایک مرید دریا میں
 ڈوب رہے تھے حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمایا اپنا ہاتھ
 مجھے دے کہ تجھے نکال دوں ان کے مرید نے عرض کیا یہ ہاتھ حضرت یحییٰ
 منیری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں اب دوسروں کو نہ دوں گا حضرت خضر
 علیہ السلام غائب ہو گئے اور حضرت یحییٰ منیری ظاہر ہوئے اور ان کو نکال لیا
 (الملفوظ حقہ دوم ص ۱۲)

عس صُنْ! بد زید (حضرت) محدث شریاں صاحب سلی بھیتی سے بیعت
 ہوا تھوڑا عرصہ ہوا کہ ان کا وصال ہو گیا کسی اور کامرید ہو سکتا ہے؟

ارشاد :- تبدیل بیعت بلا وجہ شرعی ممنوع ہے۔ اور تجدید جائز بلکہ مستحب ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں نہ ہوا ہوا اور اپنے شیخ سے بغیر خراف کیے اس سلسلہ عالیہ میں بیعت کرے یہ تبدیل بیعت نہیں بلکہ تجدید ہے کہ جمع سلاسل اس سلسلہ اعلیٰ کی طرف راجع ہیں۔ (الملفوظ اول ص ۱۱)

فنا فی الشیخ کا مرتبہ

عرض :- حضور! فنا فی الشیخ کا مرتبہ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟
 ارشاد :- یہ خیال رکھے کہ میرا شیخ میرے سامنے ہے اور اپنے قلب کو اس کے قلب کے نیچے تصور کر کے اس طرح سمجھے کہ سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیوض و انوار قلب شیخ پر فائز ہوتے اور اس سے چھلک کر میرے دل میں آرہے ہیں پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ حالت ہو جائے گی کہ شجر و حجر، درود و پوار پر شیخ کی صورت صاف نظر آئے گی یہاں تک کہ نماز میں بھی جدا نہ ہوگی اور پھر ہر حال اپنے ساتھ پاؤں گے۔ حافظ الحدیث سیدی احمد بھٹائی کہیں تشریف لگے جاتے تھے راہ میں اتفاقاً آپ کی نظر ایک نہایت حسینہ عورت پڑ گئی یہ نظر اول تھی بلا قصد تھی دوبارہ پھر آپ کی نظر اٹھ گئی اب دیکھا کہ پہلو میں حضرت سیدی غوث الوقت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پیرومرشد تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں۔ احمد! عالم ہو کر انھیں سیدی احمد بھٹائی سنی کے دو بیویاں تھیں سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے دوسری سے ہمبستری کی یہ نہیں چاہئے۔ عرض کیا حضور وہ اس وقت سوتی تھی۔ فرمایا

سوتی نہ تھی۔ عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا فرمایا جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ تھا عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا فرمایا اس پر میں تھا۔۔۔۔۔ تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے۔
(الملفوظ دوم ص ۶۷)



سیر فی اللہ وسیر فی اللہ

عرض :- درجات فقر ترتیب دار ارشاد ہوں کہ جب طالب سلوک کی راہ چلتا ہے تو اول کون سا درجہ حاصل ہوتا ہے پھر کونسا؟
اس مشاد :- صلحاء، سائیکین، فائین، واصلین۔ اب ان داصلوں کے مراتب ہیں۔ نجباء، نقباء، ابدال، بدلاء، اوتار، اناہین، غوث، صدیق، نبی، رسول، تین پہلے۔ سیر فی اللہ کے ہیں۔ باقی سیر فی اللہ کے اور ولی ان سب کو شامل۔ (الملفوظ چہارم ص ۲۲)



رجال الغیب

عرض :- حضور رجال الغیب ملائکہ سے ہیں؟
اس مشاد :- نہیں۔ جنوں یا انسانوں میں سے ہوتے ہیں آپ نے رجال پر خیال نہیں کیا؟
ملائکہ رجال نہیں (مرد و عورت) ہونے سے۔

عرض :- رجال الغیب کیوں کہلاتے ہیں ؟
 ارشاد :- غائب رہتے ہیں (اس وجہ سے رجال الغیب کہے جاتے ہیں)۔

عرض :- رجال الغیب بھی سلسلے میں ہوتے ہیں ؟
 ارشاد :- ہاں یہی سلسلے میں ہوتے ہیں البتہ اقل از سوائے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور کسی کے ماتحت نہیں اسی واسطے کہلاتے ہیں۔ سلسلے میں کسی کے نہیں لیکن حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رجوع سے چارہ نہیں۔

(الملفوظ حصہ چہارم ص ۱۲ و ص ۱۳)

مجدوب

عرض :- مجذوب بھی کسی سلسلے میں ہوتے ہیں ؟
 ارشاد :- ہاں وہ خود سلسلے میں ہوتے ہیں ان کا کوئی سلسلہ نہیں ان سے آگے پھر نہیں چلتا (الملفوظ چہارم صفحہ ۱۲)
 عرض :- حضور ! مجذوب کی کیا پہچان ہے ؟
 ارشاد :- سچے مجذوب کی پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے گا۔ حضرت سیدی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشہور مجذوب سے تھے۔ شہر احمد آباد میں مزار شریف ہے۔ میں زیارت سے شرف ہوا ہوں۔ زمانہ وضع رکھتے تھے ایک بار قحط شدید پڑا بادشاہ قاضی و اکابر جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کے لئے گئے (وہ) انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں جب لوگوں کی آہ و زاری حد سے گزری تو ایک پتھر اٹھایا اور دو سرے ہاتھ کی چٹیلوں کی طرف لائے اور آسمان

کی جانب منہ اٹھا کر فرمایا میں نے بھیجے یا اپنا سہاگ لیجئے یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح اٹھیں اور جل تھل بھر دیے ایک دن نماز جمعہ کے وقت بازار میں جارہے تھے ادھر سے قاضی شہر کو جامع مسجد کو جاتے تھے آگے انھیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ وضع مردوں کو حرام ہے مردانہ لباس پہننے اور نماز کو چلنے۔ اس پر انکار و مقابلہ نہ کیا چوڑیاں، زیور اور زنا لباس اتارا اور مسجد کو ساتھ ہو لئے خطبہ سنا جماعت قائم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریر یہی اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی فرمایا اللہ اکبر میرا خاندان حنی لا یہوٹ ہے کہ کبھی نہ مرے گا۔ اور یہ (لوگ) مجھے بیوہ کئے دیتے ہیں اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں اندھی تقلید کے طور پر ان کے مزار کے بعض مجاوروں کو دیکھا کہ اب تک بالیاں کڑے، جوشن پہنتے ہیں یہ گمراہی ہے صوفی صاحب تحقیق اور ان کا مقلد زندقہ

(الملفوظ دوم ص ۱۰۷)

غوث و افراد

عناص :- غوث ہر زمانے میں ہوتا ہے ؟
 ارشاد :- بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے لہذا غوث کا ہر زمانے میں ہونا ضروری ہے۔
 عناص :- غوث کو مراقبے سے حالات منکشف ہوتے ہیں ؟
 ارشاد :- نہیں بلکہ انھیں ہر حال میں یوں مثل آئینہ پیش نظر ہے اس کے بعد ارشاد فرمایا :
 Marfat.com

اور وزیر دست راست (کا نام) عبدالرب اور وزیر دست چپ کا نام عبدالملک
 ہے۔ اس سلطنت میں وزیر دست چپ وزیر راست سے اعلیٰ ہوتا ہے
 بخلاف سلطنت دنیا کے اس لئے کہ سلطنت قلب ہے۔ اور دل
 جانب چپ۔ غوث اکبر غوث ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 ہیں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے وزیر دست چپ تھے اور فاروق
 اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر راست، پھر امت میں سب سے پہلے درجہ
 غوثیت پر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممتاز ہوئے
 اور وزارت امیر المومنین فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما
 کو عطا ہوئی اور اس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کو غوثیت مرحمت ہوئی۔ اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ و مولیٰ علی کرم اللہ
 تعالیٰ وجہہ الکریم وزیر ہوئے۔ پھر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کو غوثیت عنایت ہوئی۔ اور مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و امام حسن رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ وزیر ہوئے۔ پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت عطا ہوئی
 اور امین مختربین حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے
 پھر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تاک
 یہ سب حضرات مستقل غوث ہوئے۔ امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد
 حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے
 نائب ہوئے ان کے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل غوث۔ حضور تنہا غوث
 کبریٰ کے درجہ پر فائز ہوئے حضور غوث اعظم بھی ہیں اور سیدالافراد بھی حضور
 کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ تاک سب نائب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔ پھر امام
 مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت کبریٰ عطا ہوگی۔

(الملفوظ حصہ اول ص ۱۱۱)

عن صف :- غوث کے انتقال کے بعد درجہ غوثیت پر کون مامور

ہوتا ہے ؟

اس مشاد :- غوث کی جگہ امامین سے غوث کر دیا جاتا ہے اور امامین کی جگہ اوتاد اربعہ سے اوتاد کی جگہ بدلا سے بدلا کی جگہ ابدال سبعین سے اور ان کی جگہ تین سونقبا سے پھر اولیاء سے اور اولیاء کی جگہ عامہ مومنین سے کر دیا جاتا ہے۔ کبھی بلا لحاظ ترتیب کافر کو مسلمان کر کے بدل کر دیتے ہیں ان کا مرتبہ ابدال سے زیادہ ہے۔ (الملفوظ اول ص ۱۲۱)

عرض :- حضور! افراد کون اصحاب ہیں ؟

اس مشاد :- اجلہ اولیائے کرام سے ہوتے ہیں۔ ولایت کے درجات میں غوثیت کے بعد فرویت ہے۔ ایک صاحب جو اجلہ اولیاء کرام سے تھے ان سے کسی نے پوچھا کہ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں ؟ فرمایا ابھی ابھی مجھ سے ملاقات ہوئی تھی حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے کہ میں نے جنگل میں ٹیلے پر ایک نور دیکھا جب میں قریب گیا تو معلوم ہوا کہ وہ کبیل کا نور ہے۔ ایک صاحب اسے اوڑھے ہوئے ہیں میں نے پاؤں پکڑ کر ہلایا اور جگا کر کہا اٹھو مشغول بخدا ہو کہا آپ اپنے کام میں مشغول رہیں مجھے میری حالت پر رہنے دیجئے میں نے کہا کہ میں مشہور کئے دیتا ہوں کہ یہ ولی الشر ہے اس کبیل اوڑھنے والے نے کہا کہ میں مشہور کر دوں گا کہ پھر میں نے کہا میرے لئے دعا کرو کہا دعا تو آپ ہی کا حق ہے۔ میں نے کہا تمہیں دعا کرنی ہو گی کہا۔ وَقَالَ اللَّهُ حَظًّا مِنْهُ اللَّهُ تَعَالٰی اپنی ذات میں آپ کا نصیب زیادہ کرے اور کہا اگر میں غائب ہو جاؤں تو آپ ملامت نہ فرمائیے گا اور فوراً نظر سے غائب ہو گئے۔ حالانکہ کسی ولی کی طاقت نہ تھی کہ میری نگاہ سے غائب ہو سکے۔ وہاں سے دیں، آگے بڑھا اور اسی طرح کا نور دیکھا کہ نگاہ کو خیرہ کرتا ہے قریب گیا تو دیکھا ٹیلے پر ایک

عورت کبیل اوڑھے سو رہی ہے۔ وہ اس کے کبیل کا نورسہ میں نے پاؤں ہلا کر ہوشیار کرنا چاہا غیب سے ندا آئی اے خضر احتیاط کیجئے راتنے میں اس بی بی نے آنکھ کھولی اور کہا حضرت! (آپ) نہ رکے یہاں تک کہ روکے گئے۔ میں نے کہا اٹھ مشغول بخدا ہو (اس بی بی نے) کہا حضرت اپنے کام میں مشغول رہیں مجھے اپنی حالت پر رہنے دیں میں نے کہا تو میں مشہور کئے دیتا ہوں کہ یہ (بی بی) ولی اللہ ہے کہا میں مشہور کر دوں گی۔ کہ یہ حضرت خضر ہیں میں نے کہا میرے لئے دعا کرو۔ کہا دعا تو آپ کا حق ہے۔ میں نے کہا تمہیں دعا کرنی ہوگی۔ کہا۔ و فر اللہ حظا منہ مینہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں آپ کا نصیب زیادہ کرے پھر اس بی بی نے کہا اگر میں غائب ہو جاؤں تو ملائت نہ فرمائیے گا۔ میں نے دیکھا یہ بھی جانتی ہے۔ (تو) کہا یہ تو بتائے جا کیا تو اسی کبیل پوش مرد کی بیوی ہے؟ کہا ہاں یہاں ایک ولیہ کا انتقال ہو گیا تھا اس کی تجہیز و تکفین کا ہمیں حکم تھا یہ کہا اور میری نگاہ سے غائب ہو گئی۔ (وہ صاحب جو اجلہ اولیائے کرام میں سے تھے انھوں نے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کبیل پوش مرد و عورت کون لوگ ہیں۔ (حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا یہ لوگ افراد میں میں نے کہا وہ کبھی کوئی ہے جس کی طرف یہ رجوع لاتے ہیں۔ فرمایا ہاں وہ دعوت اعظم، شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔)

(المعروف حصہ اول ص ۲۰۲)



دستِ غیب و کیمیا

عرض :- دستِ غیب و کیمیا حاصل کرنا کیسا ہے؟
 ارشاد :- دستِ غیب کے لئے دعا کرنا محال عادی کے لئے دعا کرنا ہے جو مثل محال عقلی و ذاتی کے حرام ہے اور کیمیا تفسیع مال ہے اور یہ حرام ہے آج تک کہیں ثابت نہیں ہوا کہ کسی نے بنائی ہو گئی سیٹ
 کَفَيْتَهُ إِلَى الْمَاءِ وَمَا هُوَ بِإِلَاحٍ ۝ (جیسے کوئی پانی کی طرف دونوں ہاتھ پھیلائے بیٹھا ہو اور پانی یوں اسے پہنچنے والا نہیں) دستِ غیب جو قرآنِ عظیم میں ارشاد ہے اس کی طرف لوگوں کو توجہ ہی نہیں کر فرماتا ہے وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۝ اور جو اللہ سے ڈرے اس کے لئے نجات کی راہ نکال دیگا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو) اس آیت کریمہ پر عمل نہیں ورنہ حقیقت سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ میرے ایک دوست مَدَائِنُ طَيْبَةُ کے رہنے والے ان کا مدینہ منورہ سے بھیجا ہوا ایک خط اتوار کے روز مجھے ملا جس میں پچاس روپے کی طلب تھی بدھ کے روز یہاں دہلی، سے عرب شریف کے ڈاک جاتی تھی جو ہفتہ کو ڈاک کے جہاز میں روانہ ہو جاتی تھی پر کے دن تو مجھے خیال ہی نہ رہا منگل کے روز یاد آیا دیکھا تو اپنے پاس پانچ پیسے بھی نہیں وہ دن بھی ختم ہوا نماز مغرب پڑھ کر اور یہ فکر کہ کل بدھ ہے اور ابھی تک روپے کی کوئی سبیل نہیں ہوئی میں نے سرکار میں عرض کیا کہ حضوری میں بھیجنا ہیں روپے عطا فرمائے جائیں کہ باہر مَدَائِنُ طَيْبَةُ کے بھیجے مولانا حسنین رضا صاحب

نے آواز دی: ”سیٹھ ابراہیم بھٹی سے ملنے آئے ہیں“ میں باہر آیا اور ملاقات کی چلتے وقت کیا دن رو پیے انھوں نے دیے حالانکہ ضرورت صرف پچاس سو کی تھی (لیکن) یہ کیا دن یوں تھے کہ ایک روپیہ بیس منی آرڈر کا بھی تو دینا پڑتا غرض صبح کو (بدھ کے دن) فوراً منی آرڈر کر دیا۔
(الملفوظ حقتہ سوم ص ۱۸)

ظہور امام مہدی رضی اللہ عنہ

عوض:۔ قیامت کب ہوگی اور ظہور امام مہدی کب؟
اس شہاد:۔ قیامت کب ہوگی اسے اللہ جانتا ہے اور اس کے بتائے اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت ہی کا ذکر کر کے ارشاد فرماتا ہے عَلِمَ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ ط التترغیب کا جاننے والا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے امام قسطلانی وغیرہ نے تصریح فرمائی کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے جس کا اور متصل آیت میں ذکر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پہلے بعض علمائے کرام نے بملاحظہ احادیث حساب لگایا کہ یہ امت سن ہزار ہجری سے آگے نہ بڑھے گی امام سیوطی نے اس کے انکار میں ایک رسالہ لکھا الْكَشْفُ عَنْ تَجَاوُزِ هَذِهِ الْأَمَةِ الْأَلْفِ اس میں ثابت کیا کہ یہ امت ستائندہ ہجری سے ضرور آگے بڑھے گی امام جلال الدین کی وفات شریف ۸۹۷ھ میں ہے

اور آپ نے حساب سے خیال فرمایا کہ سترہ ہجری میں خاتمہ ہوگا بھلا اللہ تعالیٰ اسے بھی چھپیں برس گزر گئے اور ہنوز قیامت تو قیامت اشواط کثیری میں سے کچھ نہ آیا۔

امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں مگر ان میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گزرتا ہے کہ شاید سترہ^{۱۸۲۷} ہجری میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور سترہ^{۱۸۲۷} ہجری میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔ (الملفوظ حصہ اول ص ۸۸)

جٹا دھاری فقیر

عرض :- مرد کو چوٹی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض فقیر کہتے ہیں۔
ارشاد :- حرام ہے حدیث میں فرمایا۔ لَعَنَ اللَّهُ الْمُشْتَبِهَيْنِ
مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُشْتَبِهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ۔ اللہ کی لعنت
ہے ایسے مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت رکھیں اور ایسی عورتوں پر جو
مردوں سے مشابہت پیدا کریں (الملفوظ حصہ دوم ص ۸۲)
عرض :- اکثر بال بڑھانے والے لوگ حضرت کیسودراز کو دلیل
لاتے ہیں۔

اس مشاد :- جہالت ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکثرت احادیث صحیحہ
میں ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور
ان عورتوں پر جو مردوں سے ماورثتہ کے لئے ہر بات میں پوری وضع بنانا
ضرور نہیں ایک ہی بات میں مشابہت کافی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے ایک عورت کو ملاحظہ فرمایا کہ مردوں کی طرح کندھے پر کمان لٹکانے جاری ہے اس پر بھی یہی فرمایا کہ ان عورتوں پر لعنت جو مردوں سے تشبہ کریں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا اس پر بھی یہی حدیث روایت فرمائی کہ مردوں سے تشبہ کرنے والی عورتیں ملعون ہیں جب صرف جوتے یا کمان لٹکانے میں مشابہت موجب لعنت ہے تو عورتوں کے سے بال بڑھانا اس سے سخت تر موجب لعنت ہوگا۔ کہ وہ ایک خارجی چیز ہے اور یہ خاص جزو بدن تو شانوں سے نیچے گیسو رکھنا بحکم احادیث صحیحہ ضرور موجب لعنت ہے اور چوٹی گندھوانا اور زیادہ اور اس میں مہاف ڈالنا اس سے اور سخت تر۔ حضرت سیدی محمد گیسو دراز قدس سرہ نے تشبہ نہ کیا تھا۔ ایک گیسو محفوظ رکھا تھا اور اس کے لئے ایک وجہ خاص تھی کہ اکابر علماء واجلہ سادات سے تھے۔ جوانی کی عمر تھی سادات کی طرح شانوں تک دو گیسو رکھتے تھے کہ اس قدر شرعاً جائز بکایت سنت سے ثابت ہے۔ ایک بار سربراہ بیٹھے تھے حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سواری نکلی انھوں نے اٹھ کر زانوئے مبارک پر بوسہ دیا۔ حضرت خواجہ چراغ دہلی نے فرمایا سید فرو ترک یعنی اے سید اور نیچے بوسہ دو انھوں نے پائے مبارک پر بوسہ لیا فرمایا سید فرو ترک انھوں نے گھوڑے کی سم پر بوسہ دیا ایک گیسو کہ رکاب مبارک میں الجھ گیا تھا وہیں الجھا رہا اور رکاب سے سم تک بڑھ گیا حضرت چراغ دہلی نے فرمایا سید فرو ترک انھوں نے ہٹ کر زمین پر بوسہ دیا گیسو رکاب مبارک سے جدا کر کے حضرت چراغ دہلی تشریف لے گئے لوگوں کو تعجب ہوگا جیسے سید اتنے بڑے عالم نے زانو پر بوسہ دیا اور حضرت راضی نہ ہوئے اور نیچے بوسہ دینے کو حکم فرمایا انھوں نے پائے مبارک کو بوسہ دیا اور نیچے کو حکم فرمایا گھوڑے کی سم دکھرا پر بوسہ دیا اور نیچے کو حکم فرمایا یہاں تک کہ زمین پر بوسہ دیا۔ یہ اعتراض حضرت

سیّد گیسو دراز نے سنا تو فرمایا لوگ نہیں جانتے کہ میرے شیخ چراغ دہلی نے ان چار
 بوسوں میں کیا عطا فرما دیا جب میں نے زانو سے مبارک پر بوسہ دیا عالم ناسوت منکشف ہو گیا
 جب پائے اقدس پر بوسہ دیا۔ عالم ملکوت منکشف ہوا۔ جب گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا عالم
 جبروت منکشف تھا جب زمین پر بوسہ دیا عالم لاہوت کا انکشاف ہو گیا اس ایک گیسو کو کہ ایسی
 جلیں نعمت کی یادگار تھا اور اسے ایسی تجلی و رحمت نے بڑھایا تھا نہ تر شویا یا اسے تشبہ
 سے کیا علاقہ عورتوں کا ایک گیسو بڑا نہیں ہوتا نہ اتنا دراز
 (الملفوظ حصہ دوم ص ۹۵)

روح جسم کی عام فہم پیش

عرض :- عذاب فقط روح پر ہوتا ہے یا جسم پر بھی؟
 ارشاد :- روح و جسم دونوں پر یونہی ثواب بھی حدیث میں ہے ایک لنبھا کسی
 باغ کے سامنے پڑا تھا اور میوے دیکھ رہا تھا مگر اس تک جانہ سکتا تھا اتفاقاً ایک
 اندھے کا اس طرف سے گزر ہوا کہ باغ میں جا سکتا تھا مگر میوے اسے نظر نہ آتے
 لنبھے نے اندھے سے کہا کہ تو مجھے باغ میں لے چل وہاں جا کر ہم اور تم دونوں میوے
 کھائیں۔ اندھا اس کو اپنی گردن پر سوار کر کے باغ میں لے گیا۔ لنبھے نے میوے
 توڑے اور دونوں نے کھائے اس صورت میں کون مجرم ہو گا؟ دونوں ہی مجرم ہیں۔

اندھا جسم ہے اور لنبھا روح (الملفوظ حصہ اول ص ۷)
 ہم قلم صفحات کے باعث انھیں چند از شادات کے نقل کرنے پر اکتفا کرتے
 ہیں جس کو شریعت و طریقت کے مسائل، فلسفہ و کلام کے مباحث نیز ایمان و افروز
 واقعات نصیحت آموز سچی حکایات ملاحظہ کرنے کا شوق ہو وہ ملفوظات چہار
 حصے کامل کا مطالعہ کرنے کے لیے
 marfat.com

شہنشاہِ اسلام سخن



ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاِ مسلم جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں
 اعلیٰ حضرت کا یہ مقطع شاعرانہ تعلیٰ نہیں بلکہ حقیقت واقعہ کا عکاس ہے۔
 کیونکہ آپ نے نریات اور لغویات سے بہت دورہ کر فنِ سخن کے تمام
 اصناف میں طبع آزمائی فرمائی ہے غزل، قصیدہ، مثنوی، مستزاد، قطعات
 رباعیات وغیرہ جس میدان کی طرف آگئے ہیں سکے بٹھا دیے ہیں۔
 فصاحت و بلاغت، حلاوت و ملاحٹ، لطافت و نزاکت، تشبیہات
 و استعارات، حسنِ تعلیل، ندرتِ تخیل، جدتِ تمثیل، صنوتِ تلمیع و ترصیع
 صنعتِ تخیس و تبیع، توانی کا زور، تسلسلِ بیان، تنوعِ مضامین، انتہائی
 جوش و جذبہ، والہانہ عقیدت و ارادت وغیرہ سب چیزیں آپ کے
 کلام میں پائی جاتی ہیں۔

آپ کا نعتِ دیوانِ حقائق بخششِ حمد و نعت، دعا و التجا، سلام و
 و منقبت، عشق و مجرت، حقیقت و معرفت، معجزات و کرامات، شرح
 آیات و احادیث وغیرہ مضامین کا ایک ایسا بحرِ خزائے حسن کی وسعت

تفصیل کے لئے مولانا محمد وارث جمال کی تصنیف امام شعروادب ملاحظہ ہو۔

اور گہرائی کا اندازہ کرنا اہل بصیرت حضرات ہی کا کام ہے۔

جس طرح آپ امام اہل سنت ہیں اسی طرح آپ کا کلام بھی کلام سخن کا امام ہے چنانچہ آپ کے دیوان حدائق بخشش پر کلام الامام امام العلام کا مقولہ حرف بحرف صادق آتا ہے اور کیوں نہ صادق آئے کہ حدائق بخشش حسان العصر، خسر و اقلیم سخن، شہنشاہ نعت گویان، علی حضرت عبدالمصطفیٰ احمد رضا کے عشق بھرے دل کی آواز اور مداحان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے شمع ہدایت ہے۔

آپ عام ارباب سخن کی طرح صبح سے شام تک اشعار کی تیساریں میں مصروف نہیں رہتے تھے بلکہ جب پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی اور درد عشق آپ کو بے تاب کرتا تو از خود زبان پر نعتیہ اشعار جاری ہو جاتے اور پھر یہی اشعار آپ کی سوزش عشق کی تسکین کا سامان بن جاتے چنانچہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جب سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں ورنہ شعر و سخن میرا مذاق طبع نہیں۔

آپ کا شعر و سخن سوز و گداز اور درد دل کا عکاس ہونے کے ساتھ ادب و زبان کا شاندار مرقع بھی ہے خصوصاً قصیدہ رنگِ علمی، قصیدہ رنگِ عشقی، قصیدہ سلام، قصیدہ درود، قصیدہ معراج وغیرہ تو بلند پایہ ادب کے آئینہ دار ہیں۔

آپ نے شعر و سخن کا سارا زور نعت کے میدان میں صرف کیا ہے آپ دنیا کے کسی تاجدار کو تاجدار کہنا غلامی رسول کے لئے تو ہیں سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے کبھی کسی امیر، بادشاہ، نواب، حاکم وغیرہ کی مدح سرائی نہیں کی۔ ایک مرتبہ نواب ریاست نانپارہ دہلی صلیع بہرائچ شریف یوپی کی مدح میں شاہ www.marfat.com نے آپ کی خدمت میں

اگر ارش کی کہ حضرت آپ بھی نواب کی مدح میں کوئی قصیدہ لکھ دیں
اس کے جواب میں ایک نعت شریف لکھی جس کا مطلع یہ ہے ۔
وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقصانِ چہرہاں نہیں
یہی پھولِ خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
اور مقطع میں ”نانپاراہ“ کی بندش کتنے لطیف اشارے میں ادا
کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

کروں ندجِ اہلِ دُورِ رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دینِ پارہِ نان نہیں
آپ کا کلام مجازی حسن و عشق کی شاعری اور دیگر موقیہ خیالات
سے بالکل پاک ہے آپ کا ذوق سخن احترامِ شریعت کا آئینہ دار ہے۔
نعت گوئی کا درس آپ نے قرآنِ عظیم سے حاصل کیا چنانچہ ایک رباعی
میں خود فرماتے ہیں۔

ہوں میں اپنے کلام سے نہایت محفوظ ۔۔۔ بیجا سے ہے امنۃ اللہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی ۔۔۔ یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ
سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت گوئی حیاتِ مومن کا ایک بہترین
مشغلہ ہے لیکن حدودِ شریعت میں رہتے ہوئے اس مشغلہ کی ذمہ داری سے
عہدہ برآ ہونا صرف مؤیدِ من اللہ کا کام ہے خود اعلیٰ حضرت بیان فرماتے ہیں
۔۔۔ حقیقۃً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے

ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچا جاتا
ہے اور کمی کرتا ہے تو تقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں
راستہ صاف ہے چلنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً
حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے ۔۔۔

اعلیٰ حضرت نے حدود شریعت میں رہ کر جس جوش اور جس خلوص سے اپنے
آقا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت کے خطبے پڑھے ہیں
اور جس ولولہ اور کیف کے ساتھ اپنے مولیٰ کی شمار کے نغمے گائے ہیں وہ آپ
اپنی مثال ہیں۔

میدانِ نعت و منقبت میں آپ کا کوئی حریف و مقابل نہیں چنا پڑے خود
فرماتے ہیں۔

یہی کہتی ہے بلسِ بارخِ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سچو پکا
نہیں ہند میں واصف شاہِ ہدی مجھے شوخی طبع رضا کی قسم



امتیاز کی خصوصیات

- ① آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایسے الفاظ اور ایسے استعارے استعمال کئے ہیں جو انتہائی ادب و محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں تمام کلام شروع سے آخر تک پڑھ جائیے لفظ بیشرب کہیں نہ پائیے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول دافع البلاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قدم ناز سے تمام برائیوں اور بیماریوں کو دور فرما کر بیشرب کو طیبہ بنا دیا ہے۔
- ② حدود شریعت سے ناواقف شعراء جو ش عقیدت میں اولیائے کرام کو صحابہ عظام پر فضیلت دے جاتے ہیں یا سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقابلہ دیگر انبیائے کرام سے اس طرح کرتے ہیں کہ حضرات انبیاء کا احترام باقی نہیں رہتا اعلیٰ حضرت کے کلام میں اس قسم کی باتیں نہ ملیں گی۔
- ③ اکثر شعراء کعبہ، عرش، حرم، مسجد، جنت، رضوان و غیرہ کی حرمت پر ٹھیس لگاتے ہیں اور بت خانہ، میخانہ، کفر و زنا وغیرہ کی عظمت ثابت کرتے ہیں۔ یہ بہت معیوب چیز ہے اعلیٰ حضرت کا کلام اس قسم کی لغویات سے بالکل پاک ہے۔
- ④ آپ کا کلام جھوٹ، مبالغہ، ریا، تصنع، تکلف سے بالکل منزہ ہے ہر جگہ خلوص، عقیدت، صدق و حقانیت اور جذب دل کی ترجمانی ملے گی۔
- ⑤ عقائد اہلسنت کی تبلیغ، اطاعت و محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلقین، باطل پرستوں کی تردید بھی آپ کے کلام کی خصوصیت ہے۔
- ⑥ سرکارِ غوثیت میں بے انتہا نیاز مندانہ عقیدت بھی آپ کی امتیازی شان ہے
- ⑦ آپ کے کلام میں کہیں تو قرآن و حدیث کے بعینہ کلمات و عبارات ہیں، کہیں ان کے ترجمے ہیں اور کہیں تلیمات و اشارات ہیں غرض کہ آپ کے اشعار کے اخذ کلام

ابھی وحدیث نبوی کے مضامین ہیں۔

(۸) دشمنانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تفتیح و تفضیح میں آپ کا شعرو سخن شاعرِ بارگاہِ رسالت سیدنا حسنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاکیزہ کلام کا آئینہ ہے لہذا یہ کہنا بالکل حق بجانب ہے کہ اعلیٰ حضرت حسنان العصر تھے باقی دوسرے شعراء جو تعلق پاپوسی اور مداہنت فی الدین کی زندہ تصویر ہیں ان کو لبسان الحسنان کہنا حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین ہے۔



حَدِیقِ شش سے چند نعتوں کا انتخاب

ہم اس جگہ اعلیٰ حضرت کی چند نعتوں کو پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین حضرات آپ کے شعر و سخن سے بھی محفوظ ہو سکیں لیکن قلتِ صفحات کے باعث یہاں پورے اشعار نقل نہیں کیے جائیں گے۔

①

لَمْرِيَا تَنْظِيرُكَ فِي نَظَرِ
جگ رنج کوتاہ تورے سر سو
الْبَحْرُ عِلًّا وَالْمَوْجُ طَغَى
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا
يَا شَمْسُ نَظَرْتُ إِلَى لَيْلِي
توری جوت کی جھلک جگ میں رچی
يَا قَافِلَتِي زَيْدِي أَجَلَكُ
مورا جیرا لڑے دُرک دُرک
وَاهَا السُّوَيْعَاتِ ذَهَبَتْ
جب یاد آوت موسے گرنہ پڑت
الْقَلْبُ شَجَّ وَاهُمُ شَجُونُ
پت اپنی پیٹ میں کا سے کہوں
بس خامہ خام نوائے رضا نہ یہ طر زمری نہ یہ دھنگ مرا
اِرْشَادِ احِبَّانَا طُتُّ تَحَانِجَارِ اِسْ رَاهِ پڑا جانا

جناب ارشاد صاحب و جناب ناطق صاحب جو اعلیٰ حضرت کے اجاب میں تھے ان دونوں حضرات نے ایک دن اعلیٰ حضرت کی خدمت میں مرض کی کہ حضور ایک ایسی نعت شریف لکھ دیں جس میں عربی، فارسی، اردو، ہندی چاروں زبانیں جمع ہو جائیں۔ آپ نے ان دونوں کی فرمائش پر بغیر اہتمام وقت اور غور و فکر کے مذکور بالا نعت شریف لکھ دی۔ ناظرین مقطع کو ملاحظہ کریں ارشاد اور ناطق کی بندش کیسے لطیف انداز میں ادا کی ہے۔

(۲)

ہے کلام الہی میں شمس و ضحیٰ تیرے چہرہ نور فزا کی قسم :۔
 قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دو تار کی قسم
 ترے خلق کو حق نے عظیم کہا تری مخلوق کو حق نے جمیل کیا
 کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن واد کی قسم
 وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا !
 کہ کلام مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم
 یہی عرض ہے خالق ارض و سما وہ رسول ہیں تیرے میں بندہ ترا
 مجھے ان کے جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم
 تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف و عطا ہے تجھی پہ بھروسہ تجھی سے دعا
 مجھے جلوہ پاک رسول دکھانے اپنے ہی عز و علا کی قسم !
 یہی کہتی ہے بلبل باغ چناں کہ رشتا کی طرح کوئی سحر بیاں
 نہیں ہند میں و اصف شاہ پہنی مجھے شوخی طبع رسا کی قسم

(۳)

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھولِ خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
وہ جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانی دل و جاں نہیں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک "نہیں" کہ وہاں نہیں
میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیان ہے جس کا بیاں نہیں
بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مفر بہ
جو وہاں سے ہو یہاں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں
کرے مصطفیٰ کی امانتیں کھلے بندوں اس پر یہ تجرأتیں
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کہ میں کیا نہیں ہوں "محمدی" ارے ہاں نہیں رکھاں نہیں
تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں یہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں
وہی لامکاں کے مکس ہوئے سرِ عرشِ تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں
سہرِ عرش پر ہے تری گزردلِ فرشتہ پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شئی نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں
کروں مدح اہلِ مؤولِ رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں بچے کریم کا مرادین پادشاں ناں نہیں

(۴)

دوسری بار کی حاضری میں اعلیٰ حضرت ۲۲ صفر ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۰۶ء
 مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوئے اس سفر مقدس میں جو قلبی تاثرات
 پیش آئے ان کی عکاسی آپ نے ذیل کے اشعار میں کی ہے۔
 شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
 جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے
 گرمی ہے تپ ہے درد ہے کلفت سفر کی ہے
 ناشکر یہ تو دیکھ عزیت کدھر کی ہے۔۔
 کس خاک پاک کی تو بنی خاک پاشِ شفا
 تجھ کو قسم جناب میما کے سر کی ہے
 ہم کو تو اپنے سایے میں آرام ہی سے لائے
 چلے یہاں نے والوں کو یہ راہ ڈر کی ہے۔۔
 لٹتے ہیں مارے جاتے ہیں یوں ہی سُنائے
 ہر بار دی وہ امن کہ غیرتِ حضر کی ہے۔
 وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قسم ابھی
 پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے۔
 ماہِ مدینہ اپنی تجسلی عطا کرے۔۔
 یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر کی ہے
 مَنْ زَارَ قَرْبَتِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَا عَنِّي
 ان پروردگار سے نویداں بشر کی ہے
 اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
 اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے۔

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا .
 پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہفت کدھر کی ہے
 کعبہ بھی ہے انھیں کی تجلی کا ایک نفل
 روشن انھیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے .
 ہوتے کہاں غلیل و بنا کعبہ و منی . .

لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے
 مولیٰ علی نے داری تری نینہ پر نماز
 اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
 صدیق بلکہ غار میں جاں اس پہ دے چکے
 اور حفظ جاں تو جان فروض غرر کی ہے
 ہاں تو نے ان کو جان انھیں پھر دی نماز
 پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
 ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروغ ہیں . . .
 اصل الاصول بندگی اس تا جو رکھی ہے
 شکل بشرین نور الہی اگر نہ ہو
 کیا قدر اس خمیرہ ماؤ مدر کی ہے . .
 نور الہ کیا ہے محبت حبیب کی . .

جس دل میں یہ مہر ہو وہ جگہ خوک و خر کی ہے
 ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو بخدایو !
 واللہ ذکر حق نہیں کنجی سقر کی ہے
 آپ کچھ سنا دے عشق کے بولوں میں اسے رضا
 مشتاق طبع لذت سوزِ جگر کی ہے !

(۵)

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
کھبتی ہوئی نظر میں ادا کس سحر کی ہے
ہم جائیں اور قدم سے لپٹ کر حرم کہے
ہم گردِ کعبہ پھرتے تھے کل تک اور آج وہ
ہاں ہاں رہو مدینہ ہے خافض ذرا تو جاگ
اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاک پاک
عشاقِ روضہ سجدہ میں سوئے حرم جھکے
کعبہ ہے بیشک انجمنِ آزادِ دلہن مگر
کعبہ دلہن ہے تربتِ اطہر نئی دلہن
دونوں بنیں بخیلی انیسلی بنی مگر
سر سبز وصل یہ ہے سیر پوشِ ہجر وہ
شکی وہ دیکھ بادِ شفاوت کہ دے ہوا
یہ آبر و عنایتِ دامنِ ترکی ہے

(۶)

وہ سرورِ کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نئے نزالے طرب کے سماں عرب کے مہلک لے تھے
بہار ہے شادیاں مبارک چین کو آبادیاں مبارک
ملکِ فلک اپنی اپنی لے میں یہ گر حقیقِ دل کا بولتے تھے
وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رہی تھی شادی مچی تھیں دھوین
انوارِ شمس آتے ادھر سے نعمات اٹھ رہے تھے

تجلی حق کا سہرا سر پر صلاۃ و تسلیم کی پنچا اور،
 دور و یہ قدسی پرے جھا کر کھڑے سلائی کے واسطے تھے
 نماز اقصیٰ میں تھا یہی سرعیاں ہو معنی اول آخر!
 کہ دست بستہ ہیں تیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے
 جھلک سی اک قدسیوں پر آئی ہو ابھی دامن کی پھر نہ پائی
 سواری دولہا کی دور پہونچی برات میں ہوش ہی گئے تھے
 تھکے تھے روح الامین کے باز و چٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
 رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہ حسرت کے دلولے تھے
 بڑھ اے محمد قریں ہوا حمید قریب آسرو رنج ڈرا
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منار جاویں یہ کیا گدا اٹھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے
 تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیسا ہے بے نیازی
 کہیں تو وہ جوش ثنّ ترا آئی کہیں تقاضے وصال کے تھے
 خرد سے کہہ دو کہ سر جھکالے گماں سے گزرے گزرنے والے
 پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے
 وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
 اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے
 کماں امکاں کے جھوٹے نقطو! تم! قول آخر کے پھر میں ہو
 محیط کی چال سے تو پلو چھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے
 نبی رحمت شفیع امت رضا پہ اللہ ہو عنایت،
 اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے
 شنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا،
 نہ شاعری کی ہوس نہ پروا روی مٹی کی بکھیرنے تھے،



(۷)

صبح طیبہ میں ہوتی بٹتا ہے باڑا نور کا
 باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
 میں گدا تو یاد شاہ بھروسے پیالہ نور کا
 تیرے ہی ماتھے رہا ہے جان سہرا نور کا
 تیرے ہی جانب بچا پانچوں وقت سجدہ نور کا
 شمع دل مشکوۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
 جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
 تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
 صدقہ لینے نور کا آیا ہے ستارا نور کا
 مست یو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
 نور دن دوتا تیرا دے ڈال صدقہ نور کا
 بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا
 رخ ہے قبلہ نور کا ابرو ہے کعبہ نور کا
 تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا
 نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا
 تو ہے عین نور تیرا سب گھراتا نور کا
 اے رضایہ احمد نوری کا فیض نور ہے
 ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

(۸)

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
 لے خبر جلد کہ غیروں کی طرف دھیان گیا
 آہ وہ آنکھ کہ ناکام تنہا ہی رہی :-
 دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
 انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
 اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
 آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
 ساتھ ہی منشی رحمت کا قلم دان گیا
 مرے مولیٰ مرے آقا ترے قربان گیا
 ہائے وہ دل جو ترے در سے پیرا مان گیا
 سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا
 اللہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا
 نجد یو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا
 پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

جان و دل ہوش و خروش تو دینے بیٹھے

تم نہیں چلتے رہتا سارا تو سامان گیا

marfat.com

⑨

سرتا بقدم ہے تن سلطانِ زمن پھول
 لب پھول، دہن پھول، ذوق پھول بدن پھول۔
 صدقے میں ترے باغ تو کیا لائے ہیں بن پھول
 اس غنچہ دل کو بھی تو ایسا ہو کہ بن پھول :-
 تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا :-
 تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہِ محن پھول :-
 واللہ جوں جائے مرے گل کا پسینہ
 مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دو لہن پھول۔
 دل بستہ و خوں گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت
 کیوں غنچہ کہوں ہے مرے آقا کا دہن پھول۔
 دُندان و لب و زلف و رخِ شہ کے فدائی
 ہیں دُرِ عدن لعل، یمن مشکِ ختن پھول :-
 ہوں بارگشتہ سے فحیلِ دوشِ عزیزاں
 اللہ میری نعش کراے جانِ چمن پھول :-
 دل اپنا بھی شیدائی ہے اُس ناخنِ پا کا
 اتنا بھی مہِ نوپ نہ اے چرخِ کہن پھول :-
 کیا بات رضا اس چمنستانِ کرم کی :-
 زُہرا سے کلی جس میں حسین اور حسن پھول
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کنز الایمان

۳۷۲

ایک انسان اپنی دماغی کوشش سے بلند پایہ مصنف و قابل صداقت و اذیب
تو بن سکتا ہے۔ اپنی ذاتی قابلیت کے زور سے اُردو، عربی، فارسی، انگریزی وغیرہ مختلف
زبانوں کا ماہر تو ہو سکتا ہے۔ اپنے ذہن ثاقب کی تیزی سے خود صرف، معاشی و بیعان،
تاریخ و فلسفہ کا محقق تو ہو سکتا ہے۔

لیکن قرآن حکیم کا مُتْرُجِم بننا تو یہ اس کے اپنے بس کی بات نہیں
قرآن مجید کی ترجمانی کرنا۔ کلام الہی کے اصل منشا و مراد کو سمجھنا، آیات ربانی کے انداز
کچھ چنانا۔ آیات محکمات و متشابہات میں امتیاز کرنا یہ صرف اس عالم دین
کا کام ہے جس کا دماغ انوار ربانی سے روشن، اس کا قلب عشق مصطفیٰ کا دینہ
اور اس کا ذہن بصیرت دینیہ کا حامل ہو۔ رہے وہ لوگ جو زبان و ادب، خود صرف، فلسفہ
تاریخ وغیرہ علوم کے فاضل ہونے کے باوجود باطل پرستی کے حامی و طرفدار ہیں تو انہیں بالکل
رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی ترجمانی کرنے کے لئے قائلید و حمایتی
کا کوئی حصہ نہ ملا کیوں کہ علم قرآن ہی وہ کسوٹی ہے جس سے کھرے کھوٹے کا فرق ظاہر
ہوتا ہے قرآن نہیں ہی وہ معیار ہے جو علمائے حق و علمائے باطل کے درمیان خط امتیاز
کھینچتا ہے تو اگر قرآن کے معارف و حقائق کا راز داں حامیان حق و طرفداران باطل
دونوں ہی کو یکساں طور پر بنا دیا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ مع کذب و باطل
کا شور و ہنگامہ ختم ہو گیا حالانکہ اس حقیقت کو سب ہی تسلیم کرتے ہیں کہ کارزار حق و باطل
کی گہا گہی دنیا کے آخری دن تک باقی رہے گی۔

تائید ربانی ہی وہ نعمت ہے جس سے معرومی کے باعث طرفداران باطل میں جوٹی
کے اہل قلم سرسید احمد خان، علی گڑھ میں مولانا محمد رفیع، ڈی پی نذیر احمد دہلوی، ابراہیم

مودودی وغیرہ جو اردو زبان کے محقق اور عربی ادب کے مبصر کچھ جانتے ہیں قرآن حکیم کے ترجمہ میں ہچکولے کھا کھا کر چاروں ٹلنے چت ہو گئے ہیں اور زبردستی ترجمہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے علم و قابلیت، استعداد و یقین کی برسرِ بازار قلعی بھی کھل گئی۔ مجھے یہ تسلیم ہے کہ اردو ادب کے ان جدید معماروں نے قرآن کے عربی کلمات کو اردو میں ضرورتاً تبدیل کر دیا لیکن اس تبدیل کو کلام الہی کا ترجمہ ہرگز نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔

دورِ حاضر میں اردو کے شائع شدہ ترجموں میں صرف ایک ترجمہ کنزالایمان ہے جو ”قرآن کا صحیح ترجمان“ ہونے کے ساتھ (۱) تفاسیر معتبرہ قدیمہ کے مطابق ہے (۲) اہل تفویض کے مسلکِ اسلام کا عکاس ہے (۳) اصحابِ تاویل کے مذہبِ سالم کا مؤید ہے۔ (۴) زبان کی روانی اور سلاست میں بے مثل ہے (۵) عوامی لغات و بازاری بولی سے یکسر پاک ہے (۶) قرآن حکیم کے اصل منشاء و مراد کو بتاتا ہے (۷) آیات ربانی کے اندازِ خطاب کو پہنچاتا ہے (۸) قرآن کے مخصوص محاورہ کی نشان دہی کرتا ہے (۹) قادرِ مطلق کی روئے عزت و جلال میں نقص و عیب کا دھبہ لگانے والوں کیلئے ہشیرِ براں ہے (۱۰) حضراتِ انبیاء کی عظمت و حرمت کا محافظ و نگہبان ہے عامہ مسلمین کیلئے با محاورہ اردو میں سادہ ترجمہ ہے (۱۱) لیکن علماء و مشائخ کیلئے حقائق و معرکات امتداداً ہے بس اتنا سمجھ لیجئے کہ قرآن حکیم قادرِ مطلق جلّ جلالہ کا مقدس کلام ہے اور کنزالایمان اس کا مہذب تر ترجمان ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ ترجمہ اس کا پیش کردہ ہے جو عظمتِ مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا طبردار، تائیدِ رحمانی کا سرمایہ دار، انوارِ ربانی کا حامل، حقائقِ قرآن کا ماہر و قائل، آیات کا عارف ہے جو ہمیشہ اپنے کو عبد المصطفیٰ سمجھتا، کہتا اور لکھتا رہا اور جس کو ہم اعلیٰ حضرت احمد رضا کہتے ہیں۔

یہ معلوم کر کے ناظرین کو سخت حیرت ہوگی کہ اتنی کثیر خوبیوں والا ترجمہ بغیر کسی کتاب کی مدد کے اور بغیر کسی تیاری کے عالمِ ظہور میں آیا ہے واقعہ یوں ہے کہ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے

ہوئے اعلیٰ حضرت سے ترجمہ کر دینے کی گزارش کی، آپ نے وعدہ فرمایا لیکن دوسرے دن
مشاغل دینیہ کثیرہ کے بوجھ کے باعث تاخیر ہوتی رہی۔ جب حضرت صدر الشریعہ
کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا چونکہ ترجمہ کے لئے میرے پاس مستطرد
وقت نہیں ہے اس لئے آپ رات میں سونے کے وقت زیادہ دن میں قیلولہ کے وقت
آجایا کریں چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ، قلم اور دوات لے کر اعلیٰ حضرت
کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور یہ دینی کام بھی شروع ہو گیا۔

ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت زبانی طور پر آیات کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے
اور صدر الشریعہ اس کو لکھتے رہتے۔ لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ
پہلے کتب تفسیر و لغت کو ملاحظہ فرماتے بعدہ آیت کے معنی کو سوچتے پھر ترجمہ
بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح
بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالے
قرآن شریف فر فر فر فر پڑھتا جاتا ہے۔ پھر جب حضرت صدر الشریعہ اور دیگر
علمائے حاضرین اعلیٰ حضرت کے ترجمے کا کتب تفسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ
کر حیران رہ جاتے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ ترجمہ فی البدیہہ ترجمہ تفسیر معتبرہ کے بالکل
مطابق ہے۔ الغرض اسی قلیل وقت میں ترجمہ کا کام ہوتا رہا پھر وہ مبارک ساعت
بھی آگئی کہ حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت سے قرآن مجید کا مکمل ترجمہ کرایا۔
اور آپ کی کوشش بلیغ کی بدولت دنیائے سنیت کو کثر الایمان کی دولت عظمیٰ
نصیب ہوئی فجزاہ اللہ تعالیٰ عن اہل السنۃ جزاءً کثیراً و اجراً
جزیلاً۔

اس وقت کثر الایمان کے ساتھ ساتھ مولوی اشرف علی تھانوی،
محمود حسن دیوبندی، فتح محمد جالندھری، سر سید علی گڑھی، تذریا محمد دہلوی، حیرت
دہلوی وغیرہ کے بھی ترجمے ہمارے پیش نظر ہیں۔ ان حضرات کے تراجم قرآن کا کثر الایمان
سے موازنہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو لوگ تائید خداوندی سے

محروم ہو کر زیر دستی قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ خود اپنے علم و دانش کا بھاٹا پھوڑتے ہیں اور عامہ مسلمانوں کو نئی نئی گمراہیوں میں ڈھکیلتے ہیں۔ اس مقام پر ان حضرات کے چند ترجمے بطور نمونہ نقل کرتا ہوں تاکہ ناظرین بھی بخوبی اندازہ کر لیں کہ زیر دستی کے یہ مترجمین قرآن کی ترجمانی میں کتنی بُری طرح ناکام ہیں۔

پارہ اول سورہ بقرہ میں قرآن کا ارشاد ہے اللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ اس آیت کا ترجمہ خود ساختہ معمار اردو سرسید نے یوں لکھا ہے "اللہ ان سے کھٹا کرتا ہے" ڈپٹی نذیر احمد نے اس طرح لکھا ہے "اللہ ان کو ہنساتا ہے" فتح محمد جالندھری نے یوں لکھا ہے "ان منافقوں سے خدا ہنسی کرتا ہے" مرزا حیرت نے اس طرح لکھا ہے "اللہ ہنسی اڑاتا ہے ان کی" شیخ دیوبند محمود حسن نے یوں لکھا ہے "اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے" نواب وحید الزماں غیر مقلد نے یوں لکھا ہے "اللہ جل شانہ ان سے دل لگی کرتا ہے۔"

دیکھئے اگر ان گنوار مترجمین کو تائید ربانی حاصل ہوتی۔ اور ان کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا سچا تصور ہوتا تو وہ اس مُبْتَدِئِ وَقْدِوس کے حق میں دل لگی کرنا، ٹھٹھا کرنا، ہنسا اڑانا وغیرہ بازاری محاورے ہرگز استعمال نہ کرتے۔ یہ جاننا کہ رب العزّة جل جلالہ کی بارگاہِ عظمت ٹھٹھا کرنے، ہنسی اڑانے وغیرہ عیوب سے پاک ہے صرف مردِ مومن مؤیدِ مَن اللہ ہی کا کام ہے اب آئیے اور اس کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے جو معارف قرآن کارازداں ہے۔ اعلیٰ حضرت آیتِ مذکورہ بالا کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔"

پارہ دوم سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اس آیت کریمہ کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں "اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس)

وہ تو محض اس کے لئے تھا کہ ہم کو یعنی اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون عیسےؑ کو کہتا جاتا ہے۔ ”آیت مذکور بالا میں اَلْعِلْمُ کا ترجمہ سرسید علی گڑھی نے اس طرح لکھا ہے ”ہم جان لیں“ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے یوں لکھا ہے ”ہم معلوم کر لیں“ مرزا حیرت دہلوی نے اس طرح لکھا ہے ”ہمیں معلوم ہو جائے۔“

دیکھئے ان تادار مترجمین نے عربی اردو ڈکشنری میں اَلْعِلْمُ کا ترجمہ ”جاننا“ پڑھا تھا بس اس کے مطابق آیت میں اَلْعِلْمُ کا ترجمہ ”ہم کو یعنی اللہ کو معلوم ہو جائے“ لکھ دیا لیکن بصیرت ایمانی سے محرومی کے باعث اتنا نہ سوچ سکے کہ ”معلوم ہو جائے“ کا محاورہ اس کے لئے استعمال کیا جائے گا جس کو پہلے سے معلوم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا ازلی وابدی طور پر عالم ہے تو پھر اس کے حق میں ”معلوم ہو جائے“ کا کیا معنی؟ اصل حقیقت یہ ہے کہ ترجمہ قرآن کے لئے صرف عربی دانی کام نہیں دے سکتی بلکہ اس کے ساتھ خود قرآن کے مخصوص انداز و محاورے کو پہچاننا۔ آیات حکم و متشابہ میں امتیاز کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت نے آیت مذکور بالا کا ترجمہ اس طرح کیا ہے ”اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون اسے پاؤں پھر جاتا ہے“ سبحان اللہ کیسا پاکیزہ ایمان افروز ترجمہ ہے۔

پارہ چہارم سورہ آل عمران میں قرآن مجید کا ارشاد ہے وَلَيَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمُ الصّٰبِرِيْنَ اس آیت کریمہ کا ترجمہ شیخ دیوبند محمود حسن نے اس طرح لکھا ہے ”اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو“ فتح محمد جالندھری نے یوں لکھا ہے ”حالانکہ ابھی خدا نے تم میں جہاد کرنے والوں کو تو ابھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور یہ کہ وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے۔“

دیکھئے تائید ربانی کا یہ محرومی لکھنا مترجمین کتنی بڑی طرح ہچکولے

کھا رہے ہیں اب تو ناظرین کو بھی اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہو گا کہ نابطلوں کے یہ ترجمے مسلمانوں کے ایمان کو غارت کر دینے والے ہیں۔ اب کئی لایمان کا ترجمہ چھپے اور اپنے ایمان کو منور کیجئے۔ اعلیٰ حضرت نے آیت مذکورہ بالا کا ترجمہ اس طرح کیا ہے ”اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور وہ عبرت والوں کی آزمائش کی۔“

پارہ نہم سورہ اعراف میں قرآن مجید کا ارشاد ہے **فَلَا يَأْمُرُكَ اللَّهُ إِلَّا الْقَوْمَ الْخَاسِرُونَ** ۵ اس آیت کو یہ ترجمہ ابو الاعلیٰ مودودی نے جو اردو زبان کے ادیب کہے جاتے ہیں اپنی کتاب تفہیمات حصہ اول ص ۱۳۴ میں اس طرح لکھا ہے ”سوالہ کی چال سے تو وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جن کو برباد ہونا ہے۔“

اس مقام پر ہمیں صرف اتنی سی بات کہنی ہے کہ اللہ رب العزت جل جلالہ کی شان پاک میں ”چال“ کا لفظ استعمال کرنا بتا رہا ہے کہ مترجم بالکل غیر مہذب قسم کا وحشی آدمی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے آیت مذکورہ بالا کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔ ”تو اللہ کی صفی تدبیر سے بڑبڑ نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔“

قرآن مجید کا ارشاد ہے **قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ** ۱ اس آیت کا ترجمہ ابو الاعلیٰ مودودی نے تفہیمات حصہ دوم ص ۱۸۱ میں یوں لکھا ہے ”اے محمد! کہہ دو کہ میں تو محض تم جیسا ایک انسان ہوں مجھ پر وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے۔“

ابو الاعلیٰ مودودی خواہ کڑواہی ہوں یا سحت قسم کے نیچری لیکن بہر حال وہ اپنی جماعت میں ایک ذمہ دار صاحب قلم کہے جاتے ہیں لہذا ان کا فرض ہے کہ وہ پہلے قرآن مجید کا صحیح ترجمہ کریں اس کے بعد آیت کی تشریح میں ان کا جی چاہے وہ باہیت کا رنگ بھریں یا جی چاہے نیچریت کی بنیاد رکھیں لیکن افسوس کہ مودودی صاحب نے دیانت کا گلا گھونٹ کر آیت کریمہ کے ترجمے ہی میں وہابیت کا انداز ٹھونس دیا تاکہ جو مسلمان ابو الاعلیٰ کی بے دینی سے ناواقف ہونے کے باعث ان کے ترجمہ پر اعتماد رکھتے ہوں وہ اپنے آقا و مولیٰ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عام انسانوں ہی جیسا سمجھیں ایک

انسان "تصور کریں یہ سمجھتے ہوئے کہ یہی تصور خود قرآن پیش کر رہا ہے معاذ اللہ اب تو کھل گیا کہ باطل پرست خواہ وہ مفکر اسلام کہا جاتا ہو یا مصر دین، مجاہد ملت بتا ہو یا سمار قوم وہ ایمان و اسلام کے مسئلہ میں یا ترجمہ قرآن کے معاملہ میں ہرگز ہرگز دیانت داری سے کام نہیں لے سکتا پھر جو شخص دیدہ و دانستہ اس کی دیانت پر بھروسہ کر کے وہ خود بھی ضرور باطل پرست ہوگا۔

پیشوائے دہلیہ شیخ فیاض مولوی عید الشکور کا کوڑی ایڈیٹر انجم لکھنؤ نے اپنے اخبار الفجر بیت الیقین ۱۹۳۱ء عیسوی مطابق یکم ربیع الآخر ۱۳۵۰ء ہجری صفحہ پانچ میں ایک دیوبندی مولوی کا مقالہ شائع کیا جس کے کالم ۷۷ سطر ۱۹ میں وہ دیوبندی مولوی سکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹانے کے لئے لکھتے ہیں۔

"نبی کریم نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰی اِلَیَّ میں تمہاری طرح ایک معمولی انسان ہوں۔ اگر تم میں اور مجھ میں کچھ فرق ہے تو صرف اتنا کہ میں تمہارے پاس خدائے تعالیٰ کا پیام لایا ہوں۔"

حضرات قارئین ملاحظہ فرمائیں۔ اس گستاخ مترجم نے حضور نبیِّ العالَمین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "ایک معمولی انسان" قرار دینے کے لئے آیت قرآن کے ترجمہ میں کھلم کھلا تحریف کر ڈالی۔ معاذ اللہ تعالیٰ منہ

یہ ہے قرآن کا مسلمانوں پر احسان عظیم کہ اس نے علمائے باطل کو منظر عام پر کھڑا کر دیا تاکہ سب دیکھ لیں کہ یہ باطل پرست مترجمین مسلمانوں کے ایمان کے ڈاکو ہیں۔ ان ڈاکوؤں پر اعتماد کرنا ایمان کے لئے دہرلا ہل ہے اب آئیے اور اس کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے جو دنیا میں عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا علمبردار اور تائید ربانی کا حامل اسرار قرآنی کا عارف ہے اعلیٰ حضرت آیت کریمہ مذکور بالا کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

"تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔ مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا

معبود ایک ہی معبود ہے۔" (کنز الایمان ص ۲۳۳)

پاکستان میں قرآن کا ارشاد ہے وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ

فَعُوْا اِسْ اٰیٰتِ کَرِیْمَہِ کَا تَرْجَمَہِ مَوْلٰوِی عَاشِقِ اَتَّہِی دِیُو بِنْدِی نَے اِس طَرَح لکھائے اور
آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کی پس گمراہ ہوئے۔

دیکھیے عاشقِ اَتَّہِی دِیُو بِنْدِی نے سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گمراہ ٹھہرایا حالانکہ
 حضرت آدم علیہ السلام ایک معصوم نبی ہیں ان کی بارگاہ گمراہی سے پاک ہے۔ اصل
 میں اس طرح کا ترجمہ کرنے والے نااہل مترجمین ہی گمراہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت آیت مذکور
بالا کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو
مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔ (کنز الایمان ص ۳۸۳)

۔۔۔ پارہ ہفتم سورہ انبیاء میں قرآن مجید کا ارشاد ہے فَقُلْ اِنْ لَّنْ نَّقْدِرْ عَلَیْہَا
اِسْ اٰیٰتِ کَرِیْمَہِ کَا تَرْجَمَہِ شَیْخِ دِیُو بِنْدِی محمود حسن نے اس طرح لکھا ہے "پھر (یونس نے)
سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو" فتح محمد جالندھری نے یوں لکھا ہے "اور (یونس نے)
خیال کیا ہم ان پر قابو نہیں پاسکیں گے" ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے اس طرح لکھا ہے انگلیونس
کو ایسا واہمہ گزرا کہ ہم ان پر قابو نہیں پاسکیں گے" دیکھئے ان نادار مترجمین نے آیت کریمہ کا باطل
ترجمہ کر کے حضرت سیدنا یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ بہتان لگایا کہ ان کا یہ خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر قابو
نہیں پاسکتا اور نہ میری پکڑ کی طاقت رکھتا ہے گویا ان مترجمین کے نزدیک حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ
تعالیٰ کی قدرت پر ایمان نہ رکھتے تھے معاذ اللہ۔ ان ناداروں نے سمجھا کہ آیت میں نَقْدِرْ۔ اَلْقُدْرَۃُ سے مشتق ہے بس
بے سوچے سمجھے اس کی اردو بنیادی حالانکہ یہ نَقْدِرْ۔ اَلْقُدْرَۃُ سے مشتق ہے۔
اعلیٰ حضرت نے آیت مذکور بالا کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "تو گمان کیا (یونس علیہ السلام
نے) کہ ہم اس پر بھی نہ کریں گے" (کنز الایمان ص ۳۹۳)

پارہ ہست و سوم سورہ ص میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم حضرت اسحق اور
 حضرت یعقوب علیہم السلام کے ربانی علم و قدرت کو سراہتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے
وَ اذْکُرْ عِبْدَنَا اِِبْرٰہِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ
اس آیت کریمہ کا ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے یوں لکھا ہے۔

"اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو ہاتھوں والے

اور آنکھوں والے تھے۔“

ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے جہیتے نبیوں کے لئے امتیازی وصف بیان کرتے ہوئے ان کی مدح و ستائش کر رہا ہے مگر تھانوی صاحب نے آیت کریمہ کے عربی کلمات کی اردو بنا کر ان تینوں نبیوں کے خصوصی وصف کو اڑا دیا۔ قابل غور امر یہ ہے کہ کیا فرعون و نمرود، ابوجہل و ابولہب، اللہ تعالیٰ کے بندے نہیں؟ کیا فرعون و نمرود، ابوجہل و ابولہب ہاتھوں والے اور آنکھوں والے نہیں تھے؟ تو جو اوصاف کفار و مشرکین کو حاصل ہیں وہ حضرات انبیاء کے لئے باعث کمال کیوں کر ہو سکتے ہیں؟ اب اعلیٰ حضرت کا نورانی ترجمہ ملاحظہ ہو۔

”اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسمٰعیل اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو“ (کنز الایمان ص ۷۷)

مولوی اشرف علی تھانوی نے قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے ”آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو!“ دیکھئے مولوی اشرف علی صاحب کے اس ترجمہ سے نہ تو اللہ رب العزۃ کی حضور علیہ الصلاۃ والسلام پر برتری ظاہر ہوتی ہے اور نہ حضور کے منیٰ طبین پر حضور کی عظمت واضح ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ تھانوی صاحب کلام الہی کا ترجمہ نہیں بلکہ عربی کلمات کی اردو بنانے بیٹھے ہیں۔

اب اس کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے جو مؤید من اللہ ہے اعلیٰ حضرت نے آیت مذکور بالا کا ترجمہ اس طرح کیا ہے ”تم فرماؤ اے کافرو!“ سُبْحَانَ اللَّهِ کلام الہی کی یہ کتنی پاکیزہ ترجمانی ہے۔ دیکھئے امر اللہ تعالیٰ ہے اور مامور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ترجمہ رضویہ کا لفظ ”تم“ پتہ دے رہا ہے کہ امر مامور سے برتر و اعلیٰ ہے اور لفظ ”فرماؤ“ واضح کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام منیٰ طبین کے لئے فرمانروا بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ ہمیں پوری امید ہے کہ ناظرین بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ ”آپ کہہ دیجئے“ یہ صرف تبدیل زبان اور ”تم فرماؤ“ یہ ترجمہ قرآن ہے۔

سورۃ فاتحہ میں قرآن کا ارشاد ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝

یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اس طرح مجھ سے دعا مانگتے رہو۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے اس دعائیہ آیت کا ترجمہ یوں لکھا ہے ”بتلاوتیجئے ہم کو راستہ سیدھا“ اور اعلیٰ حضرت نے اس طرح ترجمہ کیا ہے ”ہم کو سیدھا راستہ چلا۔“
گویا مولوی اشرف علی تھانوی یوں دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ میاں ہمیں اب تک سیدھا راستہ معلوم نہ ہو سکا لہذا آپ ”بتلاوتیجئے ہم کو راستہ سیدھا“ اور مؤید من اللہ اعلیٰ حضرت ہارگاہ الہی میں اس طرح دعا مانگ رہے ہیں کہ اے رب کریم! ہم تیرے فضل و کرم سے سیدھا راستہ پا چکے ہیں بس اب تو ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ ۝ اٰمِنْ بِجَاهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمُ ۝ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝



عہ یہ دعا تھانوی صاحب کے محاورہ سے ماخوذ ہے وہ اپنی زندگی میں ”اللہ میاں“ بولتے اور لکھتے رہے۔ ملاحظہ ہوں ان کے ملفوظات افاضات یومیہ حصہ اول ص ۱۲ اور حصہ ہفتم ص ۱۴۲ اور ان کی تصنیف بہشتی زیور۔ ہم اہل سنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ میاں کا لفظ ملاتا یعنی اللہ میاں خدا میاں کہنا ٹھیک نہیں۔ اس کے بجائے اللہ تعالیٰ اللہ پاک کہنا چاہیے۔

شاہ رفیع الدین علیہ الرحمہ کا ترجمہ

دہلیوں، نیچریوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں وغیرہ گمراہ گروں کے جس قدر ترجمے شائع ہوئے ہیں وہ سب خود قرآن عظیم کے خلاف اور مسلمانوں کے ایمان کے حق میں زہر پلاہل ہیں ان لوگوں نے ترجمہ قرآن میں اتنا زیادہ کھڑو گمراہی کا ارتکاب کیا ہے کہ اس کے بیان کے لئے ایک دفتر عظیم چاہیئے۔ اندازہ کرنے کے لئے ہم نے ان کی گمراہی کے کچھ نمونے اور اوراق گزشتہ میں نقل کر دیئے ہیں جس کو اپنا دین و ایمان عزیز ہوگا اس کے لئے ہمارا مختصر بیان ہی کافی ہے باقی جو ایمان کی دولت سے محروم ہے یا اس کو اپنا ایمان ہی عزیز نہیں وہ اگر اچھے نصیحتیں کو اپنا رہنما بنالے تو ہمارا کیا بھڑے گا۔

اب رہا یہ سوال کہ حضرت مولینا رفیع الدین دہلوی علیہ الرحمہ کا شائع شدہ ترجمہ قابل اعتماد ہے یا نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ مولینا مرحوم کا یہ ترجمہ چونکہ گمراہ گروں کی ترمیم و تصرف سے محفوظ نہ رہ سکا اس لئے یہ تصرف شدہ ترجمہ بھی قابل اعتماد نہیں رہ گیا۔ نور محمد دیوبندی مالک کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی نے اپنے شائع کردہ معجز نامہ توسط قرآن شریف مفسر جدید و ترجیحہ کے ٹائٹل پر لکھا ہے کہ ”ترجمہ اول رئیس الفقہاء والمحدثین حضرت شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی کا ہے جو سب سے پرانے مطبوعہ مترجم قرآن شریف سے نقل کیا گیا ہے جو بالکل اصلی ہے اور موجودہ زمانے کے کتب فروشوں کی ترمیم و تصرف سے پاک ہے“ دیکھیے اس حوالہ نے صاف واضح کر دیا کہ حضرت شاہ رفیع الدین علیہ الرحمہ کے ترجمہ میں کتب فروش حضرات بہت کچھ گھٹا بڑھا چکے ہیں۔ اب رہا نور محمد کتب فروش کا اپنے شائع کردہ ترجمہ کو ترمیم و تصرف سے پاک بتانا تو یہ صرف اپنی تجارتی دکان چمکانے کے لئے ہے کیونکہ نور محمد کا یہ ترجمہ بھی ترمیم و تصرف سے پاک نہیں ہے۔

ہم تو مولینا مرحوم کی طرف منسوب شدہ مترجم قرآن کے انداز ترجمہ ہی سے سمجھ گئے تھے کہ یہ ترجمہ تصرف و ترمیم کی لذت ہو چکا ہے لیکن مخالفین کو منوانے کے لئے ہم نے ایک دیوبندی ناشر کی تحریری گواہی بھی پیش کر دی۔ مولینا مرحوم کے برادر گرامی حضرت مولینا شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کا ترجمہ بھی ترمیم و تصرف سے پاک نہیں رہ گیا لہذا مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کی خاطر یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ شائع شدہ ترجموں میں سچا اور صحیح ترجمہ کنز الایمان ہے باقی دوسرے ترجمے قابل اعتماد نہیں ہیں۔

مسافر عالم بالالکیشین کوئی

اعلیٰ حضرت ان ادویائے کاظمین میں تھے جن کے قلوب پر فرائضِ الہیہ کی عظمت چھائی رہتی ہے چنانچہ جب ۱۳۳۹ھ کا ماہ رمضان شریف مئی و جون ۱۹۲۱ء میں پڑا اور مسلسل علالت و ضعف فراواں کے باعث اعلیٰ حضرت نے اپنے اندر اس سال کے موسم گرما میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ پائی تو اپنے حق میں فتویٰ دیا کہ پہاڑ پر سردی ہوتی ہے وہاں روزہ رکھنا ممکن ہے لہذا روزہ رکھنے کے لئے وہاں جانا استطاعت کی وجہ سے فرض ہو گیا پھر آپ روزہ رکھنے کے ارادے سے کوہ بھوالی ضلع نعیمی تال تشریف لے گئے۔ آپ کو اپنے آقا و مولیٰ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عطا فرمودہ علوم سے معلوم ہو چکا تھا کہ مجھے ۱۳۴۰ھ میں دنیائے دنی سے کوچ کر کے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہونا ہے چنانچہ بھوالی پہاڑ ہی پر ۲ رمضان ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۲۱ء کو اپنی تاریخ وصال کی خبر دیتے ہوئے

عہد و صایا شریف ص ۱۱۱

آپ نے اپنے قلم حق رقم سے یہ آیت کریمہ تحریر فرمائی۔
 وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآيَاتِهِ مِنْ فَضْلِهِ وَ أَكُوْا مِنْهُ
 ۱۲ ۲۰ ۵

اللہ اللہ۔ سرکارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عطا فرمودہ علوم کا حامل اپنے انتقال سے چار ماہ تک جس دن پہلے اپنے وصال کی خبر دے رہا ہے حتیٰ کہ اس نے اپنی دنیوی زندگی ہی میں وہ آیت مقدسہ بھی تحریر کر دی جو اس کے مادہٴ تاریخ و وفات پر مشتمل ہے اور پھر دنیا نے دیکھ بھی لیا کہ اپنا مادہٴ تاریخ وصال پیش کرنے والا یہ مؤیدِک من اللہ ٹھیک ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو عالمِ باریا کے سفر پر روانہ ہو گیا لیکن یہ سب دیکھنے اور سننے کے باوجود منکرینِ علم مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ابھی تک یہی کہتے اور لکھتے جا رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی موت کی بھی خبر نہ تھی۔ معاذ اللہ تعالیٰ



آپ کے انتقال پر علماء و مشائخ اور شاعروں، ادیبوں نے کئی سوتاریخی مادے نظم و نثر میں نکالے۔ یہاں قارئین کی طوالت کا خیال کرتے ہوئے صرف تین سن تاریخ مادے تحریر کئے جاتے ہیں:-

۱۔ شیخ الاسلام والمسلمین

۲۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۳۴۰ھ

۱۳۴۰ھ

تیسرے مادے کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ۳۔ رمضان ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۲۱ء یعنی انتقال سے چار ماہ بائیس دن قبل ہی اعلیٰ حضرت اہم اہلسنت نے خود ہی اپنے سن وصال کی خبر دیتے ہوئے اپنے ہی قلم سے یہ آیت کریمہ تحریر فرمائی۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآيَاتِهِ مِنْ فَضْلِهِ وَ أَكُوْا مِنْهُ

۱۳۴۰ھ

یعنی اور غلامِ چاندی کے کٹہرے اور گلاس لئے ان کو گھیرے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

پند و نصیحت کی آخری مجلس

بھولی پہاڑ کے دوران قیام میں علیہ حضرت کو درد پہلو کا دورہ پڑا جس کے باعث ضعف نے شدت اختیار کر لی یہاں تک کہ اوائل محرم ۱۳۳۰ھ تک آپ کو وہیں رہنا پڑا۔ پھر ۱۳ محرم ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۲۱ء کو آپ بھولی پہاڑ سے بریلی تشریف لائے۔ آپ کی علالت شدید کی اطلاع چونکہ ہر طرف پہنچ چکی تھی اس لئے وطن اور بیرونجات کے مسلمان عبادت و بیعت کے لئے آنا شروع ہو گئے۔ باوجود نقاہت آپ کی ہر مجلس مواعظ و نصائح کا ذخیرہ ہوتی۔ اس دوران علالت میں آپ بکثرت ذکر شاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے اور خصوصیت کے ساتھ اپنے اور تمام مسلمانوں کے لئے حُسنِ خاتمہ کی دعا کرتے۔ تفرُّغ اور خشیت کی یہ حالت تھی کہ اکثر احادیث رِخاق بیان فرماتے خود آپ کی اور حاضرین کی روتے روتے ہچکی بندھ جاتی۔ اکثر اوقات فرماتے جس کا ایمان پر خاتمہ ہو گیا اس نے سب کچھ پالیا۔ کبھی فرماتے اگر بخش دے تو اس کا فضل ہے نہ بخشے تو اس کا عدل ہے۔ ایک دن لوگوں کو کا شانہ اقدس پر طلب فرمایا اور دین و ایمان کو بچانے کے سلسلے میں ان کو سخت تاکید اور نصیحت فرمائی۔ وعظ کی اس آخری مجلس میں آپ نے جو ایمان افروز تقریر فرمائی اس کا اقتباس ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

پیارے بھائیو! اداری ما بقائی فیکم مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنے دن تمہارے اندر ٹھہر دوں گا۔ تین ہی وقت ہوتے ہیں: بچپن، جوانی، بڑھاپا۔ بچپن گیا جوانی آئی۔ جوانی گئی بڑھاپا آیا۔ اب کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے جس کا انتظار کیا جائے۔ ایک موت ہی باقی ہے اللہ قادر ہے کہ ایسی ہزار مجلسیں عطا فرمائے اور آپ سب لوگ ہوں اور میں آپ لوگوں کو

عہ یہ اقتباس دصایا شریف سے ماخوذ ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سناتا رہوں مگر بظاہر اب اس کی امید نہیں۔

اے لوگو! تم پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو اور بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا میں تمہیں فتنہ میں ڈال دیں تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو اور دور بھاگو۔ دیوبندی، رافضی، عجمی، قادیانی، چکڑاٹوی یہ سب فرقتے بھیڑیے ہیں۔ تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں۔ ان کے حملوں سے ایمان کو بچاؤ۔

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقت البعثۃ جل جلالہ کے نور میں حضور سے صحابہ کرام روشن ہوئے۔ صحابہ کرام سے تابعین عظام روشن ہوئے۔ تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے۔ ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے۔ ان سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ فورہم سے لے لو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ فورہم ہے کہ ”اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی محبت ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت“ جس سے اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ محترم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہی بتاتا رہا اور اس وقت پھر یہی عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لئے کسی بندے کو کھڑا کر دے گا مگر نہیں معلوم میرے بعد جو آئے کیسا ہو اور تمہیں کیا بتائے اس لئے ان باتوں کو خوب سن لو حجة اللہ قائم ہو چکی۔ اب میں قبر سے اٹھ کر تمہارے پاس بتانے نہ آؤں گا جس نے اسے سنا اور مانا قیامت کے دن اس کے لئے نور و نجات ہے اور جس نے نہ مانا اس کے لئے ظلمت و ہلاکت ہے۔

دست حق پرست آخری تحریر

آپ نے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ جمعہ مبارکہ کو وصال سے دو گھنٹہ ترہ منٹ
پیشتر تجہیز و تکفین وغیرہ سے متعلق ضروری وصایا جو چودہ اہم باتوں پر مشتمل ہے
قلم بند کرائے اور آخر میں بارہ نیک کرائس منٹ پر خود دست اقدس سے
حمد و درود شریف کے مندرجہ ذیل کلمات تحریر فرمائے۔

• ————— وَاللّٰهُ شَهِيدٌ وَلَهُ الْحَمْدُ
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی وَبَارَكَ وَسَلَّمْ عَلٰی
شَفِيعِ الْمُدْنِيِّينَ وَالِیْهِ الطَّيِّبِیْنَ وَ
صَحْبِهِ الْمَكْرُمِیْنَ وَابْنِهِ وَحِزْبِهِ
اِلٰی اَبَدِ الْاَبَدِیْنَ اٰمِیْنٌ وَالْحَمْدُ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط ————— •

شہیدِ محبت کی دنیا سے روانگی کا ایسا افروز منظر

اعلیٰ حضرت نے ۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء عیسوی کو جمعہ مبارک کے دن دو بجکر ۳۸ منٹ پر عین اذانِ جمعہ میں اُدھر جی علی الفلاح کی پکار سُنی اُدھر روح پر فتوح نے داعیِ الٰہی اللہ کو ٹھیک کہا۔ فاضلِ جلیل حضرت مولینا عسین رضا خاں صاحب جو بنفس نفیس وصال کے وقت اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضر تھے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ

_____ (اعلیٰ حضرت نے) وصیت نامہ تحریر کر لیا پھر اس پر خود مہل کر لیا۔

وصال شریف کے تمام کام گھڑی دیکھ کر ٹھیک وقت پر ارشاد ہوتے رہے جب دو بجنے میں چار منٹ باقی تھے (تو آپ نے) وقت پوچھا عرض کیا گیا (کہ اس وقت ایک بج کر پچیس منٹ ہو رہے ہیں) فرمایا گھڑی کھلی سامنے رکھ دو۔ یکایک ارشاد فرمایا کہ تصاویر ہٹا دو (حاضرین کے دل میں خیال گزرا کہ) یہاں تصاویر کا کیا کام۔ یہ خطرہ گزرنا تھا کہ خود ارشاد فرمایا یہی کارڈ، لفافہ، روپیہ، پیسہ۔ پھر ذرا وقفہ سے برادرِ معظم حضرت مولینا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب سے ارشاد فرمایا وضو کرنا اور قرآن عظیم وودھ بھی وہ تشریف نہ لائے تھے کہ برادرِ مولینا مصطفیٰ رضا خاں سے پھر ارشاد فرمایا اب بیٹھے کیا کر رہے ہو سورہٴ بقرہ شریف اور سورہٴ بقرہ شریف تلاوت کرو۔ اب (آپ کی) عمر شریف سے چند منٹ رہ گئے ہیں، حسبِ حکم دونوں سورتیں تلاوت کی گئیں (آپ نے) ایسے حضورِ قلب اور تخیل سے سنیں کہ جس آیت میں شتباہ ہو یا سننے میں پوری نہ آئی یا سبقت زبان سے زیرِ وزر میں اس وقت فرق ہوا خود تلاوت فرما کر بتا دی۔

اس کے بعد سید محمد علی صاحب ایک مسلمان ڈاکٹر عاشق حسین صاحب

کو اپنے ہمراہ لائے ان کے ساتھ اور لوگ بھی حاضر ہوئے اس وقت خود حضرات اندر گئے (آپ نے) سب کے سلام کے جواب دیئے اور سید محمود علی صاحب سے دنوں ہاتھ بڑھا کر مصافحہ فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰ حضرت قبلہ سے حال دریافت فرمانا چاہا مگر آپ اس وقت حکیم مطلق جن صاحب کی طرف متوجہ تھے ڈاکٹر صاحب سے اپنے مرض یا علاج کے متعلق کچھ نہ ارشاد فرمایا سفر کی دعائیں جن کا چلتے وقت پڑھنا منسوب ہے تمام و کمال بلکہ معمول شریف سے زائد پڑھیں پھر کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پورا پڑھا جب اس کی طاقت نہ رہی اور سینہ پر دم آیا ادھر ہونٹوں کی حرکت و ذکر یا سوس انفا سوس کا ختم ہوتا تھا کہ چہرہ مبارک پر ایک لمعہ نور کا چمکا جس میں جنبش تھی جس طرح آئینہ میں لمعان خورشید جنبش کرتا ہے اس کے غائب ہوتے ہی وہ جان نور جسم اطہر حضور سے پرواز کر گئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ ط خود اسی زمانے میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا جنہیں (سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایک جھلک دکھا دیتے ہیں وہ شوق دیدار میں ایسے جلتے ہیں کہ جانا معلوم بھی نہیں ہوتا۔

۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ کو ٹھیک غار جمعہ کے وقت مجھے اس بات کا مشاہدہ ہوا کہ محبوبانِ خدا بڑی خوشی سے جان دیتے ہیں۔ جاں کنی کا وقت سخت ترین وقت ہے لوگوں کے چہروں پر وحشت چھا جاتی ہے ورنہ کم از کم شکن پڑ جاتی ہے اور کیوں نہ ہو یہ جسم روح جیسے دو پرانے دوستوں کے فراق کی گھڑی ہے مگر اعلیٰ حضرت کے چہرہ مبارک پر میں نے بجائے کلفت مسرت دیکھی آپ وصال محبوب کی پہلے سے بشارت پا چکے تھے۔ وصال محبوب کا وقت قریب آگیا ہے عزیز و اقارب گرد و پیش حاضر ہیں مگر آپ کسی کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے یقیناً آپ ایسی ذات سے عنقریب ملا چاہتے ہیں جو آپ کو سب پیاروں سے کہیں زیادہ پیاری اور محبوب حقیقی ہے۔ (وصایا شریف ص ۱۱۱)

غسل شریف میں علمائے عظام، سادات کرام اور حفاظ عالی مقام شریک

تھے جناب سید اظہر علی صاحب نے لکھنؤ دی۔ حسب وصیت حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے غسل دیا اور جناب عاقل امیر حسن صاحب مراد آبادی نے مدد دی۔ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف پروفیسر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ، حضرت مولانا محمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا، حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب جناب سید محمود جان صاحب، سید ممتاز علی صاحب و دیگر حضرات پانی دینے میں مصروف رہے۔ حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب مفتی اعظم ہند علاوہ دیگر خدمات غسل کے وصیت نامہ کی دعائیں بھی یاد کراتے رہے۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے مواضع سجود پر کافور لگایا۔

حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے کفن شریف بچھایا۔ الغرض غسل و تکفین سے فرائض حاصل ہونے پر مورتوں کو زیارت کا موقع دیا گیا۔ گھر میں مورتوں کی اور باہر مردوں کی بیکہ کثرت تھی ایسا جوش بھی نہ دیکھا گیا۔ کاندھلے کی آرزو میں آدمی پر آدمی کرتا تھا۔ وجد و شوق نے لوگوں کو از حد خود رفته و بخود بنا دیا تھا۔ جو جنازہ تک پہنچ گئے وہ مٹنے کا نام نہ لیتے تھے یہابی رافضی، نیچری بکثرت شریک تھے۔ ایک رافضی المذہب انتہائی کوشش اور پوری قوت صرف کر کے جنازہ تک پہنچا اسے ایک گھنٹی نے یہ کہہ کر ہٹا دیا کہ مدت العمر اہل حضرت کو تم لوگوں سے نفرت رہی اس لئے جنازہ کو کاندھانہ دینے والوں کو اس نے کہا کہ بھائی اب مجھے یہ کہاں ملیں گے اللہ اب نہ رو کو۔ جنازہ ہر وقت کم از کم بیس کاندھلوں پر رہا پورے شہر میں کسی جگہ نماز کی گنجائش نہ تھی۔ اس لئے عید گاہ کے وسیع میدان میں نماز جنازہ ہوئی۔ پہلے سے عید گاہ کے کسی معین راستے کا اعلان نہ تھا مگر دور و دروہتیں مورتوں سے اور راستے مردوں سے بھرے ہوئے منتظر تھے کہ امام اہلسنت فجدوا عظم کا یہ آخری جلوس ہے لاؤ نظارہ کر لیں۔ بعد نماز عید گاہ میں زیارت کرائی گئی اور واپسی پر تمام راہ میں لوگوں نے دل کھول کر زیارت کی۔ حسب وصیت مکروروں و درود والی نظم خواں پڑھے تھے۔ نماز و صلیا شریف ص ۱۵۱ (۱۵۱)

اعلیٰ حضرت بارگاہ رسالت میں

ادھر ۲۵ صفر ۱۳۴۳ھ جمعہ کے دن دو بجکر ۳۸ منٹ پر بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت قبلہ دنیائے دنی سے روانہ ہو رہے ہیں اُدھر بیت المقدس کے ایک شامی بزرگ ٹھیک ۲۵ صفر ۱۳۴۳ھ کو خواب میں کیا دیکھ رہے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاضر دربار ہیں لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ کسی آنے والے کا انتظار ہے وہ شامی بزرگ بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں فَاِنَّكَ ابْنُ وَائِلٍ میرے ماں باپ حضور پر قربان! کس کا انتظار ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا احمد رضا کا انتظار ہے۔ انھوں نے عرض کی احمد رضا کون ہیں۔ حضور نے فرمایا ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔ بیداری کے بعد انھوں نے پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا ہندوستان کے بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں اور اب تک بقید حیات ہیں پھر تو وہ شوق ملاقات میں ہندوستان کی طرف چل پڑے جب بریلی پہنچے تو انھیں بتایا گیا کہ آپ جس عاشق و مصول کی ملاقات کو تشریف لائے ہیں وہ ۲۵ صفر ۱۳۴۳ھ کو اس دنیا سے روانہ ہو چکا ہے۔

دارالعلوم اشرفیہ ضلع اعظم گڑھ کے عظیم المرتبت محدث حضرت مولینا عبد العزیز صاحب مراد آبادی واقعہ مذکورہ بالا کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

۔۔۔ میری زندگی کا سب سے بہترین زمانہ دارالغیر اجمیر شریف کی حاضری کا وہ دور طالب علمی ہے جس میں نو سال تک سلطان الہند خواجہ غریب

نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار میں حاضری نصیب ہوئی اور استاذ محترم حضرت صدر الشریعہ قبلہ علیہ الرحمہ کی کفالت برداری کا شرف حاصل رہا اس مبارک زمانہ میں اکثر علماء، مشائخ اور بزرگانِ دین کی زیارت میسر آتی تھی انہیں بزرگوں میں حضرت دیوان سید آل رسول صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ خواجہ عزیز نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ماموں صاحب قبلہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں جو بڑے بلند پایہ بزرگ تھے دیوان صاحب کے یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ موصوف کی خدمت میں (میری) حاضری ہوا کرتی تھی۔ وہ اکثر بزرگانِ دین کے واقعات بیان فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت موصوف نے بیان فرمایا کہ ماہِ ربیع الثانی ۱۲۳۴ھ میں ایک شامی بزرگ دہلی تشریف لائے۔ ان کی آمد کی خبر پا کر (میں نے) ان کی ملاقات کی بڑی شان و شوکت کے بزرگ تھے۔ طبیعت میں بڑا ہی استغناء تھا۔ مسلمان جس طرح عربوں کی خدمت کیا کرتے تھے ان (شامی بزرگ) کی بھی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ نذرانہ پیش کرتے تھے مگر وہ قبول نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ بِفَضْلِهِ تَعَالٰی میں فارع ابدال ہوں، مجھے (روپیہ پیسے کی) ضرورت نہیں۔ (مجھے) ان کے اس استغناء اور طویل سفر سے تعجب ہوا عرض کیا حضرت یہاں (ہندوستان میں) تشریف لانے کا سبب کیا ہے فرمایا مقصد تو بڑا بڑا تھا لیکن حاصل نہ ہوا جس کا افسوس ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ۲۵ صفر ۱۲۳۴ھ کو میری قسمت بیدار ہوئی خواب میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا کہ حضور تشریف فرما ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حاضر دربار ہیں لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے قرینہ سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی کا انتظار ہے میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا فَاِنَّكَ اَبِيٌّ وَاُمِّيٌّ کَس کا انتظار ہے۔ ارشاد فرمایا احمد رضا کا انتظار ہے میں نے عرض کیا احمد رضا کون ہیں فرمایا ہندوستان میں بریلی کے باشند ہیں بیداری کے بعد میں نے تحقیق کی معلوم ہوا مولینا احمد رضا خاں صاحب بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں اور مقصد حیات میں مجھے مولینا کی ملاقات کا شوق ہوا میں

ہندوستان آیا بریلی پہنچا معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا اور وہی ۲۵ صفر ان کی تاریخ وصا
تھی۔ میں نے یہ طویل سفر صرف ان کی ملاقات کے لئے ہی کیا لیکن افسوس کہ ملاقات نہ
ہو سکی۔

اس سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مقبولیت بارگاہ رسالت
میں معلوم ہوتی ہے۔ کیوں نہ ہو عاشقانِ رسول یوں ہی نوازے جاتے ہیں۔۔
(ماہنامہ پاسبان الہ آباد شمارہ ۱۰ مارچ ۱۹۶۲ء ص ۴)
انتباہ :- میں نے استاذ گرامی حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب
قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے براہِ راست واقعہ مذکورہ بالا کی تصدیق حاصل کی
ہے۔ ماہنامہ پاسبان میں ان شامی بزرگ کی جائے سکونت کا ذکر نہیں تھا۔ میں نے حضرت
علیہ الرحمۃ سے دریافت کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ شہر بیت المقدس کے باشندہ تھے۔



اہل سنت کے مدارس و مساجد پر قبضے کی تحریک

علاوہ ہر ہراس دہائی دیوبندی کے جو اپنی اپنی کوششوں سے اہل سنت کے مدارس و مساجد پر قبضہ کسی طرح بھی قبضہ کرنے سے کوتاہی نہیں کرتا
دن دھاتے ڈاکے کی پلٹ میں پاک و ہند ہی نہیں بلکہ یورپ و افریقہ کے ممالک کے مدارس و مساجد بھی نہیں بچیں۔ گویا جس طرح شیطان
کے مکر و فریب کا جال پوری دنیا پر بچھا ہوا ہے ٹھیک اسی طرح کا جال گستاخ رسول گردہ کا۔

یہ مساجد و مدارس پر قبضے کا سلسلہ تشدد کے علاوہ ایک خوش منظرانہ (منصوبہ) و سازش کے طور پر بھی کیا جا رہا ہے خصوصاً پاکستان کے
دیہات اور بیچ شہر سے قدرے فاصلے کی مساجد و مدارس پر گستاخ رسول دیوبندیوں کا ایک ادارہ مساجد و مدارس کو اپنے قبضے میں لانے
کے واسطے امام و معلم کی تنخواہ وہ ادارہ اپنے ذمہ مقرر کر کے اپنا بورڈ لگا کر مساجد کے مقتدیوں اور مدارس کے طلباء پر احسان کے پردے میں ان کو بھی
گستاخ رسول بنانے کا سلسلہ قائم کرتا ہے۔ گویا ان کا رخ اللہ و رسول سے ہٹا کر گستاخ رسول نجدیوں، وہابیوں، دیوبندیوں کی
طرف کر رہا ہے۔ البتہ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس ادارہ کے پاس سنی مدارس و مساجد پر قبضہ کرنے کے واسطے یہ کثیر رقم جو منی، بھارت یا گستاخ رسول
نجدی فراہم کرتے ہیں؟ ناشر انیس احمد

لے صدر الحق سے لے کر عام جمہوری ٹکڑے بیچنے والا مساجد پر قبضہ کرنے اور دیوبندی بنانے میں کوشاں رہتا ہے۔

مزارِ پُر الوار

شہر بریلی شریف محلہ سوداگرائی میں دارالعلوم منظور اسلام کے شمالی جانب ایک پیکر جلال و ہیبت بلند عمارت کے اندر آپ کا مزار پاک ہے آپ کا عرس جو شریعت کا آئینہ دار ہے ہر سال ۲۴/۲۵ صفر کو منعقد ہوتا ہے جس میں اکناف ہند کے مشاہیر علماء، خطباء، مشائخ شریک ہو کر اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

وہ نہیں گراں کی تصنیفات تو موجود ہیں
چاندنی بھیلی ہوئی ہے اور قمر پر ہے میں ہے

نادر روزگار تصانیف و عواشی

اجلہ علماء کا بیان ہے کہ گزشتہ دو صدی ستائیسہ ہجری و ستائیسہ ہجری کے اندر اعلیٰ حضرت جیسا کوئی مشہور جامع عالم نظر نہیں آیا چنانچہ تفسیر، حدیث، عقائد، کلام، فقہ، سلوک و تصوف، اذکار، اذفاق، تاریخ، سیر، مناقب، جہنم، مسکن، ادب، نحو، لغت، عروض، زبانات، علم مثلث، جبر و مقابله، لوگاریتم، ارثماطیقی، ہیئت ہندسہ، ریاضی، توحید، نجوم، منطق، فلسفہ، حساب و غیرہ علوم و فنون میں آپ کی بے مثل تصانیف و عواشی آپ کے کمال شجر و جامعیت پر شاہد عدل ہیں۔

حسن اتفاق سے ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے دو شمارے بابت اکتوبر ۱۹۴۲ء و دسمبر ۱۹۴۳ء اس وقت ہمارے سامنے ہیں جن میں مدیر محترم نے اعلیٰ حضرت کی تصانیف و عواشی کے چند قلمی نسخوں کی ایک فہرست شائع کی ہے۔ ہم ناظرین

یاد رہے کہ دنیا کے بڑے چھوٹے مشہور میں اہل سنت و جماعت انفرادی یا اجتماعی شکل میں عرس کی تقریب ادا کرتے ہیں خصوصاً لاہور، کراچی، حیدرآباد اور سکھر میں دعوتِ عالم کی جالی ہے جس میں اعلیٰ حضرت کی تصانیف و عواشی کی شہرت ہے۔ انیس احمد نواری

ان کی معلومات میں اضافہ کے لئے اعلیٰ حضرت کی بعض تصانیف و حواشی کا ایک مختصر شمارہ اور بعض ان فنون کے اسماء جن میں اعلیٰ حضرت نے متعدد قابل قدر کتابیں تصنیف فرمائیں ہرست مذکور سے نقل کر کے ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

تفسیر

- ۱ الزلال الانقی عن بحر سفیۃ اتقی (عربی) ۲ حاشیہ تفسیر بیضاوی
- ۳ شریف (عربی) ۴ حاشیہ عنایت القاضی (عربی) ۵ حاشیہ معالم التنزیل
- ۶ (عربی) ۷ حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن (عربی) ۸ حاشیہ الدر المنثور
- ۹ (عربی) ۱۰ حاشیہ تفسیر خلیلان (عربی)

حدیث

- ۱ منیر العین (اردو) ۲ الہاد الکاف لاحادیث الضعاف (اردو) ۳
- ۴ دروض البہج فی آداب التخریج (عربی) ۵ فصل القضا فی رسم الافتاء
- ۶ (عربی) ۷ مدارج طبقات الحدیث (عربی) ۸ الفجود المتواقیب فی
- ۹ تخلیج احادیث الکواکب (عربی) ۱۰ حاشیہ الکشف عن تجاویزہ
- ۱۱ لامۃ عن الالف (عربی) ۱۲ حاشیہ بخاری شریف (عربی) ۱۳ حاشیہ
- ۱۴ جمع مسلم شریف (عربی) ۱۵ حاشیہ ترمذی شریف (عربی) ۱۶ حاشیہ
- ۱۷ لسانی شریف (عربی) ۱۸ حاشیہ ابن ماجہ شریف (عربی) ۱۹ حاشیہ

ہم یہ کتاب ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی ہرست میں نہیں ہے۔ حزب الاحناف ہند

تیسیر شرح جامع صغیر (عربی) (۱۳) حاشیہ تقریب (عربی) (۱۵) حاشیہ
 مسند امام اعظم (عربی) (۱۶) حاشیہ کتاب الحج (عربی) (۱۷) حاشیہ کتاب
 الآثار (عربی) (۱۸) حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل (عربی) (۱۹) حاشیہ طحاوی شریف
 (عربی) (۲۰) حاشیہ سنن دارمی شریف (عربی) (۲۱) حاشیہ خصائص کبریٰ (عربی)
 (۲۲) حاشیہ کنز العمال (عربی) (۲۳) حاشیہ ترغیب و ترہیب (عربی) (۲۴) حاشیہ
 کتاب الاسماء والصفات (عربی) (۲۵) حاشیہ القول البدیع (عربی) (۲۶) حاشیہ نیل الاوطار
 (عربی) (۲۷) حاشیہ المقاصد الحسنیٰ (عربی) (۲۸) حاشیہ اللالی المصنوعہ (عربی) (۲۹)
 حاشیہ موضوعات کبیر (عربی) (۳۰) حاشیہ الاصابہ فی مفرقة الصحابہ (عربی) (۳۱)
 حاشیہ تذکرۃ الحفاظ عربی (۳۲) حاشیہ عمدۃ القاری (عربی) (۳۳) حاشیہ فتح الباری
 (عربی) (۳۴) حاشیہ ارشاد الساری (عربی) (۳۵) حاشیہ نصب الراية (عربی) (۳۶)
 حاشیہ جمع الوسائل فی شرح الشرائع (عربی) (۳۷) حاشیہ فیض القدیر شرح جامع
 صغیر (عربی) (۳۸) حاشیہ مرقات المفاتیح (عربی) (۳۹) حاشیہ اشعة اللمعات
 (۴۰) حاشیہ مجمع بحار الانوار (عربی) (۴۱) حاشیہ فتح المفیث عربی (۴۲) حاشیہ میزان
 الاعتدال (عربی) (۴۳) حاشیہ العلل المتناہیہ عربی (۴۴) حاشیہ تہذیب
 التہذیب (عربی) ۴۵۔ حاشیہ خلاصۃ تہذیب الکمال (عربی)

عقائد و کلام

(۱) مطلع القمرین فی اہانتہ سبقتہ العمرین (اردو) (۲) قوارع القہار علی الجہنم
 القہار (اردو) (۳) العقائد و الکلام (اردو) (۴) الجرح والوجع فی بطن الخوارج
 (اردو) (۵) الصمصام الحیدری (اردو) (۶) السعی الشکور (عربی) (۷) مہین
 الہدی فی نفی امکان المصطفیٰ (اردو) (۸) الفرق الوہبیین السنی العزیز والوہاب
 الرجب (اردو) (۹) الکتاب والاحادیث والایمان والصلوٰۃ والایمان والایمان (اردو)

- ۱۔ مقام الحدید علی خدا المنطق الجدید (اردو) ①۱ دوام العیش فی الائمۃ من
 قریش (اردو) ①۲ حاشیہ شرح فقہ اکبر (عربی) ①۳ حاشیہ خیالی علی شرح
 العقائد (عربی) ①۴ حاشیہ عقائد عضدیہ (عربی) ①۵ حاشیہ شرح مواقف
 (عربی) ①۶ حاشیہ شرح مقاصد (عربی) ①۷ حاشیہ مسامرہ و مسایرہ (عربی)
 ①۸ حاشیہ التفرقة بین الاسلام والزندقة (عربی) ①۹ حاشیہ الیواقیت والخواہر
 (عربی) ② حاشیہ مفتاح السعادة (عربی) ②۱ حاشیہ تحفۃ الاخوان (عربی)
 ②۲ حاشیہ الصواعق المحرقة (عربی)

فقہ، تجوید

- ① جد المتارک علی پانچ جلد (عربی) ② المنح الملیحہ فیما نہی من اجزاء الذبیحہ عزنی
 ③ سلب الثلب عن القائلین بطہارة الکلب (اردو) ④ نور الادلہ البدور والاجلہ
 ⑤ رفع العلم عن نور الادلہ (اردو) ⑥ الکشف شافی فی حکم فوجہرافیا
 ⑦ مصصام حدیدہ کولی عدد و تقلید (اردو) ⑧ شمام العنبر فی ادب
 ⑨ تلمذہ امام المنبر (عربی) ⑩ الاسد الصول (اردو) ⑪ نفی العار من معائب المولوی
 ⑫ سبب الغفار (اردو) ⑬ قوانین العلماء (اردو) ⑭ سہ الفزار (اردو) ⑮ النہی لاکید
 ⑯ الرد والاشد البہی (اردو) ⑰ التاج المکمل فی انارة مدلول کان یفعل عزنی
 ⑱ کفل الفقہ الفاہم (عربی) ⑲ نور مینی فی الانتصار للامام العینی (عربی) ⑳
 ㉑ ذریب الاشباہ والنظائر (عربی) ㉒ سرور العید فی حل الدعاء بعد صلاة العید
 ㉓ الفضل الموبہی فی معنی اذا صح الحدیث فہو مذہبی (اردو) ㉔ اہل
 ㉕ رجم براہیٹر انجم (اردو) ㉖ السیف الصمدانی (اردو) ㉗ الطلبة البدیعیہ (اردو)
 ㉘ اکل البیت علی اہل الحدیث (اردو) ㉙ الجبرۃ الوضیہ (اردو) ㉚ الطرة الرضیہ
 ㉛ حاشیہ فوائد الرحموت (عربی) ㉜ حاشیہ جموی شرح الاشباہ

- والنظار (عربی) ۴۹ حاشیہ الاسعاف فی احکام الاوقاف ۵۰ حاشیہ اتحاف الابصار
 ۳۱۔ حاشیہ کشف الغم ۵۱ حاشیہ شفاء السفا ۵۲ حاشیہ کتاب الخراج ۵۳ حاشیہ
 معین الکام ۵۴ حاشیہ میزان الشریعہ الکبریٰ ۵۵ حاشیہ ہدایہ
 اخیرین ۵۶ حاشیہ ہدایہ فتح القدیر عنایہ علی ۵۷ حاشیہ بدائع الصنائع ۵۸
 حاشیہ جوہرہ نیرہ ۵۹ حاشیہ جوابہ اخلاطی ۶۰ حاشیہ مراۃ الفلاح ۶۱ حاشیہ
 مجمع الانہر ۶۲ حاشیہ جامع الفصولین ۶۳ حاشیہ جامع الرموز ۶۴ حاشیہ
 بحر الرائق و منحة الائق ۶۵ حاشیہ تمییز الحقائق ۶۶ حاشیہ رسائل الارکان
 ۶۷ حاشیہ غنیۃ المستملی ۶۸ حاشیہ فوائد کتب عدیدہ ۶۹ حاشیہ کتاب الانوار
 ۷۰ حاشیہ رسائل شامی ۷۱ حاشیہ فتح المعین ۷۲ حاشیہ الاعلام بقواطع الاسلام
 ۷۳ حاشیہ شفاء الاستقام ۷۴ حاشیہ طحاوی علی الدر المنثور ۷۵ حاشیہ فتاویٰ
 مالگیری ۷۶ حاشیہ فتاویٰ خانیہ ۷۷ حاشیہ فتاویٰ سراجیہ ۷۸ حاشیہ خلاصتہ
 الفتاویٰ ۷۹ حاشیہ فتاویٰ خیریہ ۸۰ حاشیہ عقود الدر ۸۱ حاشیہ فتاویٰ عدیشیہ
 ۸۲ حاشیہ فتاویٰ بزازیہ ۸۳ حاشیہ فتاویٰ زر بنیہ ۸۴ حاشیہ فتاویٰ غیاثیہ
 ۸۵ حاشیہ رسائل قاسم ۸۶ حاشیہ اصلاح شرح الفیاح ۸۷ حاشیہ منہج
 الفکر ۸۸ الجام الصادق سنن الفصاد (اردو) ۸۹ حاشیہ فتاویٰ عسکریہ
 (فارسی)

تصوف، اذکار، اوقاف، تعبیر

- ① از ہمارا افوار من صبا صلاۃ الاسرار (عربی) ② الیا قوتہ الواسطہ فی قلب عقدہ الرابطہ (اردو) ③ حاشیہ احیاء العلوم (عربی) ④ حاشیہ حدیقہ تمذیب (عربی)
- ⑤ حاشیہ مدخل جلد اول دوم سوم (عربی) ⑥ حاشیہ کتاب الابرینہ (عربی) ⑦ حاشیہ کتاب الزواجر (عربی) ⑧ الفوز بالآمال فی الاوقاف والاعمال (عربی، اردو)
- ⑨ حاشیہ تعطیر الانام (عربی)

تاریخ، سیر، مناقب

- ① الاحادیث الراویہ لمدح الامیر معاویہ (اردو) ② مجیر معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم (فارسی) ③ حاشیہ حاشیہ ہمزئیہ (عربی) ④ حاشیہ شرح شفا ملا علی قاری (عربی) ⑤ حاشیہ زرقانی شرح مواہب (عربی) ⑥ حاشیہ بیجۃ الاسرار (عربی) ⑦ حاشیہ الفوائد البہیہ (عربی) ⑧ حاشیہ کشف الظنون (عربی)
- ⑨ حاشیہ عصر الشارح (عربی) ⑩ حاشیہ خلاصۃ الوفا (عربی) ⑪ حاشیہ مقدمہ ابن خلدون (عربی)

ادب، نحو، لغت، عروض

- ① اتحاف الحلی لبکر فکر السبلی (اردو) ② تبلیغ الکلام الی درجۃ الکمال فی تحقیق اصالة المصدر والافعال (عربی) ③ الزمرۃ القمریہ (اردو) ④ حاشیہ صراح (عربی) ⑤ حاشیہ تلحج العروس (عربی) ⑥ حاشیہ میزان الافکار (فارسی)

علم زیجات

- ① جزر مسفر المطالع للتقویم والمطالع (اردو) ② حاشیہ برجندی (عربی)
- ③ حاشیہ زلالات البرجندی (عربی) ④ حاشیہ زریج بہادر خانی (فارسی)
- ⑤ حاشیہ فوائد بہادر خانی (فارسی) ⑥ حاشیہ زریج البخانی (عربی)
- ⑦ حاشیہ جامع بہادر خانی (فارسی)

علم جفر و حکم

- ① اطاب الاکسیر (عربی) ② رسالہ در علم حکم فارسی ③ ۱۱۵۲ مربعات اردو
- ④ حاشیہ الدر المکنون (عربی) ⑤ الثواقب الرضویہ علی الکواکب الدریہ (عربی)
- ⑥ الذاول الرضویہ للأعمال الجفریہ (عربی) ⑦ الوسائل الرضویہ للسائل الجفریہ
- (عربی) ⑧ مجتلی العروس (اردو) ⑨ الجفر الجامع (اردو) ⑩ اسہل الکتب فی
- جميع المنازل (عربی) ⑪ رسالہ فی علم الجفر (عربی)

جبر و مقابلہ

- ① حل ساداتہائے درجہ سوم (فارسی) ② حل المعادلات لقوی الکعبات
- (فارسی) ③ رسالہ جبر و مقابلہ (فارسی) ④ حاشیہ القواعد الجلیلیہ (عربی)

علم مثلث، ارثماطیقی، لوگارتم

- ① رسالہ در علم مثلث (فارسی) ② تلخیص علم مثلث کردی (فارسی) ③
- وجوہ زوایا مثلث کردی (فارسی) ④ حاشیہ رسالہ علم مثلث (فارسی) ⑤ الوہیات
- فی المربعات (عربی) ⑥ رسالہ در علم لوگارتم (اردو)

توقیت، نجوم، حساب

- ① استنباط الاوقات (فارسی) ② رویت ہلال رمضان (فارسی) ③
- مستویات السہام (فارسی) ④ البرہان القویم علی العرض والتقویم (فارسی) ⑤
- الحمل الدائرہ فی خطوط الدائرہ (فارسی) ⑥ تسہیل التعدیل (اردو) ⑦ میوال کوکب
- تعدیل الايام (اردو) ⑧ استخراج تقویات کوکب (فارسی) ⑨ طلوع وغروب نیرین
- (اردو) ⑩ حاشیہ زبدۃ المنتخب (عربی) ⑪ تاج توقیت (اردو) ⑫ ترجمہ قواعد
- تائیکل المنک (اردو) ⑬ جدول اوقات (اردو) ⑭ حاشیہ جامع الافکار عربی،
- ⑮ حاشیہ مدائق النجوم (عربی) ⑯ حاشیہ خزائنہ العلم۔

ہیئت، ہندسہ، ریاضی

- ① مقالہ مفردہ (اردو) ② معدن علمی در سنین ہجری، عیسوی و رومی (اردو)
- ③ طلوع وغروب کوکب و قمر (اردو) ④ قانون روتہ اہلہ (اردو) ⑤ کسور اعشاریہ
- (فارسی) ⑥ المعنی الجملی للمغنی والنظلی (فارسی) ⑦ زاویۃ اختلاف المنظر (فارسی)
- ⑧ الصراح الموجز فی تعدیل المركز (فارسی) ⑨ البدور فی ادج المجدور (فارسی)
- ⑩ عزم البازی فی جوایز ریاضی (فارسی) ⑪ بحث المعادله ذات الدرجه الثانیہ
- (عربی) ⑫ کشف العلة عن سمت القبلة (اردو) ⑬ زویت الہلال (اردو)
- ⑭ النحر العشری (عربی) ⑮ استخراج وصول قمر براس (فارسی) ⑯ الانجب
- الانیق لطرق التعلیق (فارسی) ⑰ رسالہ العاد قمر (عربی) ⑱ حاشیہ
- تفریح (عربی) ⑲ حاشیہ شرح چغینی (عربی) ⑳ حاشیہ علم الہیئہ (عربی)
- ㉑ حاشیہ کتاب الصور (عربی) ㉒ جدول ہوائے جنتری شصت سالہ

(فارسی) (۲۳) حاشیہ اصول الہندسہ (عربی) (۲۴) حاشیہ تحریر اقلیدس (عربی)
 (۲۵) حاشیہ رفع الخلاف (عربی) (۲۶) حاشیہ شرح باکورہ (عربی) (۲۷) حاشیہ طیب النفس
 (عربی) (۲۸) حاشیہ شرح تذکرہ (عربی)

فلسفہ منطق

(۱) فوز مبین در رد حرکت زمین (اردو) (۲) الکلمۃ الملہیۃ فی الحکمۃ المحکمۃ
 (اردو) (۳) معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین (اردو) (۴) حاشیہ ملا جلال
 میرزاہد (عربی) (۵) حاشیہ شمس بازغہ (عربی) (۶) حاشیہ اصول طبعی (اردو)

اعلیٰ حضرت کی جن بعض تصانیف و حواشی کی مختصر فہرست ہم نے یہاں
 پیش کی ہے وہ آپ کی جمیع تالیفات کے سامنے وہی نسبت رکھتی ہیں جو نہر کو سمندر
 سے ہے کیوں کہ آپ نے پچاس فنون میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور آپ کی تصنیفات
 ایک ہزار سے زائد ہیں جیسا کہ ملک العلماء مولینا سید ظفر الدین فاضل بہاری علیہ الرحمہ
 نے حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۳۵ میں تحریر فرمایا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت کو
 اتنے کثیر علوم کا جامع بنایا کہ آپ نے پچاس فنون میں تصنیفات فرمائیں“ اور
 سلطان المناظرین شیر بشیرؒ سنت مولینا حشمت علی خاں لکھنوی علیہ الرحمہ نے ترجمان
 الہندت شمارہ پنجم صفحہ ۷۷ میں تحریر فرمایا ہے کہ ”اعلیٰ حضرت کی تصنیفات مبارکہ
 ایک ہزار سے بھی زائد ہیں“ لیکن چونکہ اب تک اعلیٰ حضرت کی جمیع تالیفات پر
 مشتمل کوئی جامع فہرست شائع نہ ہو سکی اور آپ کی تصنیفات کا بیش از بیش حصہ
 اب تک غیر مطبوع ہی رہا جس کے باعث عوام و خواص صرف انہیں تصنیفات پر
 مطلع ہو سکے جو عام کتب خانوں میں مطبوعہ موجود ہیں اس لیے ہم نے ماہنامہ
 اعلیٰ حضرت کے بعض تصانیف و حواشی کی ایک مختصر فہرست

پیش کر دینی مناسب سمجھی جن میں اکثر کتابیں غیر مطبوع ہیں اور بعض جو مطبوع بھی ہیں تو اس وقت نایاب ہیں۔

یہاں اس امر کو واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ اعلیٰ حضرت کے حواشی آپ کے ذہن رسا کی جودت و جدت کے آئینہ دار اور تحقیقات رفیعہ، تدقیقات بدیعہ تنقیحات جلیلہ، تشریحات جمیلہ پر مشتمل ہیں۔ عام مصنفین کے حواشی کی طرح متون و شروح سے ماخوذ نہیں بلکہ خود آپ کے افادات و افاضات ہیں لہذا آپ کے حواشی بھی ایک مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آج بفضلہ تعالیٰ وَ تَقَدَّسَ وَ بِعَوْنِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 ۱۔ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ ہجری مطابق ۱۹۶۳ء عیسوی دوشنبہ مبارکہ سوانح
 اعلیٰ حضرت کی تبلیغ سے فراغت ہوئی وَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى وَسَلَامُ عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهِ
 وَقَاسَمَ رِزْقَهُ وَ نَوْرَ عَرْشِهِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا وَآلَهُ وَصَحْبَهُ أَجْمَعِينَ
 وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنِّ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔



عہ حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۲۸ پر ملک العلماء فاضل بہاری کا تبصرہ ملاحظہ ہو۔

marfat.com

Marfat.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شجرہ علیہ حضرت عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

رَضْوَانُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِمَا جَمْعَيْنِ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ

یا الہی رحم فرما! مصطفیٰ کے واسطے
مشکلیں حل کر شہ شکر شاہ کے واسطے
سید سجاد کے صدقہ میں ساجد رکھ مجھے
صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام
بہر معروف و سہری معروف دے بخود سہری
بہر شبلی شیر حق دنیا کے کوتوں سے بچا
یو الفرج کا صدقہ کر مگر کو فرج دے حسن محمد
قادری کر۔ قادری رکھ۔ قادریوں میں لٹھا
أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا دے رزق حسن
نُفْرَانِی صانع کا صدقہ صانع و منصور رکھ
طوبہ رفیق و علو و حمد و حسنی و بہت
بہر ابراہیم مجھ پر نار غم گلزار کر
خانہ دل کو ضیاء دے مروئے ایماں کو جمال
دے محمد کے لئے روزی کر احمد کے لئے
دین و دنیا کی مجھے برکات دے برکات سے

یا رسول اللہ اکرم کیجئے خدا کے واسطے
کر بلائیں زد شہید کر بلا کے واسطے
علم حق دے یا قر علم ہدیٰ کے واسطے
بے غضب راضی ہو غلام اور رضا کے واسطے
جند حق میں گن جہنم با صفا کے واسطے
ایک کار رکھ جہد واحد بے ریا کے واسطے
یو الحسن اور یو سعید سعید زما کے واسطے
قد بر جہد القادر قدرت نما کے واسطے
بندہ رزاق تاج الاصفیا کے واسطے
دے حیات دیں نجی تجاں فزا کے واسطے
دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے
بھیک دے وانا بھکاری بادشاہ کے واسطے
شہ ضیا مولیٰ جمال الاولیا کے واسطے
خوان فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے
عشق حق دے عشقی عشق انتما کے واسطے

حُبِّ اہل بیت دے آل محمد کے لئے
 دل کو اچھا تن کو مستحرا جان کو پر نور کو
 کر شہید عشقِ حمزہ پیشوا کے واسطے
 اچھے پیارے شمس دیں بدرِ اعلیٰ کے واسطے
 دو جہاں میں خدامِ آلِ رسول اللہ کر
 حضرت آلِ رسولِ مقتدا کے واسطے
 کر عطا احمد رضائے احمد مرسل مجھے
 میرے مولیٰ حضرت احمد رضا کے واسطے
 صدقہ ان اعیان کا دے چہ غینِ عزیزِ عالم و عمل

عفو و عترتِ عافیت اس بیٹا کے واسطے

سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے

مشارِخِ عظام کی تاریخِ ہائے وصال اور ان کے مزاراتِ مقدسہ

نمبر شمار	اسمائے طیبہ	تاریخ وصال	مدفن شریف
۱	حضوری نور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم	۱۲ ربیع الاول شریف	مدینہ طیبہ
۲	حضرت سیدنا مولائے کائنات علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۲ رمضان المبارک	مدینہ طیبہ
۳	حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰ محرم	کربلائے معلیٰ
۴	حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۸ محرم	مدینہ طیبہ

نمبر شمار	اسمائے طیبہ	تاریخ وصال	مدفن شریف
۵	حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ	مدینہ طیبہ
۶	حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۵ رجب ۱۴۸ھ	مدینہ طیبہ
۷	حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۵ رجب ۱۸۲ھ	بغداد شریف
۸	حضرت سیدنا امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۱ رمضان شریف ۲۰۳ھ	مشہد شریف
۹	حضرت سیدنا شیخ معروف کرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲ محرم ۲۰۳ھ	بغداد شریف
۱۰	حضرت سیدنا شیخ سری شعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۳ رمضان ۲۵۳ھ	بغداد شریف
۱۱	حضرت سیدنا شیخ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۹ رجب ۲۹۹ھ	بغداد شریف
۱۲	حضرت سیدنا شیخ ابو بکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ	بغداد شریف
۱۳	حضرت سیدنا شیخ ابو الفضل عبد الواحد قمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۶ جمادی الاخریٰ ۴۲۵ھ	بغداد شریف
۱۴	حضرت سیدنا شیخ ابو الفرج طوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۳ شعبان ۴۴۷ھ	بغداد شریف
۱۵	حضرت سیدنا شیخ ابو الحسن علی ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۸ محرم ۴۸۶ھ	بغداد شریف
۱۶	حضرت سیدنا شیخ ابو سعید مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۷ شعبان ۵۱۳ھ	بغداد شریف
۱۷	حضرت سیدنا خورشید اعظم جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱ ربیع الاول ۵۴۱ھ	بغداد شریف
۱۸	حضرت سیدنا سید عبدالرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۶ شوال ۶۲۳ھ	بغداد شریف
۱۹	حضرت سیدنا سید ابو صالح نصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۷ رجب ۶۳۲ھ	بغداد شریف
۲۰	حضرت سیدنا سید محی الدین ابو نصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۷ ربیع الاول ۶۵۶ھ	بغداد شریف
۲۱	حضرت سیدنا سید علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۳ شوال ۶۲۹ھ	بغداد شریف

نمبر شمار	اسمائے طیبہ	تاریخ وصال	مدفن شریف
۲۲	حضرت سیدنا سید موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۲ رجب ۸۶۳ھ	بغداد شریف
۲۳	حضرت سیدنا سید حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۶ صفر ۸۸۱ھ	بغداد شریف
۲۴	حضرت سیدنا سید احمد جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۹ محرم ۸۵۳ھ	بغداد شریف
۲۵	حضرت سیدنا شیخ بہار الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱ ذی الحجہ ۹۲۱ھ	دولت آباد (دکن)
۲۶	حضرت سیدنا سید ابراہیم ایرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۵ ربيع الآخر ۹۵۳ھ	درگاہ محبوبا الہی
۲۷	حضرت سیدنا شیخ محمد بیکاری بادشاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۹ ذی القعدہ ۹۸۱ھ	کاگوری
۲۸	حضرت سیدنا شیخ قاضی ضیاء الدین عرف شیخ جیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۱ رجب ۹۸۹ھ	لکھنوی قصبہ نیوتنی لکھنؤ
۲۹	حضرت سیدنا شیخ جمال الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ	شب عید الفطر ۱۰۴۶ھ	کوٹہ جہا آباد چمپور
۳۰	حضرت سیدنا سید محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۶ شعبان ۱۰۸۱ھ	کاپلی شریف
۳۱	حضرت سیدنا سید احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۹ صفر ۱۰۸۲ھ	کاپلی شریف
۳۲	حضرت سیدنا سید فضل اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۳ ذی القعدہ ۱۱۱۱ھ	کاپلی شریف
۳۳	حضرت سیدنا سید شاہ برکت اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰ محرم ۱۱۴۲ھ	مارہرہ شریف
۳۴	حضرت سیدنا سید شاہ آل محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۶ رمضان المبارک ۱۱۶۳ھ	مارہرہ شریف
۳۵	حضرت سیدنا سید شاہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۳ رمضان شریف ۱۱۹۰ھ	مارہرہ شریف
۳۶	حضرت سیدنا سید شاہ آل محمد اچھے میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۷ ربيع الاول ۱۲۳۵ھ	مارہرہ شریف
۳۷	حضرت سیدنا سید شاہ آل سول رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ	مارہرہ شریف
۳۸	حضرت سیدنا سید شاہ احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۵ صفر ۱۳۳۳ھ	بریلی شریف

حرفِ آخر

سوانح اعلیٰ حضرت پہلی بار ربیع الاول شریف ۱۳۸۲ھ میں شائع ہوئی پھر دوسری بار کتب خانہ نوری لاہور نے شائع کیا بعد میں تیسری اور چوتھی بار ۱۳۹۲ھ میں نے اسے طبع کرایا جس میں تیس صفحہ کا اضافہ تھا۔ پانچویں بار جب اراکین ادارہ گلشن رضا بوکار و اسٹیل سٹی ضلع و ضباد نے اسے شائع کرنے کی تیاری کی تو میں نے جمادی الاخرہ ۱۴۰۲ھ سے حسب فرصت اس میں بہت سے ضروری اہم مضامین کا اضافہ کرنا شروع کیا اور آج ۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ مطابق ۶ فروری ۱۹۸۴ء دو شنبہ مبارکہ کو حضرت رَبِّ الْعَرْشِ عَظِيمٍ شَافِعُ کی توفیق اور سرکار اعظم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عنایت سے اضافہ شدہ مضامین کی تیسیفر سے فارغ ہوا۔

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علیٰ اول خلقہ، واکمل خلقہ، واعدل خلقہ، وارضم خلقہ، سیدنا و مولینا محمد خاتم النبیین وعلیٰ الہ الطیبین و صحبہ المطہرین وازواجہ، اہل بیت المؤمنین وعلیٰ اہل سنتہ وجماعتہ اجمعین۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

بدرالدین قادری رضوی
مدرسہ غوثیہ بڑھیا۔ ضلع بستی



